ہفت روزہ
احوال کراچی

۳۱ جنوری تا ۶ فروری ۹۱



صدام

کی فوجی

حکمت عملی نے



صدام حسین نے
کفر کے بھس بھر دیا

تل ابیب کھنڈر بن گیا

ریاض میں کہرام مچ گیا

بغداد سے
حسینؑ کا سر لاؤ

صدام حسین کو قتل کرو

شاہ فہد کی یزیدی خواہش

ہمیں شدید زک بھی پہنچ سکتی ہے دنیا کی چوتھی عظیم فوجی قوت عراق ہے (برطانوی کمانڈر انچیف مارشل گریگ ڈیوڈ)

جتنا بارود عراق پر برسایا گیا ہے اتنا اگر برطانیہ اور فرانس پر پھینکا جاتا تو وہ ہتھیار ڈال دیتے (میجر جنرل ریٹائرڈ تجمل حسین)

یہودی میڈیا سی این این کو بند کیا جائے



امن مشن یا امریکن مشن
کس کس کو عراق کے خلاف اکسانا ہے

خلیج کی جنگ طویل ہوگی

جو کئی مہینے جاری رہ سکتی ہے

(وہائٹ ہاؤس ترجمان فٹز واٹر)

احوال

قیمت : ۸ روپے

اس شمارے میں

22

ہمدانی ذخیرہ کتب

دوستی



اس عورت کی طرح نہ ہو جس نے اپنا سوت مضبوطی کے بعد ریزہ ریزہ کرکے توڑ دیا۔ اپنی قسمیں آپس میں ایک بے اصل بہانہ بناتے ہو کہ کہیں ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادہ نہ ہو۔ اللہ تو اس سے تمہیں آزماتا ہے اور ضرور تم پر صاف ظاہر کردے گا قیامت کے دن جس بات میں جھگڑتے تھے اور اللہ چاہتا تو تم کو ایک ہی امت کرتا لیکن اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دیتا ہے جسے چاہے اور ضرور تم سے تمہارے کام پوچھے جائیں گے اور اپنی قسمیں آپس میں بے اصل بہانہ نہ بنالو کہ کہیں کوئی پاؤں جمنے کے بعد لغزش نہ کرے اور تمہیں برائی چکھنی ہو بدلہ اس کا کہ اللہ کی راہ سے روکتے تھے اور تمہیں بڑا عذاب ہو۔

سورۃ النحل۔ آیت ۹۱ تا ۹۲



نسائی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک مومن کے دوسرے مومن پر چھ حق ہیں۔

۱۔ جب وہ بیمار ہو تو عیادت کرے۔
۲۔ جب وہ مرجائے تو اس کے جنازے میں حاضر ہو۔
۳۔ جب وہ بلائے تو اس کی اجابت کرے۔ یعنی حاضر ہو۔
۴۔ جب اس سے ملے تو سلام کرے۔
۵۔ جب چھینکے تو جواب دے۔
۶۔ اور حاضر و غائب اس کی خیر خواہی کرے۔

(بہارِ شریعت)

اداریہ

یہودی میڈیا (سی این این) بند کیا جائے

پاکستانی عوام ذرائع ابلاغ کے لئے ہمیشہ سے حکومت کے محتاج رہے ہیں۔ مہذب دنیا کا یہ قاعدہ ہے کہ قومی نشریات پر حزب اقتدار اور حزب اختلاف دونوں کا حق ہوتا ہے۔ اور قومی مسائل پر اظہار خیال کے لئے دونوں فریقین کو موقع دیا جاتا ہے تاکہ قوم صحیح اور غلط کا فیصلہ کر سکے۔ بدقسمتی سے پاکستان کے عوام اس نعمت سے ہمیشہ سے محروم رہے ہیں۔ جب بھی کوئی پارٹی برسر اقتدار آتی ہے تو اس قومی ادارہ کے ذریعہ وہ اپنی پارٹی اور پروگرام کی تشہیر شروع کر دیتی ہے۔ اور ٹیلیویژن اور ریڈیو پر اپنی اجارہ داری قائم کر لیتی ہے۔ اس قومی ادارہ کے ذریعہ عوام کے ذہنوں کو گمراہ کیا جاتا ہے۔ اور مخالف پارٹیوں کے لیڈروں کی کردار کشی کی جاتی ہے اس "کار خیر" میں ریڈیو اور ٹی وی ہی برابر کے شریک نہیں ہیں بلکہ "اخبارات" بھی حکومت کی "ہاں میں ہاں" ملاتے رہتے ہیں کہ کہیں مبادا ان کا سرکاری "ایڈورٹیزمنٹ" ملنے کا سلسلہ ختم نہ ہو جائے اور ان کی "دولت" میں کمی آجائے۔ قومی اخبارات کو قومی مفادات زیادہ عزیز ہونا چاہئے۔ لیکن پاکستان میں قومی مفادات کے بجائے "ذاتی مفادات" ہمیشہ پیش پیش رہا ہے۔ اس حمام میں سب ننگے ہیں۔

مندرجہ بالا تناظر میں پاکستان میں ذرائع ابلاغ کے ایک ایسے ادارہ کی ضرورت محسوس کی گئی جو خود مختار ہو اور عوام کو صحیح حالات سے باخبر رکھے۔ انہی خیالات کے پیش نظر جولائی ۱۹۹۰ء سے سی این این کو باقاعدہ پاکستان میں نشریات کا حق دیا گیا۔ جو اپنی نشریات کو ۲۴ گھنٹوں پر مشتمل رکھتا ہے۔ اس کی نشریات کا محور فی الحال اسلام آباد، راولپنڈی اور کراچی کے مراکز ہیں۔ سی این این کا رابطہ براہ راست سیٹلائٹ سے ہے۔ جب سے اس کی نشریات کا آغاز ہوا ہے پاکستان کے سماجی اور ثقافتی تہذیب پر برے اثرات نمودار ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ اس ادارہ پر "یہودیوں" کا قبضہ ہے۔ اور زیادہ تر ان کے مفادات کی ترجمانی کی جاتی ہے۔ کچھ گھنٹوں سے پی ٹی وی نے بھی اس ادارہ سے وقت لیا ہے۔ جو راولپنڈی میں "شالیمار ریکارڈنگ" کے تصرف میں رہتا ہے۔ جہاں سے زیادہ تر "فلمیں" دکھائی جاتی ہیں اور گھڑوں کے کیسٹوں کی ایڈورٹیزمنٹ کی جاتی ہے۔ جاپان کے ایک مبصر کا کہنا ہے کہ "سی این این کے ذریعہ امریکہ کے مفادات کو پوری دنیا پر مسلط کیا جا رہا ہے۔" سی این این پر زیادہ تر فیشن شو نیم برہنہ طور پر دکھائے جاتے ہیں کبھی کبھی سینسر کیا جاتا ہے لیکن افسوس کی بات ہے کہ کبھی دانستہ اور نادانستہ طور پر عریاں جسم بھی دکھا دیا جاتا ہے۔ جنوری کی ایک درمیانی تاریخ کو ایسا ہی حادثہ پیش آیا کہ ایک لڑکی کا پورا برہنہ جسم دکھا دیا گیا۔ اور دکھانے کے بعد پھر اس کو سینسر کیا گیا۔ لیکن آج تک کسی طرف سے اس پر کوئی احتجاج نہیں ہوا۔

سی این این کا مقصد پاکستانی عوام کے ذہنوں کو برین واش کرنا ہے۔ ۲۴ گھنٹہ پاکستانی ناظرین کو امریکی ورژن دکھایا جاتا ہے۔ جو حقیقت کے برعکس ہوتا ہے صبح شام عراق اور فلسطینیوں کو جارح قرار دیا جاتا ہے اور امریکیوں اور یہودیوں کو مظلوم، ہر وقت ایک یہودی "لاری کنگ" کے انٹرویوز دکھائے جاتے ہیں۔ اور امریکی مفادات کی نگہداشت کی جاتی ہے۔ ظالم کو مظلوم بتایا جاتا ہے۔ اور شہد میں زہر ملا کر پاکستانی عوام کو کھلایا جاتا ہے۔ حالیہ خلیجی جنگ کے دوران سی این این کا کردار بڑا قابل اعتراض رہا ہے۔ چھوٹے ممالک کے مفادات کا "حوا" کھڑا کر کے اس نے عراق کو جارح قرار دینے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ امریکہ کی ایماء پر صدر صدام حسین سے اسلام کا بدلہ لینے والے اس کو "مذموم" قرار دیا۔ اس ایسے اور دیگر کے انتشارات اور خطرات عوام کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن بغداد، بصرہ اور نجف اشرف کی جو تباہی اور انسانی ہلاکت پر پردہ ڈالا گیا۔ عوام کے ذہن کو موڑنے کے لئے "مسٹر بش" کا بیان دکھایا گیا۔ خلیجی مسئلہ میں جب تیل کی وجہ سے چارہ نہ رہا تو سعودی جانوروں کی ہلاکت کا رونا رویا گیا لیکن عراقی باشندوں کی ہلاکت پر سکوت طاری ہو گیا۔

جب سے خلیج کا بحران شروع ہوا ہے۔ سی این این نے ایک طرفہ پروپیگنڈہ شروع کر رکھا ہے۔ امریکی اور یہودی افواج کی خلیج میں موجودگی کو بھی جائز قرار دیا جا رہا ہے۔ عراق کے خلاف سوشل ناکہ بندیوں کو مسلمانوں کے مطابق بتایا گیا اور عراق کے خلاف لشکر کشی کو چھوٹے ملکوں کے مفادات کے تحفظ کا جواز بنا کر پیش کیا گیا۔ صدر صدام حسین کی کردار کشی کی جا رہی ہے۔ ان کو عالم انسانیت کا علمبردار بتایا جا رہا ہے۔ فلسطینیوں کو دہشت گرد قرار دینے کے لئے بڑا پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔ اقوام عالم کو بتایا جا رہا ہے کہ فلسطینی دہشت گرد میدان میں نکل آئے ہیں۔ لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کے لئے مناسب انتظامات کئے جا رہے ہیں۔ ۲۷ جنوری کو فلسطین کے حریت پسند مجاہد ابو العباس کی فرضی فلمیں اور دہشت گردوں کے نام نہاد مظالم دکھائے جا رہے ہیں۔ اسرائیل نے جس طرح اور صابرہ پر دہشت گردی کی تھی اس کا ذکر نہیں کیا جا رہا ہے۔ یہودیوں کی ظالم فوج نے انتفاضہ کے نوجوانوں پر جو ظلم کئے ہیں عوام کو اس سے دور کیا جا رہا ہے۔ پاکستانی عوام میں شاید ۲ فیصد عوام اسرائیل کے وزیر خارجہ اور وزیر اعظم کے ناموں سے واقف ہوں۔ اب روزانہ سی این این کو اپنی نشریات میں پیش کرتا ہے اور اپنے صبر و تحمل کی داستان سنا کر پاکستان کے عوامی ذہن کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ صدر صدام حسین نے کویت کو خالی کرنے کے مسئلہ کو فلسطین کی آزاد حکومت سے منسلک کر دیا ہے۔ اسرائیلی وزیر خارجہ چینی مہارت سے پی ایل او کے موقف کو جھٹلانے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ امریکہ اور اسرائیل کو بخوبی معلوم ہے کہ پاکستان کے عوام یہودیوں سے نفرت کرتے ہیں۔ اس نفرت میں کمی کرنے کے لئے سی این این کا سہارا لیا گیا ہے۔ صدر صدام حسین ہر پاکستانی عوام کی آنکھ کا تارا ہیں۔ ان کو جابر اور ظالم بتا کر عوام کو صحیح راستہ سے ہٹانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اسرائیل کا نمائندہ تو اپنے موقف کی حمایت کرنے کے لئے سی این این پر آجاتا ہے۔ لیکن پی ایل او کے کسی بھی نمائندہ کو یہ موقع نہیں دیا جاتا کہ وہ اس کی تردید کر سکے۔ سی این این کا کام پاکستانی عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنا اور کانوں میں زہر گھولنا ہے۔ وزارت اطلاعات یا تو اس سے بے خبر ہے یا اس پر امریکی دباؤ ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ ایک مسلمان ملک پر یہودیوں اور عیسائیوں نے جنگ مسلط کر دی۔ لاکھوں ٹن گولہ بارود پھینک کر زمینوں کو جھلسا کر بنا دیا لاکھوں آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ مگر سی این این کو ان مجبور انسانوں سے ہمدردی نہیں۔ سی این این کو "حق ایب" سے ہمدردی ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ سی این این کو بند کیا جائے یا اسے غیر جانبدار رپورٹنگ پر مجبور کیا جائے تاکہ تمام حقائق عوام کے سامنے آسکیں۔

محمد احمد صدیقی

صدام حسین نے انتشار کے سر کو کچل دیا

تل ابیب کھنڈر بن گیا، ریاض میں کہرام مچ گیا

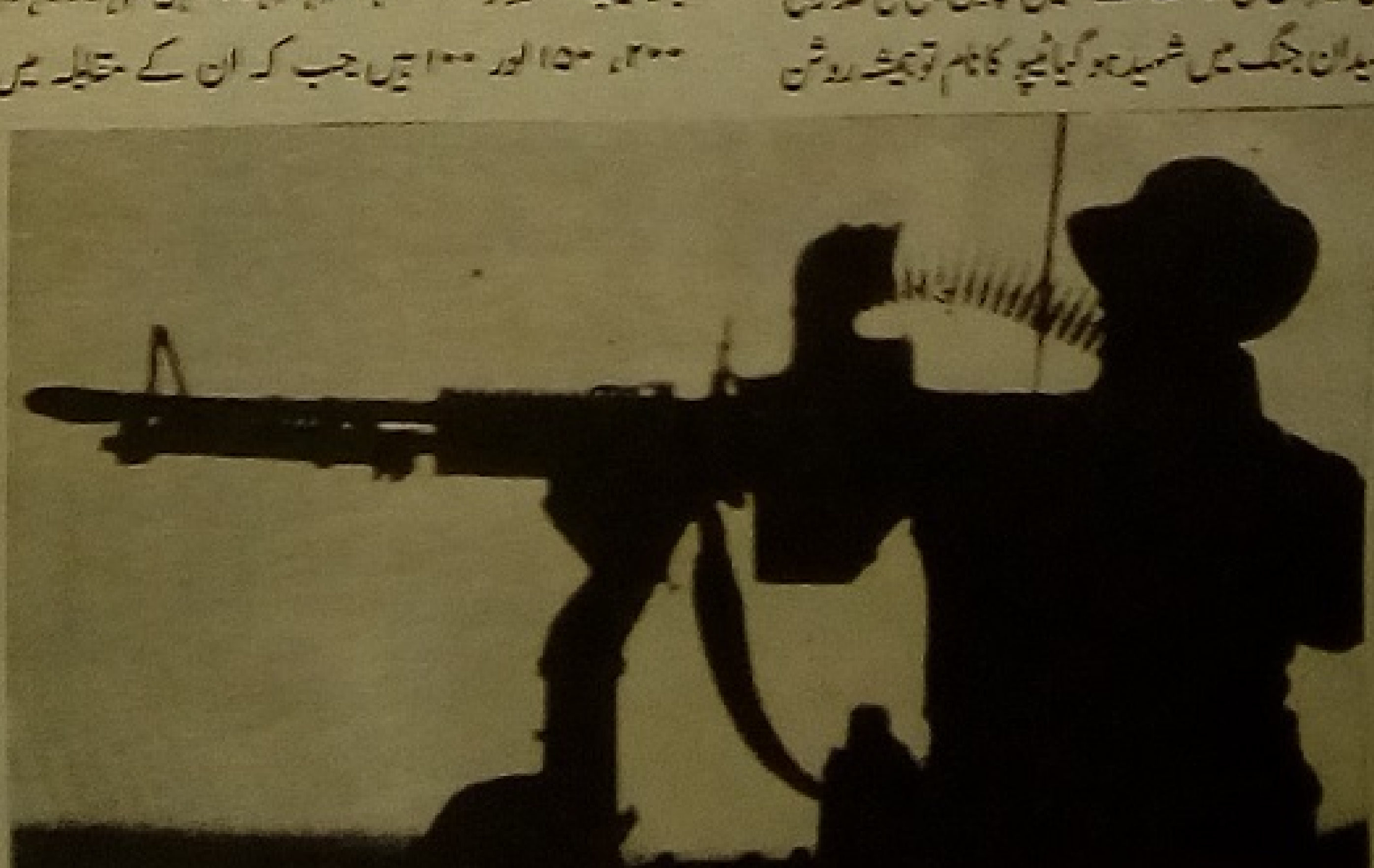
بغداد سے حسین کا سمجھوتہ

صدام حسین کو قتل کرو۔ شاہ فہد کی یزیدی خواہش

عراق کے خلاف تاریخ کی سب سے بڑی جنگ کا آج پانچواں دن ہے ۴۸ گھنٹہ میں عراق فتح کرنے کا اتحادیوں کا دعویٰ باطل ثابت ہوا۔ جہاں بغداد کی سرزمین اتحادیوں کے بارود سے سیاہ ہو چکی ہیں جہاں اتحادیوں کے سیاہ کارناموں نے لاکھوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ جہاں غذا کی قلت ہے، دوائیں نایاب ہیں، پانی بند ہے، بجلی منقطع ہے، بچوں کا دودھ بنانے والی فیکٹری کو اتحادیوں نے خاکستر کر دیا ہے، وہاں عراقیوں کا عزم، صدام حسین کی جرات عالم اسلام میں انہیں "صلاح الدین ثانی" کے نام سے پکار رہی ہے ایسی داستانوں سے تاریخ بھری پڑی ہے کبھی ایسا ہی بہادر اور جری انسان شہید ٹیپو سرزمین ہندوستان سے نمودار ہوا تھا لیکن غیروں کی طاقت سے نہیں اپنوں ہی کی غداری سے میدان جنگ میں شہید ہو گیا ٹیپو کا نام تو ہمیشہ روشن رہا لیکن میر جعفر اور میر صادق کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگا اور یہ مسلمانوں کی پیٹھ میں خنجر گھونپ کر چلے گئے کہتے ہیں تاریخ خود کو دھراتی ہے تو آج واقعتاً تاریخ نے خود کو دھرایا ہے عراق کے خلاف جن چند ضمیر فروش مسلمانوں نے غداری کی ہے تاریخ شاید انہیں کبھی معاف نہیں کر سکے لیکن جو نقصان مسلمانوں کا ہوگا شاید صدیوں اس کی تلافی نہ ہو سکے گی عراق کے خلاف مسلمان ملکوں کی افواج صف آرا ہیں ان میں مصر گلف کونسل سیریا، پاکستان، بنگلہ دیش، مراکو، سینیگال، اور نائجیریا شامل ہیں جن کی تعداد ۱۸۰،۲۹۰ ہے یعنی ۱۳۰،۷۷،۶ افراد پر مشتمل افواج امریکہ، برطانیہ، فرانس، اٹلی، جرمنی اور ارجنٹینا شامل ہیں جن کی بالترتیب تعداد ۳۰،۰۰۰، ۴،۰۰۰، ۳۵،۰۰۰، ۱۰،۰۰۰، ۲۰۰، ۱۵۰ اور ۱۰۰ ہیں جب کہ ان کے مقابلہ میں عراق کی ریگولر فورس ۱۰،۰۰۰،۵ ریزرو ۴۸۰،۰۰۰ اور پیرا ملیشیا ۸،۵۰،۰۰۰ ہے اتحادیوں کے پاس بحری بیڑہ (جنگی جہازوں) کی کل تعداد ۱۳۹ ہے جب کہ عراق کے پاس صرف پندرہ ہیں امریکی ہوائی بیڑہ ایک ہزار سات سو چالیس جدید طیارے شامل ہیں جبکہ عراق کے پاس سات سو طیارے ہیں زمینی جنگ میں نبرد آزما ہونے کے لئے عراق کے پاس ۵۵۰۰ ٹینک ہیں اور اتحادیوں کے پاس تین ہزار چھ سو بکتر ٹینک ہیں۔

مندرجہ بالا تناظر میں اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ عیسائی اور یہودی افواج کو ہر طرح سے برتری حاصل ہے پوری انسانی تاریخ میں کسی بھی ملک کے خلاف نہ ہی اتنے بڑے پیمانے پر اسلحہ کا انبار اکٹھا کیا گیا ہے اور نہ ہی اتنے مہلک ہتھیار اور نہ ہی کسی شہر پر اتنا گولہ بارود برسایا گیا ہے خلفائے راشدین اور بعد کے دور میں جس جزیرۃ العرب سے عیسائیوں اور یہودیوں کی نعشیں کسی جاتی تھیں آج اس سرزمین سے سعودیہ کے عیاش بادشاہ شاہ فہد نے یہودیوں اور عیسائیوں کو وہ موقع فراہم کیا ہے کہ وہ صلیبی جنگ کی ناقابل فراموش شکست کا بدلہ لیں سعودیہ کی وہابیہ حکومت نے ماضی میں جنت البقیع اور جنت المعلیٰ پر ٹریکٹر چلا کر صحابہ کرام اور اہل بیت کے مزارات کو ڈھا دیا اب وہابیہ

حکومت کی خواہش تھی کہ کسی طرح سرزمین بغداد کو اور نجف کو جہاں شہداء اعظم غوث الاعظم اور امام اعظم آرام فرما ہیں عیسائیوں کے گولہ بارود سے ان کے نقش مٹا دیئے جائیں۔ لیکن قدرت کو کچھ اور منظور





حقائق سے انسان کو گریز نہیں کرنا چاہئے اس بات کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ عیسائیوں اور یہودی افواج کے پاس بہت بڑی طاقت ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ نہ ان میں جنگی صلاحیت ہے اور نہ ہی ان میں ہمت جنگ کی بریفنگ پر تبصرہ کرتے ہوئے "پینٹگان" کے ایک مبصر نے برملا اقرار کیا ہے کہ ان کا مقابلہ "ایک ذہین دشمن سے ہے"

جہاں عراق کا نقصان ہو رہا ہے بغداد اور نجف اشرف پر راکٹوں کی بارش ہو رہی ہے وہاں صدر صدام نے اتحادیوں کے بھی دانت کھٹے کر دیئے ہیں صدر صدام نے اپنا وعدہ پورا کر کے انڈونیشیا سے لے کر تیونس تک کے مسلمانوں کے دل جیت لئے ہیں۔ یہاں کی حکومتیں کتنی ہی مخالف کیوں نہ ہوں لیکن صدام کی محبت اور ان کی عظمت کو دل سے نہیں نکال سکتیں صدام عالم اسلام کا وہ ہیرو ہے جو صدیوں میں پیدا ہوتا ہے صدام نے جنگ سے پہلے کہا تھا اگر جنگ ہوئی تو تل ابیب ہمارا نشانہ ہو گا صدر صدام تل ابیب پر اسکڈ میزائل سے متواتر حملہ کر رہے ہیں وہ یہودی جو ظلم کے پہاڑ توڑا کرتے تھے وہ ظالم جو نہتے فلسطینیوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا کرتے تھے آج وہی یہودی صدام حسین کے اسکڈ میزائل سے خوف زدہ ہو کر سیل بند کمروں میں بند ہیں صدام حسین نے ہر یہودی کے منہ پر سور کی شکل جیسا "ماسک" چڑھوا دیا ہے جس وقت بغداد سے اڑتا ہوا اسکڈ میزائل تل ابیب کی طرف پرواز کرتا ہے یہودی تھر تھرا جاتے ہیں کانپ جاتے ہیں متعدد یہودیوں کا ہارٹ فیل ہو گیا صدام حسین کا "حسین میزائل" تل ابیب اور حیفہ کو برابر نشانہ بنائے ہوئے ہیں ظالموں اور جابروں اور مسلمان دشمنوں کی آبادی تل ابیب کھنڈر میں تبدیل ہو رہی ہے یہودی تل ابیب اور حیفہ سے بھاگ رہے ہیں اور بیت المقدس میں پناہ لے رہے ہیں بیت المقدس میں یہودی اس لئے پناہ لے رہا ہے کہ اسے یقین ہے کہ صدام حسین بیت المقدس پر حسینی میزائل نہیں پھینکے گا اس لئے کہ وہاں مسجد اقصیٰ ہے تعجب کی بات ہے کہ یہودیوں کو اس بات کا پورا یقین ہے کہ صدام حسین بیت المقدس کو نشانہ نہیں بنائیں گے اور یہی جگہ ان کے لئے جائے پناہ ہے یہودی تو یقین کرتا ہے کہ صدام مقامات مقدسہ کو اپنا نشانہ نہیں بنائیں گے لیکن سعودی کہتا ہے کہ صدام حسین سے حرمین شریفین کو خطرہ ہے سوچنے کی بات ہے کہ جو بیت المقدس کو نشانہ نہیں بنا سکتا وہ مکہ اور مدینہ کو کیسے نشانہ بنائے گا۔ شاہ فہد نے حرمین شریفین کا بہانہ بنا کر ایک مضبوط مسلمان حکومت کی طاقت کو ختم کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے اور یہ سب کچھ انہوں نے امریکہ کے اشارے پر کیا ہے اس لئے کہ امریکہ علاقہ میں اسرائیل کو تحفظ پہنچانا چاہتا ہے اسرائیل کو تحفظ کی ضمانت اسی وقت دی جا سکتی ہے جب عراق کی عسکری قوت کو ختم کر دیا جائے اسرائیل نے عراق کی ایٹمی تنصیبات کو تباہ کرنے کے لئے بھی سعودیہ کی سرزمین کو استعمال کیا۔ دراصل یہودی اور سعودی گٹھ جوڑ ہو گیا ہے اور اس جوڑ میں پورا زور امریکہ کا ہے صدام حسین نے تل ابیب اور حیفہ میں حسینی میزائل سے حملہ کر کے بتا دیا کہ اللہ کے بندوں کو روبھی نہیں آتی۔ دنیا کی ساری طاقت ایک جگہ جمع ہو جائیں اسلام کے دشمن اسلام کے خلاف کتنی ہی گھناؤنی صف بندی کیوں نہ کریں لیکن اللہ کی طاقت سب سے بڑی طاقت ہے صدام حسین "اللہ اکبر" کے پرچم کے زیر سایہ جنگ لڑ رہے ہیں "اللہ اکبر" کا نام لے کر تل ابیب کو نشانہ بنایا ہے۔ صدام حسین نے جس وقت اسرائیل پر میزائل برسائے تو یہودیوں کے ہوش ٹھکانے ہو گئے۔ یہودیوں نے امریکیوں سے دہائی مانگنا شروع کر دی "بچاؤ بچاؤ" امریکہ نے فوری یہودیوں کی امداد کے لئے سعودیہ کا گلا دبایا "پیریٹ میزائل" ہنگامی بنیادوں پر اسرائیل بھیجا جس کا سارا خرچہ سعودیہ کے عیاش فرمانروا شاہ فہد نے اٹھایا لیکن

جب یہودی فلسطینیوں پر ظلم ڈھا رہے تھے شتیلا اور صابرہ کی سیاہ داستان رقم کر رہے تھے فلسطینی دوشیزاؤں کی عصمتیں لوٹ رہے تھے بے گناہوں کا قتل عام کر رہے تھے تو امریکہ بہادر کو اس وقت کچھ نظر نہیں آیا شاہ فہد بھی لبنانی دوشیزاؤں کے ساتھ داد عیش اڑا رہے تھے محلوں کی تعمیر میں قومی دولت کو لٹا رہے تھے مغربی جوا خانوں کی زینت بنے ہوئے تھے صدام حسین کا موقف بالکل صحیح ہے کہ ایسے عیاش بادشاہ کو "حکمرانی" کرنے کا کوئی حق نہیں ہے جب تل ابیب پر "حسینی میزائل" گرا تو بش کی نام نہاد رگ انسانیت جاگ اٹھی "پنٹاگون" کے مبصر یکطرفہ پروپیگنڈہ میں مصروف ہوگئے "زیرزم" کا شور مچایا گیا لیکن جب اتحادیوں نے بغداد کے شہر کو کھنڈر میں تبدیل کر دیا بلاجواز شہری آبادی پر بم برسائے نجف اشرف، بصرہ اور بغداد کے دوسرے شہروں پر لاکھوں ٹن گولہ بارود پھینکا تو یہی رٹ لگاتے رہے کہ عراق کے فوجی ٹھکانوں اور ذخیروں کو تباہ کرنے کے لئے کارروائی کی جارہی ہے مقامات مقدسہ پر بم نہیں گرایا جارہا ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مزار کے قریب دو میزائل گرے لیکن پھٹ نہ سکے۔ جو ان کی زندہ کرامت کی نشانی ہے صدام حسین نے جوابی کارروائی کے طور پر دہران اور ریاض میں امریکی فوجی ٹھکانوں کو نشانہ بنایا تو پنٹاگون کے مبصروں کو مسلمان یاد آگئے کہ اس بمباری سے دہران اور ریاض کے مسلمانوں کو جانی اور مالی نقصان پہنچ رہا ہے کوئی ان سے پوچھے کہ کیا بصرہ، بغداد اور نجف اشرف میں "یہودی" آباد ہیں وہاں کس کا نقصان ہو رہا ہے وہاں بھی تو مسلمان ہی آباد ہیں صدر صدام حسین نے بڑی جرامندی کے ساتھ تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ ابھی تو شیطان پر کنکریاں پھینکی گئی ہیں "بڑے شیطان" کو جو مارا جائے گا اور واصل جہنم کیا جائے گا۔

تادم تحریر جنگ کا بارہواں دن ہے صدام حسین کی جنگ کی حکمت عملی پر امریکی جنگی سورما حیران و پریشان ہیں خلیجی سمندر میں کثیر تعداد میں تیل کی بنی ہوئی دبیز چادر کو وہ اپنے لئے موت کا "پروانہ" سمجھ رہے ہیں بغداد کا پانی بند کر دیا گیا بجلی منقطع ہوگئی تو کسی نے آواز نہیں اٹھائی اب اتحادیوں کو فکر لاحق ہوگئی ہے کہ خلیجی علاقوں سے پانی کی رسد ختم ہو جائے گی۔ سمندری جانوروں کی ہلاکت ہو جائے گی بغداد اور بصرہ میں تو انسانی جانوں کی ہلاکت ہو رہی ہے غذائی اجناس کی قلت ہے معصوم بچے دودھ کو ترس رہے ہیں صدام حسین کی اس نئی حکمت عملی پر وائٹ ہاؤس میں کہرام مچ گیا۔ ان کی سمجھ سے ہر چیز بالاتر ہے صدر صدام حسین

پنٹاگان کے ایک مبصر نے برملا

اعتراف کیا کہ

ان کا مقابلہ ایک

ذہین دشمن سے ہے!

نے "بش" کے "بھس" بھر دیا ہے امریکی عوام کے علاوہ دنیا بھر کے تمام باشندے جنگ کے خلاف مظاہرہ کر رہے ہیں "پنٹاگون" اور تمام اتحادی حواس باختہ ہیں ۴۸ گھنٹہ میں جنگ جیتنے والے اب یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ ان کا واسطہ دنیا کی بڑی "چوتھی" طاقت سے ہے جنگ جیتنے کے لئے ابھی اور وقت چاہئے ممکن ہے بات مہینوں یا سالوں تک چلی جائے جنگی اخراجات بڑھتے جارہے ہیں یہی امریکہ کا مقصد ہے امریکہ اپنی فوجوں کا خون نہیں بہانا چاہتا بلکہ عربوں کا خون چوسنا چاہتا ہے۔ سعودیہ عربیہ اب تک اتحادی فوجوں اور یہودیوں کے تحفظ کے لئے ۴۰ ارب ڈالر خرچ کر چکا ہے کویت کا امیر جو ستر بیویوں کا شوہر ہے نے ۹ ارب ڈالر مزید دینے کی پیش کش کی ہے اس سے پیشتر جابر الصباح ۲۵ ارب ڈالر کی رقم جنگی اخراجات کے لئے ادا کر چکے ہیں جاپان نے جو ہیروشیما پر ایک بم گرنے سے امریکہ کے سامنے گھٹنے ٹیک چکا تھا جنگی اخراجات کے لئے ۹ بلین ڈالر کی پیش کش کی ہے۔ حالانکہ جاپانی عوام جنگ کے خلاف سخت رد عمل کا اظہار اور مظاہرے کر رہے ہیں جرمنی نے بھی ۲ ارب ڈالر جنگ کے لئے دینے کا اعلان کیا ہے جب کہ اسرائیل ستر بلین ڈالر دے گا برطانیہ جنگ کے لئے روزانہ ۱۳۰۱ بلین ڈالر جنگ کے مصارف میں برداشت کر رہا ہے اگر جنگ چھ مہینے جاری رہی تو اخراجات سو ارب ڈالر سے تجاوز کر جائیں گے اور امریکہ کے خالی خزانہ بھر جائیں گے اس لئے امریکہ بھی جنگ کو طول دینا چاہتا ہے۔ ان تناظر میں یہ بات صاف ظاہر ہو رہی ہے کہ امریکہ خلیج کی جنگ سے مندرجہ ذیل مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔

(۱)...... عراق کی قوت کو ختم کرنا

(۲)...... مسلمانوں کو ہلاک کرنا

(۳)...... جنگ کے بہانے امریکی خزانے کو بھرنا

(۴)...... عربوں کو قلاش کرنا

(۵)...... یہودیوں کو خلیج میں ایک طاقتور قوت بنانا اور عربوں کو یہودیوں کے رحم و کرم پر چھوڑنا

صدام حسین نے بڑی پامردی کے ساتھ اب تک جنگ کا مقابلہ کیا ہے ڈپلومیسی کے میدان میں "بش" کو بد بار مات دے چکے ہیں جنگی محاذ پر پہلے راؤنڈ میں عراق کو فتح نصیب ہوئی ہے حالانکہ اس کو جانی اور مالی نقصان بہت ہوا ہے۔ عراق نے جب اتحادیوں کے "جنگی قیدیوں" کو دنیا کے سامنے ٹیلیویژن پر پیش کیا تو پنٹاگون کو جنیوا کنونشن یاد آنے لگا عراق کے متعین سفیر اقوام متحدہ نے جواب دیتے ہوئے کہا اس وقت یہ اصول کہاں تھا جب معصوم بچوں کو دودھ اور دوا سے محروم کر دیا گیا تھا جب نہتے فلسطینیوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے جارہے تھے اور جب مقامات مقدسہ پر بم برسائے جارہے تھے عراق کے شہریوں پر بم برسائے جارہے تھے۔ عراق پر بمباری کے لئے بش نے فہد سے اجازت طلب کی تو شاہ فہد نے کہا برساؤ بم برساؤ بغداد کے ان حصوں پر جہاں امام اعظم ابو حنیفہ آرام فرما ہیں برساؤ بم برساؤ اس جگہ پر جہاں سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ لاکھوں تشنگان طلب کا مرکز بنے ہوئے ہیں بم برساؤ اس جگہ پر جہاں سید الشہداء آرام فرما ہیں۔

"تباہ کر دو جنید بغدادیؒ کی سرزمین کو مٹادو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مزار کو........" صدر صدام نے کہا نہیں چھوڑوں گا اس عیاش بادشاہ کو نہیں چھوڑوں گا اس جواری شرابی اور زانی حکمراں کو نہیں چھوڑوں گا لبنان کے کلبوں کے "پلے بوائے" کو نہیں چھوڑوں گا فرانس کے سب سے بڑے جواری کو نہیں چھوڑوں گا شاہ فہد ریاض چھوڑ کر بھاگ گئے اب یا تو مدینہ کے محل میں یا مکہ کے محل میں جان چھپائے ہوئے بیٹھے ہیں اور سعودی اور دیگر باشندوں کو عراق کے اسکڈ میزائل کے رحم و کرم پر چھوڑ کر فرار ہوگئے وہیں شاہ فہد نے بش سے ٹیلیفون پر گفتگو کرتے ہوئے کہا صدام کو ختم کر دو حسین کا سر مجھے لا کر دو "یزید" نے بھی ایسی ہی خواہش کا اظہار کیا تھا سعودی یزیدی خواہش کی تکمیل کے لئے اب تک صدام پر امریکیوں اور اتحادیوں نے گیارہ مرتبہ حملہ کیا لیکن ہر مرتبہ ان کو ناکامی ہوئی سچ ہے جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے بش نے اپنی افواج کو حکم دیا کہ "صدام" کی رہائش گاہ پر حملہ کرو ختم کر دو صدام کے لئے نہ کوئی آنسو بہائے گا نہ کوئی روئے گا........ "بش" کی ہر بسلاط الٹ گئی صدام (انشاء اللہ) زندہ رہے گا زندہ رہے گا صدام زندہ باد اسلام زندہ باد

صدام کی فوجی حکمت عملی نے امریکی اندازوں کو غلط ثابت کر دیا

خلیج کی جنگ طویل ہو گی جو کئی مہینے جاری رہ سکتی ہے (وہائٹ ہاؤس ترجمان فٹنز واٹر)

جتنا بارود عراق پر برسایا گیا ہے، اتنا اگر برطانیہ اور فرانس پر پھینکا جاتا تو وہ ہتھیار ڈال دیتے

(میجر جنرل ریٹائرڈ تجمل حسین)

ہمیں شدید زک بھی پہنچ سکتی ہے، دنیا کی چوتھی عظیم فوجی قوت عراق ہے!

برطانوی کمانڈر انچیف مارشل گریگ ڈیوڈ

راؤ توفیق احمد

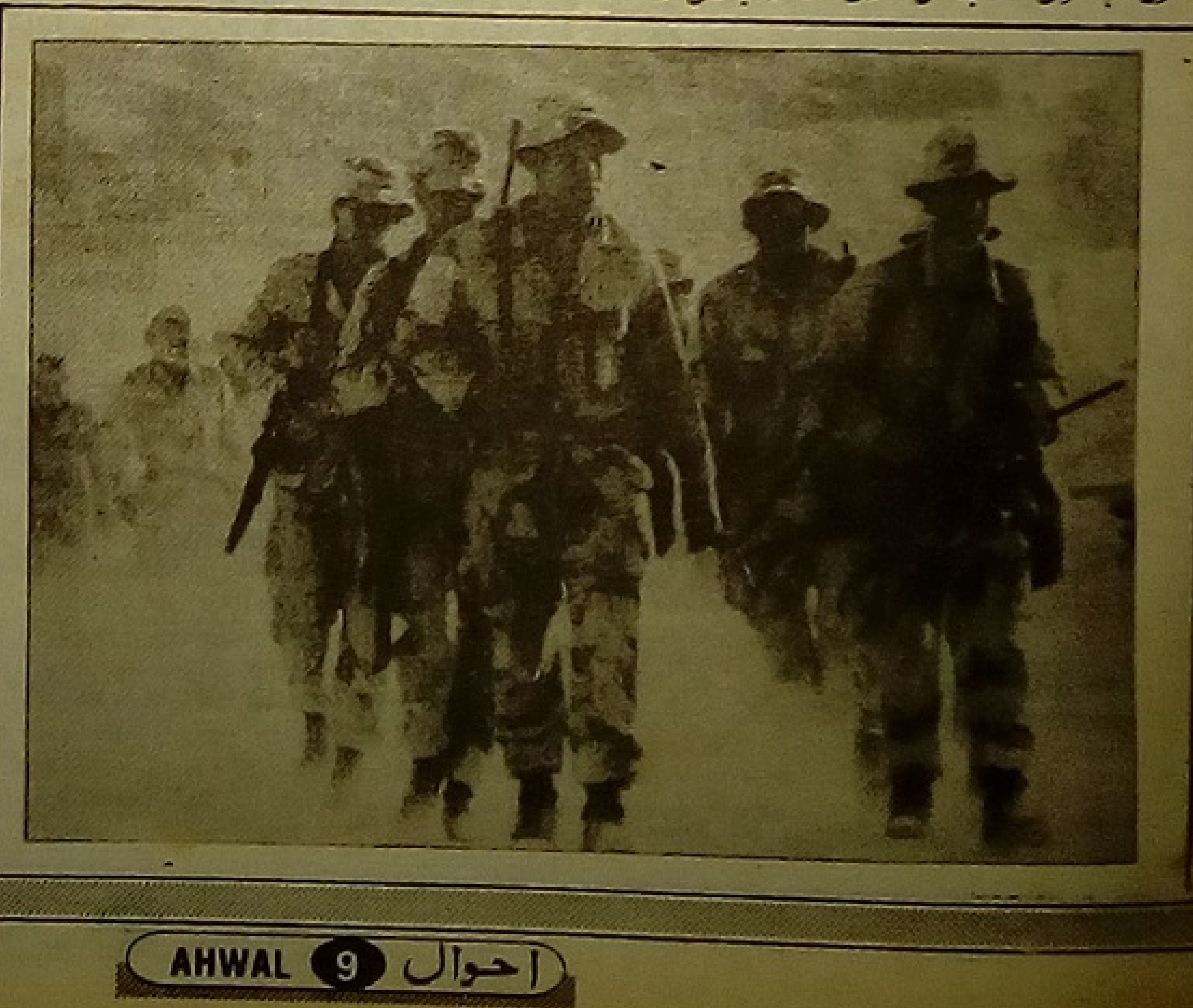
دفاعی ماہر میجر جنرل (ریٹائرڈ) تجمل حسین نے جو پاکستان کے ایک تجربہ کار اور سینئر جنرل ہیں کہا ہے کہ عراق کی سرزمین پر جس قدر ہلاکت خیز گولہ بارود امریکہ اور اس کی اتحادی فوجوں نے گرایا ہے اسی قدر بارود اگر برطانیہ اور فرانس پر پھینک دیا جاتا تو ان ممالک نے دشمن کے آگے ہتھیار ڈال دیے ہوتے۔

لیکن یہ بہادر عراقی عوام ہی ہے جو بموں کی یورش اور بارود کی بارش میں بھی اپنے قدم مضبوطی سے جمائے کھڑی ہے عراق نے جارحانہ حملوں کے جواب میں جو مزاحمت پیش کی ہے اس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اصل جنگ تو اس وقت شروع ہوگی جب زمینی مقابلہ ہو گا۔

جنرل موصوف کے مذکورہ بالا تجزیے میں کوئی مبالغہ آمیزی نہیں ہے موجودہ خلیج کی جنگ میں عراقیوں نے جس عزم و حوصلہ کا مظاہرہ کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے امریکہ اور اس کے اتحادی عراق پر مسلسل، زبردست اور بلا تکان بمباری کر رہے ہیں اس شدید اور ہولناک بمباری سے ابھی تک صحیح اندازہ نہیں لگایا جاسکا کہ عراق کا کتنا نقصان ہوا ہے مگر جو خبریں غیر جانبدارانہ ذرائع سے ہم تک پہنچی ہیں ان کے مطابق تقریباً تین لاکھ عراقی ہلاک ہو چکے ہیں اور اربوں روپیہ کی عمارتیں تباہ ہو گئی ہیں بغداد میں بجلی و پانی کی شدید قلت ہے اور بغداد کربلا کا نقشہ پیش کر رہا ہے۔ اتنی شدید دشواریوں اور سنگین صورتحال کے باوجود عراقیوں کے حوصلے بلند ہیں۔

اتحادی حملہ آور صدر صدام کے موبائل اسکڈ میزائل لانچروں کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ انہیں ان موبائل لانچروں کی تلاش میں سخت دشواری پیش آرہی ہے۔ جس چیز پر انہیں ذرا شبہ ہوتا ہے کہ یہ اسکڈ میزائلوں کا موبائل اسٹیشن ہے اس پر اندھا دھند بمباری کر دیتے ہیں۔ اسکڈ میزائلوں کی تلاش میں وہ نجف اشرف اور کربلائے معلیٰ پر بھی بم برسا چکے ہیں جس کی وجہ سے بے شمار عراقی شہید ہوئے اور ان مقدس مقامات کو نقصان پہنچنے سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن مغربی خبر رساں ایجنسیاں جانبدار ہیں۔ وہ اسرائیل کے نقصانات کو تو بڑھا چڑھا کر پیش کرتی ہیں مگر عربوں کو پہنچنے والے نقصانات کا ذکر نہیں کرتیں۔ اس لئے صحیح صورتحال ہمارے سامنے نہیں آتی۔ صرف تہران ریڈیو کسی حد تک جنگ کی غیر جانبدار رپورٹنگ کر رہا ہے۔

خلیج کی جنگ کی ابتداء میں اتحادیوں نے اپنی کامیابی کے بڑے بلند و بانگ دعوے کئے تھے اور کہا تھا کہ عراق کے آسمان اب ان کے لئے کھلے ہیں امریکہ میں یہ خیال عام تھا کہ عراق کو کویت سے سرعت کے



ساتھ مکمل چند یوم میں خارج کر دیا جائے گا۔ مگر صدر صدام نے اپنی فوجوں کو بچانے کی جو حکمت عملی اختیار کی ہے اس نے امریکی جنگی اندازوں کو یکسر غلط ثابت کر دیا۔ صدر صدام شروع دن سے اتحادیوں کی فضائی برتری کو سمجھتے تھے اس کا توڑ انہوں نے یہ کیا کہ فضائی حملوں سے فوج کو بچا کر زمینی مقابلہ کے لئے تیار رکھا۔ صدر صدام اس جنگ کو طول دینا چاہتے ہیں کیونکہ یہ جنگ جتنی طویل ہوگی اسی قدر اتحادیوں کے لئے تباہ کن اور عراق کے لئے مفید ثابت ہوگی۔ مارچ کے مہینے میں رمضان شروع ہو جائے گا۔ اس ماہ کے تقدس میں جنگ روکنا پڑے گی۔ اگر امریکہ نے جنگ نہ روکی تو دنیا بھر کے مسلمان اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے سعودی عرب میں بھی بغاوت ہو جائے اس لئے سعودی حکمران چاہتے ہیں کہ رمضان شریف سے پہلے جنگ کا خاتمہ ہو جائے لیکن عراق جس انداز سے مزاحمت کر رہا ہے۔ اس

عراقی ریڈیو "ام المعارک" کی آواز مسلمانوں کے دلوں کی گہرائی تک اتر رہی ہے جو مسلمانوں میں جوش و جذبہ پیدا کر رہی ہے!

سے یہی پتہ چلتا ہے کہ رمضان تک اس جنگ کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ اپریل کے مہینہ میں صحرائی طوفان چلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اپریل تک یہ جنگ کھنچ گئی اور صحرائی طوفان چلنے لگے تو یہ طوفان امریکہ اور اس کی اتحادی فوجوں کو تباہ کر دیں گے۔ کیونکہ سفید چمڑی والے یہ صحرائی طوفانوں کی شدت کو برداشت کرنے کی سکت نہیں رکھتے۔ ان گرم طوفانوں سے اتحادیوں کا سامان حرب بھی متاثر ہوگا اس کی کارکردگی برقرار نہیں رہے گی اپریل کے بعد موسم بتدریج گرم ہوتا چلا جائے گا۔ گرم موسم عراق کا اسی طرح دفاع کرے گا جس طرح سرد موسم روس کا دفاع کرتا ہے۔ روس پر جب بھی غیر ملکی حملہ ہوا تو روسیوں نے سرد موسم کا انتظار کیا۔ روس کا سرد موسم یورپ کے فوجیوں سے برداشت نہیں ہوتا۔ نپولین کے دور میں حملہ آور فوجیں سرد موسم کی سرد ترین برف باری میں [illegible] پسپائی پر مجبور ہو جاتے تھے۔ یہی [illegible] ہٹلر کی فوجوں کے ساتھ ہوا [illegible] ہٹلر کی فوجوں کا ہوا۔

خلیج کا گرم موسم اتحادی فوجوں کی قوت کارکردگی (PERFORMANCE) کا خاتمہ کر دے گا۔ جنگ کی طوالت شاید اتحادیوں کا اتحاد بھی نہ برداشت

سعودی حکمران چاہتے ہیں کہ رمضان شریف سے پہلے جنگ کا خاتمہ ہو جائے

کر سکے اور عین ممکن ہے کہ یہ ٹوٹ جائے۔ جنگ میں فوجیوں کی ہلاکت، جنگی اخراجات اور رائے عامہ کی مخالفت اس اتحاد کے ٹوٹنے کے اسباب پیدا کر سکتے ہیں۔ جاپان نے خلیج کی جنگ کے اخراجات میں جو رقم دی ہے اس کے خلاف جاپان میں بڑے پرزور اور منظم مظاہرے ہو رہے ہیں۔ ۲۶ جنوری کو بون میں جرمنوں نے بڑا منظم عوامی مظاہرہ جنگ خلیج کے خلاف کیا اس مظاہرہ میں ۱/۲ ۲ لاکھ جرمنوں نے شرکت کی۔ جو جنگ ختم کرنے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اب تک ہونے والے مظاہروں میں یہ یورپ کا سب سے بڑا مظاہرہ تھا۔

وال اسٹریٹ جرنل میں رائے عامہ کے جو تجزیے سامنے آئے ہیں ان کے مطابق امریکہ میں بھی جنگ خلیج کی مخالفت بڑھتی جا رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جنگ سے متعلق امریکی رہنماؤں اور فوجی جنرلوں کے بیانات میں تضاد پایا جاتا ہے۔ جنگ کے آٹھ دنوں میں ہی یہ تضادات کھل کر سامنے آ گئے ہیں۔

امریکی پریس اور پینٹاگان (امریکی وزارت دفاع) میں اختلافات بڑھ گئے ہیں۔ پینٹاگان کا کہنا ہے کہ امریکی پریس جو خبریں دے رہا ہے اس سے عراق فائدہ اٹھا رہا ہے جبکہ پریس کو یہ شکایت ہے کہ ہمیں صحیح خبریں فراہم نہیں کی جا رہی ہیں۔ پوری معلومات نہیں دی جا رہی ہے۔ اتحادی کارروائیوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ جنگ کے پہلے دو دن تو پینٹاگان نے جنگ کا امید افزا تصور پیش کیا۔ ویتنام کی جنگ میں ٹی وی کوریج یکطرفہ تھی اس لئے امریکی اپنی من مانی خبریں دیتے رہے اب دونوں طرف کی کوریج ہے اس لئے امریکی گھبرائے ہوئے ہیں۔ عراق کے بے گناہ عوام کو وہ جس طرح قتل کر رہے ہیں اس پر انہیں جنگی مجرم قرار دیا جا سکتا ہے۔

جنگی اخراجات پر بھی امریکی عوام سیخ پا ہیں جنگ پر روزانہ ایک ارب ڈالر خرچ ہو رہا ہے۔ امریکی بجٹ میں پہلے ہی ستر بلین ڈالر کا خسارہ ہے۔ امریکی عوام سوچ رہے ہیں اب یہ جنگی اخراجات کیسے پورے ہوں گے گو کہ امریکہ نے جنگ کا بیشتر بوجھ سعودی عرب خلیج کی ریاستوں، جاپان، جرمنی اور یورپ کے دیگر ممالک پر ڈالا ہوا ہے۔ مگر جنگ نے طول کھینچا اور ان ممالک نے ہاتھ کھینچ لیا تو کیا ہوگا؟ یہ سوال امریکی کانگریس اور سینٹ کے ان ممبران کو پریشان کئے ہوئے ہے جنہوں نے بادل نخواستہ صدر بش کو خلیج میں جنگ چھیڑنے کی اجازت دی تھی۔ کیونکہ جنگ سے متعلق اتحادیوں کے سارے دعوے غلط ثابت ہو رہے ہیں۔ صدر صدام کی جنگی حکمت عملی نے جنگ کا پانسہ پلٹنا شروع کر دیا ہے۔

برطانیہ کی مسلح افواج کے کمانڈر انچیف جنرل مارشل گریگ ڈیوڈ نے اپنے ایک حالیہ بیان میں کہا ہے کہ خلیج کی جنگ کوریا اور ویتنام جیسی جنگ ہوگی۔

عراق کے پاس زبردست جنگی صلاحیت اور عظیم الشان مسلح قوت کی حامل فوج ہے۔ ہمیں جنگ میں شدید زک بھی پہنچ سکتی ہے۔ کیونکہ عراق چوتھی عالمی عظیم فوجی قوت ہے۔ اسی قسم کی باتیں وہائٹ ہاؤس کے ترجمان فٹز واٹر نے کی ہیں انہوں نے کہا کہ خلیج کی جنگ طویل ہوگی اور ممکن ہے کئی مہینوں تک جاری رہے اس میں عراق کو بھی کامیابی ہوگی کیونکہ اس نے بہت زیادہ فوجی طاقت جمع کی ہوئی ہے اس نے پچاس ارب ڈالر کا اسلحہ خریدا ہوا ہے۔ وہ اتحادیوں کو حیرت میں بھی ڈالے گا (فوجی کامیابی حاصل کر کے) اور اسے نقصان بھی اٹھانے ہوں گے۔ بہرحال امریکیوں کو چاہئے کہ وہ اپنے ذہن کو صدمات اٹھانے کے لئے تیار رکھیں۔ فٹز واٹر کے اس بیان نے امریکیوں کو بہت مایوس کیا ہے وہ اپنے فوجی جنرلوں کی صلاحیت پر شک و شبہ کا اظہار کر رہے ہیں۔

اسرائیل جب سے وجود میں آیا ہے وہ عربوں سے تین جنگیں لڑ چکا ہے کسی بھی جنگ میں اس نے عربوں کو یہ موقع نہیں دیا کہ وہ براہ راست اس پر حملہ کر سکیں۔ وہ عربوں کی حملہ کرنے کی قوت کو آغاز جنگ پر ہی ختم کر دیتا تھا۔ لیکن اس مرتبہ یہ کام امریکہ بھی نہیں کر سکا۔ تینوں بار وہ عراق

پر گرانے کے باوجود بھی امریکہ عراق کی حملہ کرنے کی قوت کو پامال نہ کرسکا اور صدر صدام نے اسکڈ میزائیلوں سے اسرائیل پر حملہ کر کے صیہونیوں کی نیندیں حرام کردیں۔ ان کی راتیں تاریک تر ہوگئیں۔ تل ابیب کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ اسرائیلی ایسے حملوں کے عادی نہیں تھے۔ ان میں سخت سراسیمگی پھیل گئی۔ جنگ ہوتی تھی اور ختم ہو جاتی تھی۔ وہاں کے عوام کو پتہ بھی نہ چلتا تھا مگر اس دفعہ انہیں پتہ چلا کہ جنگ کیا ہوتی ہے۔ خون کیسے بہتا ہے اور بموں کے دھماکوں سے مکانات کیسے زمین بوس ہوتے ہیں۔ عوام کی گھبراہٹ اور خوف کو دیکھتے ہوئے اسرائیلی حکومت نے ملک میں خبروں پر سخت سنسر بٹھا دیا ہے اب اسرائیل اسکڈ میزائیلوں کی تباہی

ہے جو اسرائیل کو دی جارہی ہے۔ اس کے علاوہ اسرائیل جرمن اور فرانس سے بھی پیسہ بٹور رہا ہے۔ فرانس اور جرمنی کے وفود امداد کے بارے میں گفتگو کرنے کے لئے تل ابیب پہنچ چکے ہیں۔

درحقیقت خلیج میں امریکی فوجوں کے ہوتے ہوئے اسرائیل کو عراق پر حملہ کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ عراق کو نقصان پہنچانے کا کام اس کا آقا امریکہ بخوبی کر رہا ہے۔ ایک طرح سے اسرائیل جنگ میں موجود ہے وہ درپردہ اپنا کام کر رہا ہے۔ عربوں اور بالخصوص عراق کی طاقت توڑنے کا اس کا مقصد پورا ہو رہا ہے۔ پھر اسے براہ راست جنگ میں کودنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ بات تو مسلمان ممالک اور خاص طور سے ان عرب ممالک کو سوچنا چاہئے جو عراق کے ساتھ نبرد آزما ہیں کہ اس جنگ سے کس کو فائدہ ہو رہا

امریکی بجٹ میں ستر ارب

ڈالر کا خسارہ ہے۔ امریکی سوچ

رہے ہیں کہ اب جنگی

اخراجات کیسے پورے ہوں گے؟

مسلمانوں کو کرفیو میں قید کیا ہوا ہے۔

صدر صدام مسلمانوں کے ہیرو بن چکے ہیں۔ ان کے نزدیک صدام ایسے غازی ہیں جو اسرائیل پر ضرب کاری لگانا جانتے ہیں۔ انہوں نے جو کہا تھا وہ کر دکھایا وہ قائم و دائم ہیں اور اسرائیل پر بھی حملے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ جس کا وعدہ انہوں نے مسلمانوں سے کیا تھا کہ جنگ کی صورت میں وہ اسرائیل کو بخشیں گے

خلیج کا گرم موسم اتحادی فوجوں کی فوری کارکردگی کا خاتمہ کردے گا۔ جنگ کی طوالت شاید اتحادیوں کا اتحاد برداشت نہ کرسکے اور عین ممکن ہے یہ ٹوٹ بھی جائے؟

سے دنیا کو باخبر نہیں کر رہا ہے۔ یہ احتیاطی اقدام اس نے خاص طور سے اس وقت اٹھایا جب اسکڈ میزائیلوں سے تل ابیب کے ہوائی اڈہ کا خاصا بڑا حصہ ناکارہ ہوگیا۔

لیکن شاطر و عیار اسرائیل اسکڈ میزائیلوں کے حملوں سے خوب ناجائز فائدہ اٹھا رہا ہے۔ وہ عراق سے براہ راست ٹکرانا نہیں چاہتا۔ مگر امریکہ کو ڈرانے کے لئے کہتا ہے کہ وہ ان حملوں کا جواب دے گا۔ امریکہ نہیں چاہتا کہ اسرائیل جنگ میں شامل ہو اسے ڈر ہے کہ اس طرح اس نے اپنے حواریوں کا جو اتحاد بنایا ہے وہ ٹوٹ جائے گا۔ شام، مصر، ترکی اردن، پاکستان اور بنگلہ دیش کے عوام اسرائیل کے جنگ میں ملوث ہونے پر اپنی اپنی حکومتوں کو مجبور کردیں گے کہ وہ امریکہ سے اپنے اتحاد کو ختم کردیں۔ اس لئے امریکہ، اسرائیل پر زور دے رہا ہے کہ وہ اسکڈ میزائل کے حملوں کا جواب نہ دے۔ اسرائیل نے اس کے عوض سودے بازی شروع کردی۔ میزائل شکن پیٹریاٹ راکٹ امریکہ سے لے لئے اور ۱۵ ارب ڈالر کی امداد بھی لے رہا ہے۔ جدید ترین اسلحہ حاصل کرنے کی تگ و دو کر رہا ہے امریکہ اور اسرائیل من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو تو پہلے ہی تھے اب ان میں مزید فوجی تعاون کے امکانات بڑھ رہے ہیں۔ پیٹریاٹ راکٹ اور اقتصادی و فوجی امداد دراصل امریکی رشوت

ہے؟ اگر خدانخواستہ اس جنگ سے عراق کی طاقت ٹوٹ گئی تو جنگ کے خاتمہ پر اسرائیل ایک ایسی قوت بن کر ابھرے گا کہ کوئی عرب ملک اس سے آنکھ نہ ملا سکے گا بلکہ پورے عرب کا سینیریو تبدیل ہو جائے گا۔

جب سے خلیج کی جنگ شروع ہوئی ہے اسرائیلی حکومت نے پورے مقبوضہ علاقوں میں مسلسل کرفیو نافذ کیا ہوا ہے۔ ۱۷ لاکھ عربوں کو شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ ان پر رزق اور زندگی کے دروازے بند ہو چکے ہیں ۱/۲ فلسطینیوں کو روزگار سے محروم کردیا گیا ہے۔ مقبوضہ عرب علاقوں میں اب یہ صورت حال ہے کہ انسانوں کے لئے خوراک اور جانوروں کے لئے چارا تک نہیں ہے۔ اسرائیل نے ان نہتے انسانوں کو کرفیو میں قید کر کے بھوکا مار دیا ہے جو جنگ میں شریک نہیں۔ اسرائیل کے اس ظلم کی طرف کسی کی نظر نہیں جاتی ا۔

پوری دنیا کے مسلمانوں کی اکثریت صدر صدام کی حمایت کا اعلان کرچکی ہے۔ عراقی ریڈیو کی آواز ام المعارک مسلمانوں کے دلوں کی گہرائی تک اتر رہی ہے۔ جو مسلمانوں میں جوش و جذبہ پیدا کر رہی ہے۔ اس آواز سے خوف کھا کر اسرائیل نے مقبوضہ علاقوں میں

نہیں اور اسے اپنے میزائیلوں سے نشانہ بنائیں گے۔

صدر صدام حسین نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ سپر پاور امریکہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وہی فتح و شکست کا فیصلہ کرنے والا ہے۔ آج دنیا کی سب سے بڑی سپر پاور امریکہ عراق کے آگے بے بس ہے۔ اور اپنی ناکامی کو مختلف توجیہات پیش کر کے چھپا رہا ہے۔ صدر صدام نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم ایسی جنگ لڑیں گے کہ امت مسلمہ ہم پر فخر کرے گی۔ یہ بھی صحیح ثابت ہوا آج دنیا کا ہر مسلمان اپنا سر فخر سے بلند کئے ہوئے ہے شاید صدام حسین جیسے غازیوں کے لئے علامہ اقبال نے کہا تھا۔

یہ غازی یہ تیرے پراسرا بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

○

- اتنے نرم نہ بنو کہ نچوڑ لئے جاؤ اور نہ ہی اتنے خشک بنو کہ توڑ دیئے جاؤ۔

مسکراہٹ روح کی غذا ہے۔

شاہ فرید الحق

امریکن مشن یا امن مشن

کس کس کو عراق کے خلاف اکسانا ہے

پاکستان کے وزیراعظم میاں نواز شریف "امن مشن" پر اس وقت نکلے جب خلیج کا آتش فشاں پھٹ پڑا امریکیوں کا رقص ابلیس شروع ہو گیا اور موت کے سائے میں اتحادی فوجوں نے آتش و آہن کا ہلاکت خیز کھیل شروع کر دیا۔ اپنے دورے کے پہلے مرحلہ پر وہ ایران پہنچے۔ ایران کا رویہ خلیجی تنازع کی بابت آغاز سے ہی امید افزا تھا اس نے خلیج میں امریکہ اور اسکے اتحادیوں کی افواج کے اجتماع پر کڑی تنقید کی تھی اسکا مطالبہ تھا کہ امریکی فوجیں فی الفور خلیج سے چلی جائیں اور کویت کے مسئلہ کو خلیج کے ممالک کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے۔ گو کہ ایران نے کویت میں عراقی فوجوں کی آمد کو قبول نہیں کیا تھا تاہم عراق کے لئے اس کے دل میں ایک نرم گوشہ ضرور تھا۔ اب اسے میاں نواز شریف کی گفتگو کا سحر قرار دیا جائے یا ان کے ہاتھوں کے لمس کا اثر کہا جائے کہ ایران میں ان کے قدم رنجا فرماتے ہی وہاں کی مقتدر شخصیات نے عراق کے خلاف ایک دوسری زبان استعمال کرنا شروع کر دی۔ عراق سے متعلق ان کے رویہ میں سختی آگئی۔ اب وہاں کی حکومت نے عراق کے ان طیاروں کو بھی واپس کرنے سے انکار کر دیا جو راہ جنگ کر ان کی طرف نکل گئے تھے۔ ایران کا کہنا ہے کہ چونکہ وہ خلیجی جنگ میں غیر جانبدار ہے اس لئے طیاروں کو جنگ کے خاتمہ تک واپس نہیں کرے گا۔ ایران کی یہ منطق سمجھ سے بالاتر ہے جب وہ غیر جانبدار ہے تو اسے ان طیاروں کو بلا توقف عراق کو واپس کرنا چاہئے۔ ان طیاروں کو جنگ کے خاتمہ تک روکنا تو فریق ثانی کی مدد کے مترادف ہے۔



عراقی طیاروں کو جنگ کے خاتمہ تک روکنا تو فریق ثانی کی مدد کے مترادف ہے

اب ایران نے خلیجی جنگ کے خاتمہ کے لئے ایک پانچ نکاتی فارمولا پیش کیا ہے جس میں کویت کے مسئلہ کو فلسطین کے مسئلہ سے منتھی کیا گیا ہے سوال یہ ہے کہ کیا امریکہ کویت کے مسئلہ کو فلسطین کے مسئلہ سے منتھی ہونے دے گا اگر وہ یہ بات ماننے پر رضامند ہوتا تو اتنی تباہی کیوں ظہور پذیر ہوتی لیکن امریکہ کا اصل مقصد تو عراق کی مکمل تباہی ہے جسے وہ مستقبل کی سپر پاور بنتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ اور پھر اتنی قربانی اور تباہی کے بعد کیا اب صدر صدام اس شرط کو قبول کر لیں گے۔ درحقیقت میاں نواز شریف کے امن مشن اور ایران کے قیام امن کے لئے پانچ نکاتی فارمولے پر وہی مثل صادق آتی ہے کہ بعد از مرگ کوئی سرہام آیا تو کیا آیا"

میاں نواز شریف ایران کے بعد ترکی پہنچے جو خلیج کی موجودہ ہولناک جنگ میں برابر کا فریق ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ ترکی اس جنگ میں شروع دن سے شریک رہا ہے۔ اب جو اطلاعات آئی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ جنگ کے دوسرے ہی دن سے ترکی کے اڈوں سے عراق پر حملے شروع ہو گئے تھے اور یہ بھی

درست ہے کہ ترکی کی جانب سے ہونے والے اتحادی حملوں سے عراق کو بہت جانی و مالی نقصان پہنچا ہے۔ کویت اور سعودی عرب سے ملحق عراقی سرحدوں پر عراق کے مضبوط دفاع کو دیکھتے ہوئے اب یہ اطلاعات آئی ہیں کہ اتحادی اب ترکی کی جانب سے عراق پر زمینی حملہ کرنا چاہتے ہیں اس غرض سے ترکی نے اپنی افواج کافی بڑی تعداد میں عراق کی سرحدوں پر لگا دی ہے اگر ایسا ہوا تو ترکی کا یہ اقدام مسلم اتحاد کو ناقابل تلافی نقصان پہنچائے گا۔ یہ سنا جا رہا تھا کہ خدانخواستہ عراق کی مکمل شکست کی صورت میں شام اور ترکی عراق کے کچھ علاقوں پر قبضہ کر کے انہیں اپنے ملک میں ضم کر لیں گے ترکی کے اخبارات میں اسکا کچھ ذکر آیا تھا کہ اگر عراق جنگ ہار جاتا ہے تو شام اور ترکی عراق کو بانٹنے کی کوشش کریں گے۔ عراق کے کچھ علاقوں پر شام اور

سیاسی مبصرین کے مطابق پاکستانی عوام کے بپھرے ہوئے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لئے ہی

نواز شریف امن مشن پر نکلے، ورنہ جنگ سے پیشتر انہیں یہ خیال کیوں نہیں آیا!

ترکی کا پہلے سے دعویٰ ہے۔ ایران نے تقسیم عراق کی خبروں کو سن کر ترکی اور شام کو خبردار کیا تھا کہ ایران اسے برداشت نہیں کرے گا۔ عراق کا علاقہ موصل ترکی کی سرحدوں کے قریب ہے اور تیل کی دولت سے مالا مال ہے۔ ترکی کی نظریں اس علاقے پر لگی ہوئی ہیں۔ ایران کے نمائندے علی رضا بویری ایرانی حکومت کا یہ پیغام لے کر ترکی گئے تھے کہ ایران، عراق کی علاقائی سالمیت کو برقرار دیکھنا چاہتا ہے اور وہ عراق کی کسی جغرافیائی تبدیلی کو ہرگز برداشت نہیں کرے گا۔

ترکی کا جھکاؤ مغرب کی جانب رہا ہے اسکا موقف سخت ہے وہ صدر صدام کو شکست خوردہ دیکھنا چاہتا ہے۔ لہٰذا میاں نواز شریف کے امن مشن کی وہاں زیادہ پذیرائی نہ ہو سکی۔ ترک رہنماؤں کا خیال تھا کہ امن مشن کا یہ کوئی مناسب وقت نہیں۔

ترکی سے وزیر اعظم پاکستان شام پہنچے جس کی فوجیں سعودی عرب میں اتحادی فوجوں میں شامل ہیں۔ شام نے بھی وہی خیال ظاہر کیا جو ترکی کا تھا کہ اب بات بڑھ چکی ہے اس اسٹیج پر لہ امن کمیٹی یا اسلامی کانفرنس کی آرگنائزیشن کوئی فعال عمل کردار ادا نہیں کر سکے گی۔

اپنے امن مشن پر شام سے وزیر اعظم اردن گئے۔ اردن ایسا ملک ہے جو موجودہ جنگ میں غیر جانبدار رہنے کے باوجود سب سے زیادہ متاثر ہوا ہے۔ عراق کے خلاف عائد عالمی ادارہ کی اقتصادی پابندیوں نے اس ملک کی اقتصادیات کو مجروح کر کے رکھ دیا کیونکہ عراق کی بیشتر درآمدات اردن کی بندرگاہ سے ہوتی تھیں۔ وہ بند ہو گئیں اور اردن کی معاشیات کی کمر دہری ہو گئی۔ اردن قیام امن اور جنگ کو روکنے کی اپنے طور پر پہلے ہی بھرپور کوشش کر چکا تھا جو بے سود ثابت ہوئیں لہٰذا وہ میاں نواز شریف کی کوششوں پر نیک خواہشات کا اظہار ہی کر سکتا تھا۔

اردن سے وزیر اعظم نواز شریف مصر تشریف لے گئے۔ مصر ایسا ملک ہے جو سب سے زیادہ عرب آبادی رکھتا ہے اور امریکہ کے قریب ہے وہ اگر سنجیدگی سے اس معاملہ کو لیتا تو اس جنگ کو رکوا سکتا تھا مگر اس نے اس مسئلہ پر امریکہ سے سودے بازی کر لی۔ پہلے ہی مرحلہ میں اس نے (۷) ارب ڈالر قرضہ معاف کرالیا اب سنا ہے کہ وہ امریکہ سے مزید قرضہ لینے کے ساتھ ساتھ پرانے قرضوں کا ایک اچھا خاصہ حصہ معاف کرا رہا ہے۔

خلیج کے مسئلے کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اسلامی تاریخ کے اس اہم موڑ پر مسلم ممالک باہمی اتحاد کا مظاہرہ کرنے کے بجائے اپنے مفادات کے پیچھے بھاگنے لگے ہیں۔ اس ضمن میں ترکی، شام، مصر اور سعودی عرب ایک ہی صف میں کھڑے دکھائی دیتے ہیں۔ پاکستان بھی اس سے مبرا نہیں گو کہ ان ممالک کے عوام کے دل، صدام کے دل کے ساتھ دھڑک رہے ہیں مگر وہ اپنی اپنی حکومتوں کے ہاتھوں مجبور ہیں۔ پاکستان میں عوام نے عراق اور صدر صدام حسین کی حمایت میں جس جوش و خروش سے مظاہرے کئے وہ سب پر عیاں ہیں۔ سیاسی مبصرین کے مطابق پاکستانی عوام کے بپھرے ہوئے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لئے ہی میاں

> **ترکی، صدر صدام کو شکست خوردہ دیکھنا چاہتا ہے**

نواز شریف امن مشن پر نکلے ہیں ورنہ جنگ کے شعلے بھڑکنے سے پیشتر انہیں یہ خیال کیوں نہیں آیا تھا؟

بظاہر میاں نواز شریف کے حالیہ امن مشن کے چار نکات تھے۔ (۱) خلیج فارس کی جنگ روکنا (۲) فوجوں کی واپسی (۳) آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس کا اجلاس بلانا (۴) امہ امن کمیٹی کا قیام

جنگ روکنا بلاشبہ مستحسن اقدام ہے لیکن اگر جنگ کا آغاز ہی نہ ہونے دیا جاتا تو وہ زیادہ مستحسن تھا۔ رہا فوجوں کی واپسی کا مطالبہ تو ایسا مطالبہ وہ ملک کیسے کر سکتا ہے جس نے خود اپنی فوج خلیج میں بھیج رکھی ہو پہلے وہ اپنی فوج واپس لائے پھر یہ مطالبہ کرے۔ آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس کا اجلاس ایسی صورت میں کیسے سود مند ہو سکتا ہے جب پاکستان سمیت اکثر مسلم ممالک اپنی فوجیں سعودی عرب بھیج کر جنگ میں ایک فریق بن چکے ہیں۔ اب باقی رہ جاتا ہے چوتھا نکتہ یعنی امہ امن کمیٹی کا قیام۔ اس کمیٹی کا قیام اس وقت زیادہ فائدہ بخش ہوتا جب جنگ شروع نہیں ہوئی تھی۔ ۱۵ جنوری کی ڈیڈ لائن گزرنے والی تھی اور جنگ کے بادل سر پر منڈلا رہے تھے۔ یاد رہے کہ عراق ایران جنگ کے شروع ہونے کے بعد بھی ایک امہ امن کمیٹی کا قیام عمل میں آیا تھا مگر وہ جنگ بند کرانے میں ناکام رہی تھی۔ ایسا ہی اب ہو گا۔ بات سیدھی سی ہے۔ یہ جنگ امریکہ نے شروع کی ہے اور وہی اسے بند کر سکتا ہے لہٰذا تمام اسلامی ممالک کو اگر وہ جنگ بند کرانے میں مخلص ہیں مل کر امریکہ پر زور ڈالنا چاہئے کہ وہ اس تباہ کن جنگ کو بند کر دے۔

جنگ رکوانے میں ثالثی کا کردار وہی ملک ادا کر سکتا ہے جس کا کسی طرف جھکاؤ نہ ہو۔ مگر یہاں تو حالت یہ ہے کہ جنگ کے دوسرے ہی دن پاکستان کی فضائیہ کا چیف یہ بیان دیتا ہے کہ خلیج کی جنگ سے پتہ چلتا ہے کہ موجودہ جنگ میں فضائیہ کا کردار کتنا اہم ہے۔ ان کے بیان سے یہ گمان ہوتا تھا کہ گویا اتحادیوں نے اپنی فضائیہ کی مدد سے جنگ جیت لی اور عراق ہار گیا۔

وزیر اعظم پاکستان اپنے ہمراہ جس وزیر خارجہ کو امن مشن پر لے کر گئے تھے۔ اس نے بڑے فیصلہ کن انداز میں کہا تھا کہ عراق کی جارحیت کے خلاف ہم نے اصولی بنیادوں پر تمام فیصلے کئے ہیں۔ صاحب زادہ یعقوب عالمی امور کا زیادہ علم رکھتے ہیں۔ انہیں یقیناً معلوم ہو گا کہ ۱۹۶۱ء میں جب برطانیہ نے کویت کو مکمل آزادی دی تھی تو اسی وقت عراق نے برطانیہ سے احتجاج کیا تھا کہ برطانیہ کو کویت ہمارے حوالے کرنا چاہئے نہ کہ اسے علیحدہ ملک قرار دے کیونکہ یہ علاقہ ہمیشہ ہمارا حصہ رہا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کشمیر پاکستان کا حصہ ہے اور پاکستان کو ملنا چاہئے۔

غرض کہ میاں نواز شریف کے امن مشن کو نہ کامیاب کہا جا سکتا ہے اور نہ امن کے لئے مشن مانا جا سکتا ہے اسے امریکن مشن تو کہہ سکتے ہیں کیونکہ ان کے اس دورے میں امن کی کوئی پیشرفت نہ ہو سکی اسے صرف عراق پر سے عوام کی توجہ ہٹانے کی ایک کوشش ہی کہا جا سکتا ہے مگر ان کی اس کوشش کو بھی کامیاب قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ آج بھی پاکستانی عوام کے دلوں میں صدام اور ہونٹوں پر امریکہ مردہ باد ہے۔

اللہ یار قادری

امریکی یہودی سازش طشت ازبام!

جنگی مقاصد کیا ھیں؟

دوسری جنگ عظیم کے بعد جونہی مسلمان اپنے اپنے خطوں سے سر اٹھانے لگے اور خدا کا فضل یہ ہوا کہ معدنیات و تیل کے ذخائر کی کثرت اسلامی ممالک میں تھی لیکن دشمنان اسلام شروع سے ہی ان وسائل پر نظریں جمائے بیٹھے تھے۔ دنیائے اسلام کو دو مختلف بلاکوں میں تقسیم کر کے ان کے تمام وسائل پر قبضہ جمالیا۔ اور جب کبھی کسی مسلم حاکم نے اس سازش کو پہچانتے ہوئے عالم اسلام کو متحد کرنے اور ان صیہونی طاقتوں کے راستوں میں مزاحم ہونے کی کوشش کی تو ان طاقتوں نے ان کو اپنی دہشت گرد اور جارحیت پسند تنظیموں کے ذریعے ختم کروادیا۔ جیسے شاہ فیصل مرحوم، جمال عبدالناصر، ذوالفقار علی بھٹو اور ضیاء الحق وغیرہ۔

اس دہشت گردی کے ذریعے وقتی طور پر کچھ خلا تو پیدا کیا جاسکتا ہے لیکن نفرت غیض و غضب اور بھڑک اٹھتا ہے جس سے نامور شخصیات پیدا ہوتی ہیں۔ جیسے آج اسلام کا بطل جلیل صدر صدام حسین۔ جنہوں نے ان طاغوتی طاقتوں کے ایوانوں میں زلزلہ پیدا کر دیا ہے۔

موجودہ تباہ کن جنگ کو شروع ہوئے آج (ہفتہ ۲۶ جنوری) ۱۰ دن گزر چکے ہیں جس میں یہود و نصاریٰ کے علاوہ مسلم حکمران بھی امریکی ایجنٹوں اور کاسہ لیسی کا کردار ادا کر رہے ہیں ہم اس سازش کو طشت از بام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ اس جنگ کا مقصد کویت کی آزادی اور امیر کویت کی بحالی ہرگز نہیں۔ بلکہ اگر اس کے پیچھے عمیق نظر سے دیکھا جائے تو کچھ اور ہی مقاصد کارفرما دکھائی دیتے ہیں مختصر ترین الفاظ میں ان کا تعین یوں کیا جاسکتا ہے۔

(الف) اسرائیل کو مشرق وسطیٰ کا چودھری بنانا جس کے ذریعے پورے ایشیا کو بالعموم مرکز اسلام وسط ایشیا کو بالخصوص امریکی و برطانوی کنٹرول میں رکھنا۔

(ب) اسلامی تیل و معدنیات پر مکمل قبضہ رکھنا۔

(ج) ان مقاصد کو پورا کرنے کے لئے دنیائے اسلام کو دفاعی میدان میں کمزور کئے رکھنا۔

مذکورہ بالا امور کی تفصیل یہ ہے۔

(الف) پہلا مقصد اسرائیل کو طاقتور بنانا ہے اس لئے جو چیز بھی اس کی راہ میں رکاوٹ بنے گی اس کا ہٹانا لازم ہوگا۔ چنانچہ شاہ فیصل مرحوم نے عالم اسلام کو متحد کرنے کی اپنی سی کوشش کی تو ان کو راستے سے ہٹا دیا گیا۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ شاہ فیصل کا بھتیجہ

> عربوں کی تن آسانی اور
> عیش پرستی کی وجہ سے
> تیل کا پورا کاروبار یورپی
> اقوام کے ہاتھ میں ہے۔

(قاتل) چند ہی دن پہلے امریکہ سے آیا تھا جہاں اس کی عیاشی اور عیش و عشرت کے تمام سامان موجود تھے اس کے بعد ۱۹۷۹ء میں صدر صدام حسین نے عالم عرب سے اسرائیل کے خلاف متحد ہونے کی اپیل کی تو اس کے ساتھ دورخی ڈرامہ کھیلا گیا یا یوں کہئے کہ ایک تیر سے دو شکار کھیلے گئے۔ ایک ایران عراق جنگ جس سے امریکی و اسرائیلی مفادات کے خلاف ابھرتے ہوئے جذبات اور قوت کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی۔ دوسری طرف جب یہ خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں عراق اسلحہ نہ جمع کرلے۔ تو بڑی چالاکی سے اس کے اسلحہ کی تنصیبات پر حملہ کروادیا۔ جب یہ جنگ ختم ہوگئی تو اسرائیل کے ناسور وجود کو شدید خطرات لاحق ہوگئے۔ چنانچہ ۱۹۸۹ء کا پورا سال مغربی پریس اور میڈیا میں ایک طوفان بدتمیزی برپا کردیا گیا کہ عراق ایٹم بم بنا رہا ہے، کیمیائی اسلحہ بنا رہا ہے، طاقت حاصل کر رہا ہے اس پر بڑے بڑے مضامین لکھے گئے۔ فلمیں بنا کر لوگوں کو بے وقوف بنانے کی سعی لاحاصل کی گئی۔ بالآخر جب دنیا پر

یہ پروپیگنڈہ زیادہ موثر ثابت نہ ہوا اور عراق کو بدستور راستے سے ہٹایا نہ جاسکا تو امریکہ اور اسرائیل نے اپنی دہشت گرد تنظیموں سی آئی اے اور موساد کے ذریعے صدام حسین پر قاتلانہ حملے شروع کروادیے۔ چنانچہ ان پر اب تک اکتیس قاتلانہ حملے ہو چکے ہیں۔ اسرائیل نے حال ہی میں ایک کمانڈو ایکشن ترتیب دیا ہے۔

صدام حسین کو راستے سے ہٹانے کے لئے ایک اور حربہ یہ استعمال کیا گیا کہ عراق کے پڑوسی ممالک جن میں بادشاہت ہے اور بادشاہت میں چونکہ عوام کی آزادی رائے کو سلب کرلیا جاتا ہے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے امریکہ نے امیروں اور شیخوں کو جو پہلے ہی مغرب کے مقلد ہیں یہ باور کرایا کہ صدام حسین تمہارے لئے اور تمہاری بادشاہت کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے لہٰذا اس کو مل کر راستے سے ہٹانا ضروری ہے اور عراقی قوت کو ختم کر دینا نہایت ضروری ہے، امریکی کالم نگار چارلی ایلس کی یہ رپورٹ اس کا کھلا ثبوت ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ امریکن سی آئی اے نے ۱۹۸۹ء میں صدر صدام حسین کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا اور اس منصوبے پر ستمبر ۱۹۹۰ء کے پہلے ہفتے کو عمل کیا جانا تھا۔ اگر صدر صدام حسین دو اگست ۱۹۹۰ کو کویت پر قبضہ نہ کرتے تو اس پر عمل درآمد کیا جاچکا ہوتا۔ رپورٹ کی مزید تفصیلات بتاتے ہوئے وہ لکھتے ہیں نومبر ۱۹۸۹ء میں سی آئی اے کے ڈائرکٹر ویلیم ویٹر اور کویتی امیر کے حفاظتی دستے کے سربراہ بریگیڈیئر احمد البغیر نے مل کر عراق میں بغاوت کرانے اور صدر صدام حسین کا تختہ الٹنے کی سازش تیار کی تھی۔ جس پر عمل درآمد کروانے میں ابھی کچھ وقت باقی تھا کہ عراق نے کویت پر قبضہ کرلیا اور یوں یہ تدبیر الٹی ہوگئی۔ (روزنامہ پاکستان ۲۵/ جنوری ۱۹۹۱ء)

کویت پر عراقی قبضہ کے فوراً بعد صدر بش نے سی آئی اے کی دہشت گرد تنظیم کو جو پہلا حکم جاری کیا تھا وہ یہی تھا کہ صدر صدام حسین کو قتل کر دیا جائے۔ پھر جنگ شروع کرنے کے ساتھ ہی صدام حسین کو قتل

کرنے کا تاکیدی حکم جاری کیا گیا پہلی بمباری بغداد پر صدر صدام حسین کو قتل کرنے ہی کی نیت سے کی گئی۔

اس طرح بقول جنرل ذاکر علی زیدی اکتیس مرتبہ صدر صدام حسین پر قاتلانہ حملے کیے گئے مگر ع

جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے

جب صدر صدام حسین کو ان گہری سازشوں کے ذریعے راستے سے ہٹانے میں بری طرح ناکام ہو گئے اور خفیہ تنظیموں سے کوئی کام انجام نہ دلوا سکے تو اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ براہ راست عراق کے خلاف جارحیت کا کوئی بہانہ بنایا جائے۔ اس جنگ کے پس منظر میں چند سرخیاں ملاحظہ ہوں۔

"سی آئی اے کو صدام حسین کے خلاف پروپیگنڈہ مہم چلانے کا حکم دے دیا گیا امریکی فوج بھی عراقیوں کا حوصلہ پست کرنے کی مہم چلائے گی۔"

(نیویارک ٹائمز)

"ہمارا مقصد عراقی قوت ختم کرنا ہے جس میں مہینے لگ سکتے ہیں۔ عراقی قوت کو کبھی کم نہیں سمجھا اس نے پچاس ارب ڈالر کا اسلحہ خرید رکھا ہے۔ اس کے پاس کافی میزائل ہیں۔"

(امریکی وزیر دفاع)

"ہمیں علم ہے کہ جنگ کب اور کس مرحلے پر ختم ہوگی جنگ کا صرف وسطی مرحلہ مشکل ہے بعد میں سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

(اسرائیلی وزیر دفاع کا انٹرویو)

مذکورہ اسرائیلی وزیر مزید وضاحت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اسرائیل اچھی طرح جانتا ہے یہ جنگ دراصل کہاں سے، کیسے، کب اور کیونکر شروع ہوئی۔ مزید یہ کہ کب کیسے اور کہاں جاکر کس مرحلہ پر یہ جنگ ختم ہوگی اور اس جنگ کے نتائج کیا ہوں گے اس پر اقوام متحدہ کے ایک مبصر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اسرائیلی وزیر کا یہ بیان بے حد معنی خیز ہے اور یہ تاثر قائم ہوتا ہے کہ جنگ کویت کی خاطر نہیں بلکہ چند دیگر مقاصد کے لئے لڑی جا رہی ہے جو دنیا کی نظروں سے اوجھل ہیں۔

جنگ شروع کرنے کے بعد صدر بش نے جو صدارتی بیان جاری کیا اس میں یہ کہا گیا تھا کہ ہمارا مقصد عراق کی دفاعی ایٹمی اور کیمیائی طاقت کو تباہ و برباد کرنا ہے۔ نیویارک ٹائمز نے چار اگست ۱۹۹۰ء کی اشاعت میں یہ خبر شائع کی۔ امریکہ نے سعودی عرب افواج بھیجنے کا فیصلہ عراق کے کویت پر قبضہ کرنے سے بہت پہلے کر لیا تھا۔

شاہی خاندان کی کویتی خاتون نے بتایا کہ امیر کویت کے ساتھ امریکہ کا ایک معاہدہ ہوا ہے جس کے مطابق امریکی افواج نوے سال تک خلیج میں رہیں گی۔

اتحادیوں کی جانب سے اس جنگ کو دیئے گئے نام (ڈیزرٹ اسٹورم آپریشن) پر غور کیا جائے تو اس میں کہیں کویت کی آزادی کا ذکر نہیں ہے جس سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ اس جنگ کا مقصد کویت کی آزادی ہرگز ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کے پیچھے ایک پس منظر ہے ان بیانات اور کھلی شہادتوں کے بعد بھی اگر کوئی نادان یہ تصور کرے کہ یہ جنگ دو مسلمان ممالک کے درمیان ہے یا یہ عرب کے درمیان ہے؟ یا یہ کہ جنگ صرف کویت کو آزاد کرانے کے لئے ہے تو وہ احمقوں کی جنت میں رہتا ہے۔ بلکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ یہ جنگ خلیج میں ابھرتی ہوئی اسلامی طاقتوں کو ختم کرنے، مسئلہ فلسطین کو مکمل طور پر مسلمانوں کے ذہن سے محو کرنے، اسرائیل کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے خلیج کے ممالک میں امریکی افواج کے لئے اڈے تلاش کرنے جس سے تمام ایشیا پر کنٹرول رکھا جانے کے لئے ہے۔ پھر اس سے پاکستان کتنے خطرے میں پڑ جاتا ہے!

حال ہی میں بی بی سی نے اپنے ایک خبر کے حوالے سے یہ بات بتلائی شاہی خاندان کی کویتی خاتون نے بتایا امیر کویت کے ساتھ امریکہ کا ایک معاہدہ ہوا ہے جس کے مطابق امریکی افواج نوے سال تک خلیج میں رہیں گی۔

ایک طرف مسلمانوں کے ساتھ یہ سلوک ہے تو دوسری طرف اسرائیل کے لئے اسلحہ اور گولہ بارود کے منہ کھول دیئے گئے ہیں۔ پہلے سعودی عرب کو اسلحہ دینے کا بہانہ بنا کر امریکہ نے اسرائیل کو خوب اسلحہ فراہم کیا ابھی حال ہی میں اسرائیل نے پندرہ بلین ڈالرز کی مزید امداد امریکہ سے طلب کی ہے۔ جس کے مطابق دس بلین ڈالرز صرف روس سے آنے والے یہودیوں کو فلسطین میں آباد کرنے کے لئے استعمال کئے جائیں گے۔ اور بقیہ پانچ بلین کا اسلحہ و بارود خریدا جائے گا اور دیگر اسلام دشمن طاقتیں جو امداد دے رہی ہیں وہ اس پر مستزاد ہیں۔ امریکی جناب وزیر خارجہ لارنس ایگل مکمل طور پر اسرائیل میں قیام پذیر ہیں۔ ادھر صدر بش کہہ رہے ہیں کہ بیٹا اگر تم نے ایک پتھر بھی پھینک دیا تو پچاس سالہ محنت رائیگاں جائے گی۔ ہم آپ ہی کا تو انتقام لے رہے ہیں۔

(ب) مشرق وسطی کے تیل اور دیگر وسائل پر کنٹرول:-

دنیا بھر میں جتنا تیل پایا جاتا ہے اس کا ساٹھ فیصد مشرق وسطی کے اسلامی ممالک عراق، ایران، سعودی عرب اور کویت وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ جو خلیج فارس سے لے کر شمال میں "کیسپین جھیل" تک پھیلا ہوا ہے۔ مشرق وسطی کا تیل مغربی یورپ کے لئے شہ رگ کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ مغربی یورپ میں تیل کے ذخائر نہ ہونے کے برابر ہیں۔ عربوں کی بدمستی عیش پرستی اور تن آسانی کی وجہ سے تیل کا پورا کاروبار یورپی اقوام کے ہاتھوں میں ہے۔ دنیا بھر میں بارہ بین الاقوامی تیل کی کمپنیاں ہیں جن میں سے مشرق وسطی میں واقع چھ کمپنیاں امریکن ہیں۔ مشرق وسطی کے تیل برآمد کرنے والے ممالک میں سے کویت کو مرکزیت حاصل ہے۔ اس کا رقبہ ۶۹۰۰ مربع میل ہے جبکہ تیل متحدہ امریکہ سے دو گنا زائد ہے۔ کویت کے یہ تمام تیل کے کنوؤں سے سالانہ چھ سو ملین ڈالرز رائلٹی صرف حکومت کو ملتی ہے اس سے امریکہ کتنا منافع کماتا ہے اس کا کوئی اندازہ نہیں۔

یہ ہے اسلامی ممالک کی وہ دولت جس کے لئے صدر بش نے پوری دنیا کو جنگ کی آگ میں جھونک دیا وہ ایسا کیوں نہ کرے جب کہ ایران سے تعلقات ٹھیک نہیں، عراق برابر بیٹھ کر بات کرنے کو کہتا ہے باقی رہ تو سعودی عرب اور کویت ہی گئے تھے جو کسی بھی وقت ہاتھ سے نکل سکتے تھے۔ لہٰذا دونوں کو عراق کا ہوا دکھایا گیا کہ دیکھو اگر عراق قوت پکڑ گیا تو بادشاہت رہے گی نہ تیل بچے گا لہٰذا ہمیں آنے کی اجازت دو تاکہ تمہاری حفاظت کا فریضہ انجام دے سکیں۔ اس لئے صدر صدام حسین کے قتل کی سازش ہوئی اور کویت میں فوجیں اتارنے کا منصوبہ جس کی تصدیق نیویارک ٹائمز نے اپنی چار اگست ۱۹۹۰ء کی اشاعت میں کر دی کہ امریکی فوجیں بہت پہلے سے تیار تھیں۔ لیکن صدام حسین نے سب تدبیریں الٹی کر دکھائیں صدر بش کو کویت پر جب عراق قبضے کی اطلاع ملی تو سر پیٹ کر رہ گئے اور پھر یہ بیان دیا کہ اگر عرب تیل پر عراق کا قبضہ تسلیم کر لیا جائے تو پورا یورپ بحران کا شکار ہو جائے

گا۔ صدر بش کی شکست سے لے کر ابھی تک نقطہ بیانیاں بھی ان کے بیمار ذہن کی عکاسی کرتی ہیں۔ مثلاً فوجیں بھیجنے کے لئے امریکی صدر نے کہا کہ سعودی عرب پر متوقع حملے سے حفاظت کے لئے فوجیں بھیجی جا رہی ہیں۔ ادھر شاہ فہد اور سعودی وزیر خارجہ نے کہا عراق پر حملہ کرنے کے لئے ہم اپنی مقدس سرزمین استعمال کرنے کی اجازت ہرگز نہیں دیں گے اور جب تک عراق سعودی عرب پر حملہ نہیں کرتا اس پر حملہ نہیں کیا جائے گا۔ روزنامہ جنگ نے اس پر پرجوش انداز میں اداریہ بھی لکھ ڈالا۔ لیکن جب پورا معاملہ ہی امریکہ کو سونپ دیا گیا یا اس نے چھین لیا تو پھر شاہ فہد کو کون پوچھتا ہے چنانچہ سعودی فرمانروا ایک طرف یہ اعلان کرتے ہیں کہ خلیج کا مسئلہ حل ہوتے ہی غیر ملکی افواج واپس چلی جائیں گی۔ جب کہ ادھر منہ چڑاتے ہوئے امریکی وزیر خارجہ جیمس بیکر کانگریس کی وزارت خارجہ سے متعلقہ امور کی کمیٹی کے سامنے یہ بیان دیتے ہیں کہ اگر عراق کویت سے واپس چلا بھی جائے تو بھی امریکی افواج بدستور خلیج میں مقیم رہیں گی۔ (تاکہ تیل کی حفاظت کی جا سکے) یہی وجہ ہے کہ امریکہ نے تمام امن کوششوں کو مسترد کر دیا اور گفت و شنید کے تمام دروازے بند کر دیے۔

(ج) دنیائے اسلام کو دفاعی میدان میں پیچھے رکھنا:۔

اسرائیل کو تحفظ دینے کے لئے ضروری ہے کہ عالم اسلام کو دفاعی میدان میں بہت پیچھے رکھا جائے تاکہ اسرائیل کے لئے کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔ اس لئے ایران عراق جنگ کے دوران اسرائیل سے عراقی تنصیبات کو نشانہ بنوایا گیا لیکن پھر بھی تسلی نہ ہوئی تو عراق کے ایٹم بم کا شوشہ برپا کر دیا گیا تاکہ اسے نقصان پہنچانے کا کوئی راستہ تلاش کیا جائے۔ یہ بات صرف یہیں پر ختم نہیں ہو گی بلکہ اگر (خاکم بدہن) عراق کو نقصان پہنچانے میں امریکہ کامیاب ہو جاتا ہے جس کی امید نہیں ہے تو اگلا ہدف پاکستان ہو گا یاد کیجئے کہ پاکستان کے ایٹمی پلانٹ پر بہت شور برپا ہو چکا ہے اور اسی وجہ سے امداد ابھی تک بند ہے اطمینان کے لئے ذیل کی سرخی دیکھئے۔

"پاکستان میں تین یہودی ایجنٹ داخل ہو گئے ہیں جن کا مقصد پاکستان کے مایہ ناز سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو اغوا کرنا اور کہوٹہ پلانٹ کو نقصان پہنچانا ہے۔" (روزنامہ جنگ)

سن ۱۹۷۶ء میں امریکہ نے پاکستانی پلانٹ تباہ کرنے کے لئے کلائڈو کیشن منصوبہ ترتیب دیا اور اس طرح کے تین اور ترکیب کار اور منصوبے بنائے گئے کہ دنیا کے کئی ممالک ایٹمی قوتیں بن چکے ہیں لیکن مسلمانوں کے کسی ملک کو اجازت نہیں۔ ایسی صورت میں پاکستان کو عراق کی مدد کے لئے نہیں تو کم از کم اپنی بقا کے لئے امریکن نواز پالیسی پر نظر ثانی کرنی چاہئے۔

امریکہ کی بدنیتی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ وہ عراق کے حصے بخرے کرنے کے لئے پہلے سے ہی منصوبہ بنا رہا ہے ایران کو اس کے سرحدی علاقوں سے ملحقہ عراقی علاقوں پر قبضہ کرنے کی اس شرط پر پیشکش کی گئی کہ وہ عراق سے صلح نہ کرے یا کم از کم اس کی رسد کا راستہ نہ کھولے مگر ایران نے مسترد کر

> **بیکر، طارق عزیز کو خط دینے لگے تو انہوں نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ طرز تحریر گستاخانہ ہے!**

دیا لیکن جب ترکی کو اربوں ڈالر امداد اور اس کی سرحد سے ملحقہ عراقی علاقے دینے کی پیشکش کی تو اس نے فوراً قبول کر لیا اور امریکی اڈے کھلوا کر خود فریق جنگ بن گیا اور عراق کے لئے ایک نیا محاذ کھول دیا۔ ترکی پر تعجب نہیں ہونا چاہئے کیونکہ جنگ عظیم اول کے بعد ہندوستان کے مسلمان خلافت عثمانیہ کو بچانے کی تحریک چلا رہے تھے شہید ہو رہے تھے دولت لٹا رہے تھے لیکن ۱۹۲۴ء میں ترکی کو لادینی ریاست بنا کر مسلمانوں کی تمناؤں پر پانی پھیر دیا۔ غالباً یہی صدمہ تحریک خلافت کے روح رواں علامہ محمد علی جوہر کے لئے جان لیوا ثابت ہوا۔

جارح کون اور جنگ کی ذمہ داری کس پر؟

مذکورہ بالا تفصیل پڑھنے کے بعد تو کسی کو شک نہیں رہنا چاہئے کہ امریکہ کیا چاہتا ہے اور جنگ سے اس کے کیا مفادات وابستہ ہیں ظاہر ہے کہ جس کے مفادات وابستہ ہوں گے وہی تو جنگ شروع کرے گا اور وہی اس کا ذمہ دار بھی ہو گا۔ یہ مفادات کیا ہیں وہی جو اسرائیل کے ہیں۔ امریکی نائب وزیر خارجہ لارنس ایگل برگر کا یہ بیان ملاحظہ ہو۔

"امریکہ اور اسرائیل کے مفاد مشترکہ ہیں" تمام پہلوؤں کو مد نظر رکھتے ہوئے چند حقائق کو پیش کیا جاتا ہے انصاف قارئین خود کریں گے۔

دو شکست کو عراق نے کویت پر مکمل قبضہ کر کے امریکہ اور دوسرے بین الاقوامی دہشت گردوں کے سرغنوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ اسی اثنا میں اسلامی کانفرنس کے وزرائے خارجہ کا اجلاس ہوا تھا جس نے اس قبضہ کی مذمت کی اور عرب لیگ نے بھی مذمت کی جس کی وجہ سے عراق نے ایک حکومت بنا کر واپس آنے کا اعلان کر دیا۔ مصدقہ اطلاعات کے مطابق کچھ فوجی واپس چلے بھی گئے تھے۔ جنگ شروع ہونے کے بعد اردنی وزیر کا ایک بیان اخبارات کی زینت بنا جس میں کہا گیا تھا کہ ہم نے صدام حسین سے کویت خالی کرنے کا وعدہ لے لیا تھا۔ جب فوجیں واپس ہو جاتیں تو باقی معاملات گفت و شنید کے ذریعے حل کئے جا سکتے تھے۔ لیکن پیچھے سے امریکہ کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ یہ معاملہ تو میری رضا کے بغیر ہی حل ہوا چاہتا ہے لہٰذا اس مسئلے کو اچھالنے کے لئے امریکی افواج جدید اسلحہ و سامان اور اسلحہ بارود کے ساتھ خلیج میں آ گئیں۔ ان حالات میں عراق کے پاس دو ہی راستے تھے ایک یہ کہ امریکی تسلط کو قبول کر کے ایک طفیلی ریاست بن جائے یا پھر عزت و وقار کے ساتھ آزاد خود دار قوم کی حیثیت سے امریکی تسلط کو چیلنج کرے لہٰذا اس نے وہی کیا جو اس کی عزت و وقار کا تقاضا تھا اس کے بعد ہی اس نے کویت کو ضم کیا اور اپنا انیسواں صوبہ قرار دیا اور جوں جوں امریکی فوج اور اسلحہ کی ترسیل بڑھتی رہی ویسے ہی عراق نے اپنی پوزیشن مضبوط کرنا شروع کر دی۔

ایسی صورت میں اسلامی کانفرنس گھر جا کر بیٹھ گئی۔ عرب لیگ کوئی اہم کردار ادا کرنے سے قاصر رہی اور صرف امریکی امداد کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئی اور یوں تمام معاملہ اقوام متحدہ کے حوالے کر دیا گیا جس کو اقوام متحدہ امریکہ کہنا زیادہ مناسب ہو گا۔ اب مسئلہ چونکہ عراق اور امریکہ کے درمیان معلق ہو گیا۔ عراق کے سامنے چونکہ کوئی مسلم یا عرب ملک نہ تھا بلکہ غاصب فلسطین امریکہ تھا۔ لہٰذا جب امریکہ نے کویت خالی کرنے کا مطالبہ کیا تو عراق نے فلسطین اور قبلہ اول کو آزاد کرنے کا مطالبہ کر دیا۔ یہ مطالبہ بالکل درست حق بجانب اور حقیقت پسندانہ تھا اسی وجہ سے جب چور کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں چنانچہ اس نے بھاگم بھاگ اقوام متحدہ سے من پسند قرار دادیں منظور کروائیں۔ اور بالآخر پندرہ جنوری کی ڈیڈ لائن مقرر کی گئی۔ ان قرار دادوں کے لئے اقوام عالم کا یہ جواز انتہائی مقدس تھا کہ اگر عراق کے خلاف منظور کردہ قرار دادوں کے مطابق جنگ نہ کی جاتی تو یہ تقدس پامال ہو جاتا جس کا

امریکہ کی بدنیتی کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ وہ عراق کے حصے بخرے کرنے کے لئے پہلے سے ہی منصوبے بنا رہا ہے۔

وقوع ہمارے وزیر خارجہ نے بھی کیا۔ لیکن جناب سوال یہ ہے کہ جس چارٹر کا منہ پہلے ہی سیاہ ہو چکا ہو وہ صرف عراق کو تباہ کرنے سے کیسے سفید ہو جائے گا۔ مثلاً فلسطین پر اسرائیل نے امریکی مدد سے غاصبانہ قبضہ کیا اقوام متحدہ کی منظور کردہ قرار دادیں موجود ہیں۔ اسرائیل کا لبنان پر قبضہ اور مسلمانوں کا قتل عام کشمیر پر بھارت کا جارحانہ قبضہ اور مسلمانوں کا قتل بے دریغ، افغانستان پر روسی ریچھ کی یلغار اور بے پناہ معصوم جانوں کا اتلاف فاک لینڈ پر برطانیہ کا حملہ، امریکہ کا گرینا ڈا پر حملہ امریکہ کا پنامہ جیسے آزاد خودمختار ملک پر قبضہ ہزاروں افراد کا قتل عام اور اس آزاد ملک کے سربراہ جنرل نوریگا کو اپنے عقوبت خانوں میں لے جاکر قتل کرنا۔ ۱۹۶۵ء میں بھارت کا پاکستان پر بلا اشتعال جارحانہ حملہ ۱۹۷۱ء میں بھارت نے پاکستان کا بازو کاٹا، اسرائیل نے امریکہ کے ساتھ مل کر مصر پر حملہ کیا۔ عراقی تنصیبات پر امریکہ، کے ایما پر اشتعال انگیز حملے، ۱۹۸۶ء میں معمر قذافی کو قتل کرنے کی نیت سے امریکہ کا لیبیا پر حملہ اسرائیل کا بیت المقدس پر قبضہ اور فلسطینیوں کو ان کی اپنی ہی زمین پر کیمپوں میں رکھنا۔

کیا یہ تمام معاملات اقوام متحدہ کے اس چارٹر کے مطابق ہیں کیا ان کی وجہ سے اس چارٹر کے تقدس کی کوئی پامالی نہیں ہوئی؟ کوئی قدغن نہیں لگی، کوئی توہین نہیں ہوئی لیکن افسوس کہ ان تمام معاملات پر منظور کردہ قرار دادوں کو جوتے کی ٹھوکر مار دی گئی۔ جب عراق یہ کہتا ہے کہ اس تقدس کو برقرار رکھنے کے لئے تمام قرار دادوں پر عمل کیا جائے تاکہ اس عالمی ادارے کا وقار بحال ہو لیکن امریکی اور اس کے حواریوں کو یہ بات پسند نہیں کیونکہ پھر بڑے بڑے سومنات گریں گے۔

ڈیڈ لائن مقرر ہونے کے بعد مذاکرات پر زور دیا جانے لگا تو امریکہ نے پہلے تو تاریخ کے بارے میں اپنا تسلط قائم کرنے کی کوشش کی جو ناکام ہوئی اگر مذاکرات کے لئے تاریخ ۹ جنوری مقرر کر ہی لی گئی تھی تو صدر بش اور جیمس بیکر نے پہلے ہی یہ شور مچانا شروع کر دیا کہ مذاکرات نہیں ہوں گے۔ بلکہ صرف عراق کو پیغام دیا جائے گا کہ وہ کویت کو خالی کر دے اور صدر بش کا خط دیا جائے گا جب بات چیت کا ارادہ ہی نہ ہو تو کامیابی کی توقع چہ معنی دارد۔

جیمس بیکر جب طارق عزیز کو خط دینے لگے تو انہوں نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ طرز تحریر گستاخانہ ہے۔ پھر عراق نے ڈیڈ لائن کی تاریخ بڑھانے کی درخواست کی تاکہ پر امن حل تلاش کرنے کے لئے کچھ اور وقت مل سکے تو وہ بھی رد کر دی گئی جنگ کے بعد کئی ممالک نے حملوں میں وقفہ کرنے کی اپیل کی تو بھی امریکہ یہی راگنی الاپتا رہا کہ ہم نہ مانیں گے چنانچہ یہ بات بالکل واضح اور روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ پوری جارحانہ کارروائی امریکہ کی مرہون منت ہے اور اس جنگ کا ذمہ دار صرف اور صرف امریکہ ہی ہے۔

وزارت خارجہ کی خدمت میں:۔

جب وقت گزر گیا اور عوامی دباؤ بڑھ گیا حکومت اور عوام کے درمیان خلیج وسیع ہوگئی تو ہماری حکومت کو بھی خیال آیا کہ عوام کو بھی اپنی پالیسی کے بارے میں آگاہ کرنا چاہئے تھا چنانچہ وزیر خارجہ کا انٹرویو شائع کیا گیا پھر خود وزیر اعظم کی تقریر نشر کی گئی اور پھر خود ساختہ امن مشن لے کر چند ممالک کے دورے پر تشریف لے گئے۔ جب حکومت چاہتی ہے کہ عوام کی غلط فہمیاں دور ہو جائیں تو ہم بھی چند گزارشات وزارت خارجہ کی خدمت میں پیش کرنے کی جسارت کر رہے ہیں۔ ممکن ہے یہ غلط فہمیاں دور ہو جائیں۔

سوالات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ ۸۰ء کے عشرے میں عالم اسلام نے پاکستان کو اقوام متحدہ میں اپنا نمائندہ مقرر کر کے عظیم اعزاز عطا کیا تھا تو کیا یہ اعزاز اب بھی باقی ہے یا جاتا رہا۔

۲۔ کویت کے اس پورے مسئلے میں مسلمانوں کی عالمی تنظیم اسلامی کانفرنس کا کردار کیا رہا ہے؟ کتنے اجلاس بلائے گئے پاکستان نے اس میں کیا کردار ادا کیا؟ کیونکہ ترکی اور پاکستان نے جب جنگ سے چند دن پہلے کانفرنس کا اجلاس بلانے کی درخواست کی تو یہ خبر شائع ہوئی کہ اگر یہ اجلاس ہو گیا تو امریکی موقف میں کمزوری واقع ہو جائے گی۔

۳۔ ڈاکٹر محبوب الحق نے اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے چار نکاتی فارمولا پیش کیا۔

۱۔ جنگ بند کی جائے۔ ۲۔ عراقی اور غیر ملکی افواج واپس نکل جائے۔ ۳۔ کویت میں اسلامی ممالک اور اقوام متحدہ کی مشترکہ فوج متعین کی جائے۔ ۴۔ کشمیر اور فلسطین کا مسئلہ حل کیا جائے۔ وزیر اعظم ان میں سے کتنے نکات لے کر امن مشن پر تشریف لے گئے ہیں۔

۵۔ جب اسلامی کانفرنس ایک اہم کردار ادا کر سکتی تھی تو اجلاس نہیں بلایا گیا اور اب جبکہ اس کا کردار ختم ہو چکا ہے یعنی دو حصوں میں تقسیم ہو چکی ہے تو کس مقصد کے لئے اجلاس بلایا جا رہا ہے۔

۶۔ اگر آپ کی کوششوں سے امریکہ نے جنگ بند نہ کی تو آپ کا ردعمل کیا ہوگا۔ کیونکہ جنگ امریکہ نے شروع کی ہے بند بھی وہی کر سکتا ہے لیکن وہ اس سے انکار کر چکا ہے۔

۷۔ آپ نے اپنے اتحادی ملک ترکی کو [illegible] خلاف ایک نیا محاذ کھولنے سے منع کرنے کے لئے کتنی کوشش کی تاکہ جنگ مزید نہ پھیلتی اور دائرہ کار [illegible] تک وسیع نہ ہو جائے۔

چین پاکستان کا گہرا دوست ہے وہ جنگ کے مخالف ہے اور آپ بھی اپنے بقول جنگ کے مخالف ہیں تو کیا آپ نے چین سے کوئی درخواست کی کہ وہ ڈیڈ لائن کا وقت مقرر کرتے وقت اپنا ویٹو کا حق استعمال کر دیتا تاکہ پر امن حل تلاش کرنے کے لئے مزید وقت مل سکتا۔

○

خلیج میں ابرہہ کے ہاتھیوں اور
اللہ کے لشکر ابابیلوں میں مقابلہ جاری ہے

ابو یاسر اظہر فاروقی

خلیج میں عراق پر امریکی حملے کے ساتھ ہی پوری دنیا امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف سراپا احتجاج بن چکی ہے۔ جنگ کی خبر سنتے ہی صبح سویرے لوگ اپنے اپنے گھروں سے باہر نکل آئے ہر طرف لوگوں کا ہجوم اور ٹولیاں اکٹھی ہونی شروع ہو گئیں کئی جذباتی مناظر بھی دیکھنے میں آئے۔ بعض لوگوں کی آنکھیں پرنم تھیں اور بعض جوش اور ولولے کے ساتھ عالم اسلام کی بقا صدر صدام حسین کی درازی عمر اور کامیابی کے لئے دعائیں کرتے اور نعرے بلند کرتے نظر آئے۔ جن میں زیادہ تر وہ لوگ بھی شامل تھے۔ جو آئی جے آئی کے فعال کارکن ہیں مگر اس موقع پر پاکستانی حکومت کی خارجہ پالیسی پر کھلی تنقید اور حکمرانوں کو لعن طعن کرتے سنا گیا۔ گوجرانوالہ میں جنگ کی خبر سننے کے ساتھ کلی طور پر ہڑتال کی گئی۔ سارا دن دکانیں اور کارخانے بند رہے۔ چند ایک اکا دکا لوگ مختلف کاموں میں مصروف نظر آئے۔ مختلف سیاسی سماجی اور مذہبی تنظیموں نے جلوس نکالے اور امریکن جارحانہ کارروائیوں کی پرزور مذمت کی گئی۔ جگہ جگہ ٹائر جلائے گئے اور رکاوٹیں کھڑی کر کے ٹریفک جام کر دی گئی اور یہ عمل کئی گھنٹے جاری رہا۔ لوگ پاکستانی حکومت کی توجہ عراقی مسلمانوں اور مقدس مقامات پر برسنے والی آگ کی جانب مبذول کراتے ہوئے پاکستانی حکومت کو موردِ الزام ٹھہرا رہے تھے کہ آئی جے آئی کی اسلام دوستی کے دعویٰ کا پول بیچ چوراہے میں کھل گیا ہے۔ لوگ یہ بھی کہتے سنے گئے کہ سعودی عرب میں مقدس مقامات ہیں تو عراق میں بھی ہیں۔ لہٰذا پاکستانی حکومت عراق کا ساتھ دے اور اپنی فوج سعودی عرب سے واپس بلائے۔ جمعۃ المبارک کے موقع پر شہر کے آئمہ مساجد نے اپنے خطبوں کا عنوان عراق پر امریکہ کی طرف سے ظالمانہ کارروائی کو بنایا۔ خلیج کی جنگ کو اسلام اور کفر کی جنگ قرار دیتے ہوئے امریکہ اور اسرائیل کے خلاف اعلان جہاد کیا۔ اس سے قبل جمعیت علمائے پاکستان کے پارلیمانی لیڈر علامہ حامد سعید کاظمی نے جو گوجرانوالہ میں اپنے ایک روزہ دورے پر آئے ہوئے تھے۔ نمائندہ احوال سے غیر رسمی گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت خلیج میں ابرہہ کے ہاتھیوں اور اللہ کے لشکر ابابیلوں میں جنگ جاری ہے اسلام اور کفر کی اس جنگ میں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ابرہہ (امریکہ) کو پکارنے والے مشرک سرنگوں رہیں گے۔ انہوں نے کہا جب چور چوکیدار بن جائے تو پھر مقدس گھر کیسے محفوظ رہ سکتا ہے؟ لہٰذا امریکہ اور سعودی عرب سے خیرات مانگنے والی حکومت نے یہودیوں کی حمایت میں خلیج میں فوج بھیج کر جو جرم کیا ہے ہم عراقی مسلمانوں کی بقا اور مقدس مقامات کے تحفظ کی خاطر اس کا کفارہ اپنے خون سے ادا کریں گے۔ انہوں نے کہا لوگوں کو قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی کی سیاسی بصیرت اور قائدانہ صلاحیتوں کا اعتراف ہو چکا ہے کہ ان کا فیصلہ ماضی کی طرح آج بھی خلیج کے بارے میں درست ثابت ہوا ہے اور مولانا نورانی کے موقف کو عالم اسلام نے سراہا ہے۔ انہوں نے کہا مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ ذلت کی موت کے بجائے عزت کی موت کو آگے بڑھ کر گلے لگاتا ہے اور یہی ہمیشہ سے زندہ قوموں کا شیوہ رہا ہے۔ انہوں نے کہا عوام اب کھل کر سامنے آ گئے ہیں اور انہوں نے اغیار پر واضح کر دیا ہے کہ رضائے الٰہی اور خوشنودی مصطفیٰ کی خاطر اصولوں پہ سودے بازی نہیں ہو سکتی ہے۔ علامہ حامد سعید کاظمی نے کہا کہ جمعیت علمائے پاکستان کی طرف سے عراقی مجاہدین کی بھرتی کے لئے لگائے گئے کیمپوں میں اب تک ہزاروں افراد اپنے اپنے نام درج کرا چکے ہیں اور مجاہدین کے قافلوں کو عراق جانے میں اگر حکومت نے کوئی رکاوٹ ڈالی تو ہم جہاد کا آغاز پاکستانی حکومت کے خلاف کریں گے۔

جماعت اہلسنت پاکستان پنجاب کے جنرل سیکرٹری صاحبزادہ سید محمد عرفان مشہدی نے کہا کہ یہودیوں، نصرانیوں اور ان کے اتحادیوں سے اب جہاد ضروری ہو گیا ہے کیونکہ یہ لوگ جہاد کے منکر ہو کر دائرہ اسلام سے خارج ہیں ان کی نماز جنازہ پڑھنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا ممنوع ہے۔ انہوں نے سعودی عرب میں بیٹھ کر عراق کے خلاف جہاد کا فتویٰ دینے والے حرام خور شاہ پرست درباری مولوی ہیں جن کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ انہوں نے عراق پر امریکی حملے کو عالم اسلام کے لئے کھلا چیلنج قرار دیتے ہوئے کہا کہ صدام حسین اسلام کی آواز ملت اسلامیہ کی عزت، آبرو اور جہادی انقلابی تحریک کا نام ہے اور عالم اسلام کا بچہ بچہ صدام حسین کی آواز پر جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر جام شہادت نوش کرنے کو تیار ہے۔ صاحبزادہ عرفان مشہدی نے کہا کہ اب وقت آگیا ہے کہ عوام اپنا فیصلہ سناتے ہوئے امریکہ اور اس کے اتحادی صیہونیوں کو مسترد کر دیں۔

امیر جماعت رضائے مصطفیٰ الحاج مولانا ابو داؤد محمد صادق چشتی رضوی نے جمعۃ المبارک کے موقع پر عوام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مولانا شاہ احمد نورانی نے عراق کی حمایت میں پہل کر کے اپنی خداداد صلاحیتوں اور سیاسی بصیرت کا لوہا منوا لیا ہے انہوں نے کہا ایک طرف یہودی، نصاریٰ اور دنیا کفر متحد ہو کر عالم اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے ناپاک خواب دیکھ رہا اور دوسری جانب مسلمان حکمران خاموش تماشائی بنے نظر آ رہے ہیں تو ان حالات میں پورے عالم اسلام کی نظریں صدر صدام حسین پر لگی ہوئی ہیں اور عالم اسلام کے عظیم راہنما کی حیثیت سے ابھر کر وہ سامنے آ چکے ہیں۔ انہوں نے صدر صدام حسین کی کامیابی کی دعا کی اور کہا کہ عالم اسلام کے حوصلے بلند ہیں اور انہیں علم ہے کہ حدیث نبوی کی روشنی میں سرزمین نجد سے فتنے اٹھنے۔ زلزلے آنے تھے بھونچال اور شیطان کا سینگ طلوع ہونے کی بشارت رسول معظم صلی اللہ پوری ہو رہی ہے۔ اور وہ شیطان کا سینگ شاہ فہد کی شکل میں سرزمین نجد سے ظاہر ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا انشاء اللہ فتح حق کی ہوگی اور کفر سرنگوں رہے گا۔

جمعیت علمائے پاکستان ضلع گوجرانوالہ کے صدر

مولانا عبدالحمید اختر ہزاروی نے کہا کہ امریکہ نے عراق پر حملہ کر کے اپنا چھپا ہوا ناپاک عزائم کو ظاہر کر دیا ہے اور امریکہ چاہتا ہے کہ مسلمانوں کی فوجی اور اقتصادی قوت کو ختم کر دیا جائے۔ انہوں نے کہا جب مسلمان اسلامی تہذیب و تمدن کو چھوڑ کر مغربی تہذیب کو اپنا لیں تو پھر زوال آیا کرتے ہیں جو اس وقت یہودیوں اور عیسائیوں کی شکل میں خلیج میں نمودار ہو چکا ہے انہوں نے کہا یہ سب کچھ عرب حکمرانوں کی عیاشیوں کا ثمر ہے جس کا خمیازہ آج پورے عالم اسلام کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ مولانا حمید اختر نے کہا صدر صدام حسین جرأت کے امین اور عالم اسلام کی عزت و ناموس ہیں جنہوں نے صیہونی اور طاغوتی طاقتوں کو للکارا ہے۔ انشاء اللہ فتح عالم اسلام کی ہوگی انہوں نے کہا پاکستان حکومت نے بزدلی کا مظاہرہ کیا ہے اور پاکستان کے وزیر خارجہ نے خلیج کی موجودہ صورت حال پر بیان دے کر نہ صرف پاکستانی عوام کے جذبات کو مجروح کیا ہے بلکہ امریکہ کے وکیل صفائی کا کردار ادا کیا ہے۔

مفتی غلام فرید ہزاروی نے اپنے خطبہ جمعہ میں کہا کہ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے۔ اور ان پر بھروسہ کرنا قرآنی احکامات کے سراسر منافی ہے۔ انہوں نے کہا عالم اسلام کے اتحاد کی آج جتنی ضرورت ہے اس سے قبل نہیں تھی کیونکہ الکفر ملۃ واحدہ کے تحت اس وقت جہاں کفر متحد ہو کر مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار ہے وہاں ہر اسلامی ممالک کے حکمرانوں پر بھی ہر طرح سے یہ پابندی عائد ہوتی ہے کہ وہ بھی بیت المقدس کی آزادی اور عالم اسلام کی بقا کے لئے متحد ہو کر اپنا کردار ادا کریں۔ انہوں نے کہا عراق پر امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا حملہ ناقابل معافی جرم ہے جسے مسلم امہ معاف نہیں کر سکتی ہے۔ مفتی غلام فرید ہزاروی نے کہا جمعیت سنی گوجرانوالہ نے دارالعلوم رحمانیہ گرجاکھ گیٹ اور ضلعی تنظیم نے مختلف مقامات کے علاوہ دارالعلوم سلطانیہ رضویہ ککھڑ میں مجاہدین کی بھرتی کے لئے کیمپ قائم کر دیے ہیں اور لوگ اس میں ہزاروں کی تعداد میں اپنے نام درج کرا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا اب امریکہ، برطانیہ اور سعودی حکومت کے خلاف بھی جہاد فرض ہو گیا ہے۔ اور مسلمان اپنا فریضہ ادا کرنے کے لئے تیار ہیں۔

جمعیت علمائے پاکستان صوبہ پنجاب کے جنرل سیکریٹری سردار محمد العلادی نے گجرات سے لاہور جاتے ہوئے اپنے گوجرانوالہ میں مختصر قیام کے دوران نمائندہ احوال سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ سعودی عرب کے شاہ فہد نے اتحادی افواج کو حق کی تلوار کہہ کر عالم اسلام کو نہ صرف رسوا کیا ہے بلکہ اس کا یہ جرم اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی کھلی توہین ہے۔ انہوں نے کہا کہ سعودیوں اور یہودیوں میں اب کوئی فرق نہیں رہا ہے کیونکہ عراق میں مقدس مقامات پر اسرائیل اور انہوں کے حملے سعودی عرب سے اڑ کر یہودی کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا اب اسلام اور کفر کی جنگ واضح ہو چکی ہے اور سعودی عرب کے بارے میں جو لوگوں کی عقیدتیں تھیں شاہ فہد کے اس بیان سے وہ بھی ختم ہو چکی ہیں۔ سردار محمد خان العلادی نے کہا جمعیت علمائے پاکستان عراق کی حمایت میں سر بکف ہے اور انہیں ان کے مشن سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی ہے انہوں نے کہا مولانا شاہ احمد نورانی کی آواز پر عالم اسلام لبیک پکار اٹھا ہے اور انشاءاللہ وہ دن دور نہیں جب ہر سو اسلام کا پرچم بلند ہو گا۔ انہوں نے پاکستانی حکومت پر شدید نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا پاکستان کی حکومت اپنے ضمیر کا سودا یہودیوں سے کر چکی ہے اب اس سے خیر اور بھلائی کی کوئی امید و توقع نہیں کی جا سکتی۔ انہوں نے کہا جس حکومت کو اسلامی قدروں کا احساس نہ ہو وہ ملک میں نفاذ شریعت کیسے کر سکتی ہے انہوں نے حکومت پاکستان کو خیراتی ادارہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ

حکومت کا مشن اب خیرات اکٹھی کرنا ہی باقی رہ گیا ہے چاہے وہ غیر مسلموں سے ملے یا کسی اور سے انہوں نے کہا اس موقع پر حکومت کا خاموش تماشائی بن جانا اس بات کی عملاً دلیل ہے کہ صدر مملکت اور وزیر اعظم امریکی تلوار کے سایے میں حکومتی زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ خلیج میں ہونے والی جنگ میں ملوث ہونے کی بجائے اپنے موقف میں تبدیلی لا کر اپنی عوام کی نمائندگی کا حق ادا کرے محمد خان العلادی نے کہا صدر صدام حسین کے ساتھ کروڑوں مسلمان ماؤں، بہنوں، بھائیوں، بچوں اور بزرگوں کی دعائیں ہیں اسے دنیا کی کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی ہے۔

پاکستان پیپلز پارٹی کے سابق ایم این اے خواجہ محمد اسلم لون نے کہا ہے کہ امریکہ کی خواہش ہے کہ مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے کیونکہ آج تک فلسطین، کشمیر وغیرہ کی آزادی کے لئے نہ تو اقوام متحدہ نے کوئی مثبت رویہ اختیار کیا اور نہ ہی امریکہ وغیرہ نے لیکن یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ دو مسلمان بھائیوں کے ذاتی مسئلہ میں امریکہ کرائے کے غنڈے کا کردار ادا کر رہا ہے انہوں نے مطالبہ کیا کہ پاکستانی حکومت اپنی فوج واپس بلائے اور امریکن وغیرہ افواج کو سعودی عرب سے نکال کر مسئلے کا پرامن حل تلاش کیا جائے۔

پاکستان پیپلز پارٹی کے سابق وزیر مملکت برائے مذہبی امور حاجی امان اللہ خان نے کہا ہے کہ [illegible] بارے میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی کارروائیوں کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ انہوں نے کہا سعودی عرب میں فوج بھیجنے کے مقصد ہی سے پیپلز پارٹی کی حکومت کا خاتمہ ہوا ہے اگر پیپلز پارٹی کی حکومت ہوتی تو آج آئی جے آئی کی حکومت کی وجہ سے خلیج میں فوج بھیجنے پر پاکستانی قوم کو جو رسوائی کا سامنا ہو رہا ہے وہ نہ ہوتا۔ سابق وفاقی وزیر نے کہا کہ پاکستان پیپلز پارٹی خلیج کے موقف پر جمعیت علمائے پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی کے جرأت مندانہ فیصلے کو قبول کرتے ہوئے ہر ممکن ان کی مدد کرنے کو تیار ہے۔ کیونکہ بحیثیت مسلمان کفر کے مقابلے میں ہمارا موقف مشترکہ ہے اور ہم اس جدوجہد میں ان کا بھرپور ساتھ دیں گے۔

پاکستان پیپلز پارٹی سٹی گوجرانوالہ کے جنرل سیکریٹری چوہدری خالد ظفر (کونسلر) نے امریکی حملے کی شدید مذمت کی اور اسے عالم اسلام کے لئے کھلی جارحیت قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ اس موقع پر کوئی بھی مسلمان خاموش تماشائی بن کر نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا ہر طرح پر صدر صدام حسین کی مدد کی جائے۔

جمعیت علمائے اسلام (فضل الرحمان گروپ) کے سید عبدالمالک شاہ، قاری عبدالقدوس عابد، علامہ محمد یعقوب راشدی، طارق محمود رضوی نے بھی امریکی جارحیت کی شدید مذمت کرتے ہوئے پاکستانی حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ خلیج میں بھیجی گئی پاکستانی فوج کو واپس بلائے۔ جمعیت کے راہنماؤں نے صدر صدام حسین کی بھرپور حمایت کا اعلان کیا۔

تحریک استقلال کے راہنما چوہدری خالد جمیل ایڈووکیٹ نے عراق پر امریکی حملے کو عالم اسلام کے امور میں مداخلت اور کھلم کھلا غنڈہ گردی قرار دیتے ہوئے کہا کہ عالم اسلام کی اب آنکھیں کھل جانی چاہئیں کہ یہودی و عیسائی لابی کے عزائم کیا ہیں۔ انہوں نے کہا امریکہ عالم اسلام میں نفاق پیدا کر کے مسلمانوں سے تیل کا ہتھیار چھیننا چاہتا ہے۔ انہوں نے کہا عالم اسلام کے حوصلے بلند ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ امریکہ کو صدر صدام حسین کے ہاتھوں ویت نام سے بھی زیادہ ذلت و شکست حاصل ہوگی۔

مسیح برادری سے تعلق رکھنے والے فادر روفن جولیس (ایم پی اے) عادل شریف، ایم پی اے پرنسپل آرتھر جیمز، پروفیسر سموئیل ڈی چند، پروفیسر مقصود کامل، نیم جان، عارف سراج وغیرہ نے مشترکہ طور پر کہا ہے کہ خلیج کے بحران کے پیش نظر عالمی امن کو خطرہ لاحق ہے لہٰذا ہم پاکستانی ہونے کے ناطے پاکستانی عوام کے ساتھ ہیں ہم جنگ کے خلاف اور امن کے خواہاں

ہیں۔

نومر نماز جمعہ کے فوراً بعد جمعیت علمائے پاکستان، جماعت اہلسنت، انجمن نوجوانان اسلام، انجمن طلباء اسلام، پاکستان سنی فورس اور دیگر مذہبی و سیاسی تنظیموں کے زیر اہتمام گوجرانوالہ میں جلوس نکالے گئے۔ انجمن

طلباء اسلام، مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے طلباء نے کلاسوں کا بائیکاٹ کیا اور کالجوں کے اندر مختلف احتجاجی ریلیاں منعقد کی گئیں۔ بعد ازاں امریکی جارحیت اور اتحادی فوجوں کی طرف سے عراق میں مقدس مقامات کی بے حرمتی کے خلاف جلوس نکالے، جلوس مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے سیالکوٹی دروازے اور اسٹیشن کے سامنے آکر منتشر ہوتے رہے۔ جلوس جس راستے سے گزرا سینماؤں کے پوسٹر اتار کر پھاڑ دیئے گئے۔ جی

ٹی روڈ پر جگہ جگہ ٹائروں کو آگ لگا کر ٹریفک دو تین گھنٹے تک جام رکھی۔ امریکی صدر اور پاکستانی حکمرانوں کے پتلے جلائے گئے اور نعرے لگائے امریکہ کا جو یار ہے۔ اسلام اور قوم کا غدار ہے۔ امریکی غنڈہ گردی بند کرو۔ خلیج سے امریکیو نکل جاؤ۔ پاکستانی حکومت فوج کو واپس بلائے۔ شرکاء جلوس نے صدر صدام حسین کی بڑی بڑی تصاویر اٹھا رکھی تھیں اور ہاتھوں میں بڑے سائز کے کتبے تھے جن پر مختلف نعرے درج تھے۔ صدام حسین قدم بڑھاؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ غوث اعظم کا غلام، صدر صدام، صدر صدام، تیری عظمت کو سلام، صدر صدام، صدر صدام، عالم اسلام کی نشانی، شاہ احمد نورانی، الجہاد، الجہاد لبیک، لبیک کے فلک شگاف نعروں سے سرزمین گوجرانوالہ گونج رہی تھی۔

تحریک نظام مصطفیٰ کے بعد اس مرتبہ ایسے جذباتی مناظر بھی دیکھنے میں آئے کہ جو بیان قلم سے باہر ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں گوجرانوالہ کے غیور مسلمانوں نے ان مظاہروں میں حصہ لے کر عراق کے صدر صدام حسین سے اپنی وفاداری کا عملی ثبوت دیا۔

غرضیکہ پورا شہر امریکی حملہ پر سراپا احتجاج ہے اور اس میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ہوٹلوں، پبلک مقامات، گلی، محلوں، دوکانوں، کارخانوں ہر سطح پر صدر صدام حسین کی حمایت جاری ہے۔ گھروں میں مائیں اور بہنیں صدر صدام حسین کی کامیابی اور درازی عمر کے لئے دعا گو ہیں۔ جبکہ جمعۃ المبارک کے موقع پر شہر بھر کی تمام مساجد میں عراق کی کامیابی کے لئے دعائیں کی گئیں اور پاکستانی حکمرانوں پر آئمہ و خطباء نے کڑی تنقید کی۔

بقیہ، سکھ تاریخ

گرو نانک

بابر کے خلاف تھے مگر انہوں نے

رام مندر توڑنے کا کہیں ذکر نہیں کیا

پہلے سکھ گرو سری نانک جی نہ صرف بابر کے ہم عصر تھے بلکہ بابر کے سخت ترین نقاد بھی تھے گرو نانک (۱۴۶۹ء تا ۱۵۳۸ء) عمر میں بابر سے چودہ سال بڑے تھے اور بابر کی موت کے بعد بھی نو برس زندہ رہے۔

گرو نانک نے ۱۵۰۵ء میں اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے سفر شروع کیا۔ اسی سال بابر نے کابل کو فتح کیا۔ اپنے چند اشعار میں جن میں کچھ سکھوں کی مقدس کتاب گرنتھ صاحب میں موجود ہیں، بابر کے متعلق غم و غصہ کا اظہار کیا۔

تو نے ہندوستان میں دہشت پھیلا دی ہے
تو نے یم (موت کا دیوتا) کو بابر کے بھیس میں بھیج دیا ہے۔
قتل و خون بڑا زبردست ہوا ہے۔
اگر ایک بڑی طاقت دوسری بڑی طاقت سے ٹکراتی ہے۔
تو غمگین نہیں ہوتی نہ شکایت کرتی ہے
لیکن جب خونخوار شیر مجبور بستیوں پر لپک پڑیں
تو اے چرواہے! تجھے ہی جوابدہی کرنی ہوگی
کھوکر چکی اور کھرائی۔

مغل نے نشانہ لگایا اور گولی چلا دی
پٹھان اپنے ہاتھیوں پر سے لڑ گئے
پیروں اور درویشوں نے دعائیں کیں
اور امید دلاتے رہے کہ حملہ آور کو اندھا کر دیں گے
لیکن بابر بڑھتا ہی گیا
ان کے محلوں کو جلاتا اور زمین بوس کرتا ہوا
امراء کی اس نے دھجیاں اڑا دیں
ان کے سر دھول میں لڑھکنے لگے
پیروں کے ٹونے ٹوٹکے بے کار گئے
ہندو، ترک، بھٹی، راجپوت سپاہیوں کی بیویوں نے مایوسی میں اپنے گھونگھٹ پھاڑ ڈالے۔
خدا کی ایسی ہی مرضی ہے
وہی ان سب کے اسباب جاننے والا ہے۔

ان سب مصرعوں کو بابا نانک کے مختلف اشعار سے نمونے کے طور پر لیا گیا ہے، دکھانا یہ مقصود ہے کہ انہوں نے بابر کا کس انداز میں ذکر کیا ہے۔ دو نکتے خاص طور پر قابل غور ہیں۔

(۱) گرو نانک جی شکایت کرتے ہیں کہ بابر کی فوجی کارروائیوں کے دوران عام طور پر ہر طبقے کو تکلیف پہنچی ہے اور اس کے لئے کوئی ایک فرقہ مخصوص نہیں ہوا۔

(۲) لیکن وہ کہیں بھی اس بات کی شکایت نہیں کرتے کہ کوئی بھی مندر یا کسی فرقہ کی عبادت گاہ بابر کے ہاتھوں ڈھائی گئی۔

تواریخ گرو خالصہ کے مصنف بھائی گیان سنگھ کے بیان کے مطابق گرو نانک ایودھیا بھی گئے تھے۔ کیلاش، کاٹھمنڈو، سکم اور نیپال کی ترائی کے علاقوں کا بھی دورہ کیا۔ چونکہ یہ بابر کی موت کے بعد بھی نو برس تک زندہ رہے تو یقیناً بابر کے ہاتھوں ایودھیا میں ڈھائے گئے مندر کا علم انہیں ہوتا۔

۱۵۲۸ء، میں بابری مسجد کی تعمیر ہوئی۔ اگر گرو نانک اس سال کے بعد بھی ایودھیا گئے ہوتے تب بھی اس بات کا علم انہیں ہوا ہوتا۔ اس لئے کہ بنیادی طور پر وہ مذہبی رہنما تھے اور بابر کے سخت نقاد بھی۔ ان کے پیروکار ہر جگہ موجود تھے۔ کلی طور پر بابر کی پوری زندگی کے تمام اہم واقعات کے گرو نانک چشم دید گواہ ہیں۔ اگر بابر نے واقعی کوئی مندر ڈھایا ہوتا تو اس پر جرح کرنے کا موقع گرو نانک کبھی نہ جانے دیتے۔

ایک ضروری نکتہ جو گرو نانک جیسے مذہبی رہنما کے ہاتھوں لکھی گئی تحریر کی روشنی میں قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان میں جنگیں دو سیاسی قوتوں کے درمیان ہوئی ہیں۔ دو مذہبی جماعتوں کے درمیان نہیں۔

بابر کی فوج میں مغل، پٹھان اور ہندو سب شامل تھے طاقتور حکمرانوں کے بسا اوقات ہندو فوجی سردار ہوتے تھے۔ وفاداری ہر وقت حکمران یا علاقے کے ساتھ ہوتی تھی اور مذہب سے بالکل نہیں ہوتی تھی۔ سرکاری معاملات میں مذہب کی مداخلت بالکل حالیہ پیداوار ہے۔

ایڈز کی بیماری

امریکی فوجیوں کا سعودیوں کو تحفہ

تاریخی حقائق پر نظر رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ ابتدائے اسلام سے ہی اسلام کو بدنام کرنے اور مسلمانوں کا صفحۂ ارض سے نام و نشان مٹانے کے لئے ہمیشہ سرگرم عمل رہے ہیں۔ ابتدا میں تو انہوں نے اسلام پر براہ راست فوجی یلغاریں کیں لیکن مسلمانوں نے انہیں ہر بار شکست دی۔ جب یہود و نصاریٰ اپنی تمام تر عسکری طاقت کے باوجود مسلمانوں کو ہرا نہیں سکے تو انہوں نے دوسرا طریقہ، "افتراق" کا منتخب کیا اور مسلمانوں میں اپنے ایجنٹ بھیج کر شیعہ، سنی نیز قبائلی، علاقائی، عصبیت کو فروغ دینا شروع کر دیا اور اس طرح مسلمانوں کے اتحاد کا شیرازہ بکھیر دیا۔ مسلمانوں کی قوت کے مرکز خلافت عثمانیہ کو اہل یورپ اور یہودیوں نے اپنی فتنہ انگیزیوں اور سازشوں کا خصوصی نشانہ بنایا۔ مسلمانوں کے آخری خلیفہ سلطان عبدالحمید سے یورپ کے امیر ترین ساہوکار راتھ چائلڈ نے کروڑوں روپے کے عوض ایک چھوٹا سا خطہ فلسطین حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن سلطان عبدالحمید نے سرزمین اسلام کا ایک انچ ٹکڑا بھی یہودیوں کو دینے سے انکار کر دیا۔ سلطان عبدالحمید کی ناقابل تسخیر قوت ختم کرنے کے واسطے انگریزوں نے عرب قبائل میں قبائلی اور لسانی عصبیت کو فروغ دیا۔ عربوں نے سلطنت عثمانیہ کے خلاف بغاوت کر دی اور اس انتشار بین المسلمین نے حکومت کے لالچ اور انگریزوں کی فتنہ انگیزیوں کے باعث عالم اسلام کو زبردست نقصان پہنچایا۔ اس کے بعد جب بھی کوئی ایسا سورما پیدا ہوا۔ جس نے مسلمانوں کی گم گشتہ غیرت اسلامی کو دوبارہ بحال کرنے کی کوشش کی اور یہود و نصاریٰ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں ان کی اوقات یاد دلانے کا مجاہدانہ کارنامہ انجام دیا تو عرب شیوخ اور بالشت بھر کی ریاستوں کے خود ساختہ امیروں نے اپنے نصرانی اور صیہونی آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے فوراً اس مرد مجاہد کے خلاف کارروائیاں شروع کر دیں۔ اور اب یہی صورت حال ایک مرتبہ پھر جبکہ عراق کے مرد مجاہد نے یہود و نصاریٰ کی مشترکہ طاقت کو للکارا ہے تو عرب شیوخ اور امراء دوبارہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ اس سازش میں براہ راست ملوث ہو گئے ہیں۔ اپنی سلطانی اور عیاشی کو

> عربوں کی بے اتفاقی کے
> باعث قادیانیت اور بہائیت
> غریب مسلم ملکوں میں
> قدم جمارہی ہے !

بچانے کے لئے سعودی شہنشاہ نے تو عالم اسلام کے وقار تک کو داؤ پر لگا دیا ہے۔ اس عاقبت اندیش شہنشاہ نے یہ بھی نہیں سوچا کہ مسلمانوں کے مقامات مقدسہ عالم اسلام کے روحانی مرکز حجاز مقدس میں جہاں گزشتہ ۱۴۰۰ سو برس سے یہود نصاریٰ کے داخلے پر پابندی تھی جہاں کے ریگزاروں نے صرف تمام دنیا سے آئے مسلمانوں کے قدموں کی دھمک سنی تھی آج وہی ریگزار یہود و نصاریٰ کے فوجی جوتوں کے روندے جا رہے ہیں جس مقدس سرزمین کی پہاڑیوں نے ہمیشہ اللہ اکبر کی آوازیں سنی تھیں وہاں نئے سال کے موقع پر یہودیوں کے مذہبی بگل اور نصاریٰ کے کوائر (مذہبی گیت) گونج اٹھے جہاں کے بدوؤں نے کل تک پردہ پوش شرم و حیا کی پیکر مسلم خواتین دیکھی تھیں اس سرزمین پر آج نیم عریاں لباس میں امریکہ اس کے حلیف ممالک کی شوخ حسینائیں مٹکتی پھرتی ہیں۔ جہاں آب زم زم کا چشمہ ہے جسے تمام دنیا کے مسلمان بطور تبرک اپنے اپنے گھر ہزاروں میل دور لے جاتے ہیں اسی سرزمین حجاز پر یکم جنوری کو شراب اور خنزیر کا گوشت منوں کے حساب سے استعمال ہوا۔ یہ سب اسلام پر ایک جدید یلغار ہے کیونکہ لباحیت اور جنسی انارکی نے مغرب کو برباد کر کے رکھ دیا اور کچھ عرصے بعد ہی یہود و نصاریٰ کی بنائی ہوئی تہذیب کا ڈھانچہ زمین بوس ہونے والا ہے تو ان دونوں سازشیوں نے یہی سوچا کہ ہم اکیلے ہی کیوں ڈوبیں کیوں نہ ڈوبتے ڈوبتے بھی عالم اسلام کو اپنے ساتھ ڈبو لیں کیوں نہ مسلمانوں کے بچے ہوئے اخلاق اور ان کی مذہبی حمیت و غیرت کو تباہ کر دیں۔ یہی سوچ کر امریکہ اور اس کے حلیفوں نے اخلاقی انحطاط کا سبب بننے والی تمام نعمتیں حجاز مقدس منتقل کر دی ہیں۔

عرب مسلمانوں کو فکری طور پر مغرب کا غلام بنانے کے لئے یہود و نصاریٰ نے پرعیش زندگی کے تمام وسائل عرب ممالک پہنچا دیئے ہیں اور اہل یورپ کی یہی کوشش ہے کہ عرب شیوخ اپنی دولت مسلمانوں کی فلاح کے بجائے ان سے عیش و عشرت کا سامان خریدنے پر صرف کریں۔ عربوں کی اسی عیاشی کے سبب آج سوڈان، صومالیہ اور سینیگال کے لاکھوں مسلمان بھوک و افلاس سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ہلاک ہو رہے ہیں۔ انہیں عربوں کی بے اتفاقی کے باعث قادیانیت اور بہائیت غریب مسلم ملکوں میں قدم جما

رہی ہے۔

امریکی فوجوں کو حجاز مقدس بلا کر سعودی شہنشاہ نے دراصل اسلامی تہذیب و تمدن کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی ہے۔ بالفرض جنگ میں عراق کو شکست ہو بھی گئی تب بھی امریکی افواج وہاں سے نہیں ہٹیں گی کیونکہ عالمی معاشی بحران جو جاپان اور مغربی جرمنی کی بڑھتی ہوئی اقتصادی قوت اور عالمی منڈیوں میں جاپان کے بڑھتے ہوئے عمل دخل کے باعث پیدا ہوا ہے۔ امریکہ کے لئے واحد راستہ یہی ہے کہ وہ عربوں کے تیل کے چشموں پر قابض رہے۔ اپنی اس کوشش میں وہ

سینڈی کو خاموشی سے واشنگٹن منتقل کر دیا گیا اور آٹھوں سعودی اسپتال میں داخل ہیں

کے ہر شعبے سے متعلق افراد متاثر ہوئے ہیں۔ اور بہت ممکن ہے کہ اس کا شکار وہ ساڑھے تین لاکھ امریکی مرد اور عورتیں بھی ہوں جو آج کل خلیج میں ڈیرا جمائے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ سچ ہے...... ایڈز سعودی عرب پہنچ چکی ہے۔ ذیل میں ہم عرب کے ایک مشہور اخبار "المجرہ" میں شائع رپورٹ قارئین کی نظر کر رہے

انھوں نے سینڈی کے ساتھ اپنے جنسی تعلقات کا اعتراف کیا۔ اس پر اس امریکی حسینہ کو فوراً طلب کیا گیا اور اس کے خون کی بھی جانچ کی گئی۔ خون کی جانچ پر یہ انکشاف ہوا کہ سینڈی کے خون میں ایڈز وائرس موجود ہیں اور جو شخص بھی اس سے اختلاط کرے گا اس میں یہ وائرس فوراً منتقل ہو جائیں گے سینڈی کو خاموشی سے واشنگٹن منتقل کر دیا گیا ہے۔ اور آٹھوں سعودی بدو ہسپتال میں داخل ہیں۔ یہ لوگ کہاں ہیں اس بات کو صیغہ راز میں رکھا جا رہا ہے۔ کیونکہ یہ بیماری محض ایک بار کے جنسی اختلاط کے بعد ایک دوسرے میں منتقل ہو جاتی ہے نہ جانے کتنے نوجوان اب تک اس مہلک مرض میں مبتلا ہو چکے ہوں گے کیونکہ امریکی اور یورپی افواج کے لئے کوئی ضابطہ اخلاق تو مقرر ہے نہیں۔ اس لئے اس بات کا شدید خطرہ ہے کہ اس بیماری کی لعنت سے عرب مسلمان جو ابھی تک محفوظ تھے کہیں وہ بھی بڑے پیمانے پر اس کا شکار نہ بن جائیں۔ کاش سعودی حکمران

ایڈز کو بیسویں صدی کا طاعون کہا گیا ہے
امریکہ اور یورپ میں اس کے تباہ کن اثرات سے ایک تہلکہ مچ گیا! امریکی فوج کے ساتھ کچھ ایڈز زدہ
خواتین بھی سعودیہ پہنچ گئی ہیں!

بہت حد تک کامیاب بھی ہو گیا ہے۔ امریکہ اور اس کے حلیفوں کی ساڑھے چھ لاکھ افواج کی موجودگی دراصل اسلامی تہذیب و تمدن کو خاک میں ملا دے گی۔ جس کے لئے عالمی سطح پر زبردست کوششیں کی جا رہی ہیں۔ امریکی فوجیوں کے لئے لاکھوں ٹن شراب اور ہزاروں امریکی خواتین کی حجاز مقدس میں آمد اور ان کی بے شرمیوں کے کھلے مظاہروں نے عرب تہذیب پر اپنے اثرات دکھانے شروع کر دیئے ہیں۔ حال ہی میں سعودیہ کی خواتین نے سڑکوں پر موٹر ڈرائیونگ کی اجازت لینے کے حق میں مظاہرہ کیا ہے جو سعودیہ میں اپنی نوعیت کا پہلا مظاہرہ تھا اس سے صاف ظاہر ہے کہ سعودی خواتین نے لاشعوری طور پر امریکی اور یورپی خواتین کی آزادی سے اثر قبول کیا ہے۔ اس کے علاوہ عرب نوجوان خوبصورت امریکی فوجی عورتوں اور نرسوں کی دلربا اداؤں پر فریفتہ ہو رہے ہیں۔ اس کے علاوہ امریکہ نے ایک سازش کے تحت کچھ ایڈز زدہ خواتین کو سعودیہ بھیج دیا ہے۔ ایڈز کو بیسویں صدی کا طاعون کہا گیا ہے۔ امریکہ اور یورپ میں اس کے تباہ کن اثرات کے سبب تہلکہ مچ گیا ہے یہ مہلک مرض کسی بھی ایڈز زدہ کے ساتھ صرف ایک بار جنسی اختلاط کرنے سے صحت مند شخص کے جسم میں منتقل ہو جاتا ہے۔ اس کا دنیا میں کوئی علاج دریافت نہیں ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے تیس لاکھ امریکی اس مرض کے وائرس لئے ہوئے پورے عالم میں پھر رہے ہیں۔ اس سے امریکہ

ہیں۔ یہ خبر اس طرح ہے۔ سعودی عرب میں آٹھ افراد ایڈز جیسے موذی مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ لیکن سعودی عرب حکومت اس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس کہانی کا آغاز اس طرح ہوا ایک سعودی بدو کو خفر باطن علاقے میں امریکی فوج کے گائیڈ کی حیثیت سے مقرر کیا گیا۔ اس گروہ میں ایک امریکی رضا کار خوبصورت عورت سینڈی بھی تھی۔ وہ عرب بدو اس پرکشش عورت کے دام فریب میں آ کر اس سے عشق کر بیٹھا۔ ریگستان کی ایک چاندنی رات میں یہ دونوں اپنے ساتھیوں کی نگاہوں سے دور ہو کر اتنے قریب آ گئے کہ شرافت و اخلاق کی تمام حدود پار کر گئے۔ بعد میں اس بدو نوجوان کے ساتھیوں نے انکشاف کیا کہ خوبصورت سینڈی کا پیار ڈھکوسلہ ہے اور اس کا شکار وہ اکیلا ہی نہیں بلکہ سینڈی نے تو آٹھ سعودی گائیڈوں کے ساتھ منہ کالا کیا ہے۔ یہ خبر سن کر وہ نوجوان بہت مایوس ہوا۔

اس واقع کے کچھ دن بعد ان سعودی اشخاص کی طبیعت خراب ہونے لگی اور ان کی صحت بگڑنے لگی۔ اس پر ایک فوجی ہسپتال میں ان لوگوں کا طبی معائنہ کرایا گیا۔ خون کی جانچ کرنے پر پتہ چلا کہ وہ آٹھوں موذی مرض ایڈز میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ پوچھ تاچھ کرنے پر

خلیج کے موجودہ مسئلے کا تصفیہ آپس میں بیٹھ کر کرتے۔ اسلامی کانفرنس اور عرب کانفرنس کے علاوہ ناوابستہ تحریک کے ذریعہ اس مسئلے کے حل میں مدد لی جاتی تو آج عرب ممالک ان غیر اخلاقی خبیث بیماریوں سے محفوظ رہ سکتے تھے جو ان کی تہذیب و تمدن کے علاوہ انہیں بھی برباد کر دے گی۔

ان تمام حالات کے سبب سعودی عرب کے راسخ العقیدہ مسلمانوں میں زبردست غصہ پایا جاتا ہے اپنے ملک میں یہ سب دیکھتے ہوئے وہ اپنے حکمرانوں کے سخت خلاف ہوتے جا رہے ہیں اور ان میں بغاوت کے جذبات بیدار ہو رہے ہیں۔

O

مضامین صفحہ کے ایک طرف اور خوشخط لکھ کر بھیجے جائیں۔ بصورت دیگر شامل اشاعت نہ کئے جائیں گے!
(ادارہ)

تحریر: کے۔ اے۔ جعفری

سعودی عرب پر امریکی تسلط کی طویل منصوبہ بندی

امریکہ فرانس اور برطانیہ کی افواج کی خلیج میں موجودگی مسلمانوں کے لئے مسلسل خطرے کی علامت ہے ان فوجوں کی خلیج میں آمد کی بظاہر وجہ عراقی حکومت کا کویت میں داخل ہونا ہے تاہم امریکہ کی اتحادی فوجوں کو خلیج میں بلانا ایک شہنشاہ کی غلط سوچ کا نتیجہ ہے جنہوں نے خانہ کعبہ کی حفاظت کرنے کا بہانہ بنا کر اپنی بادشاہت کو بچانے کے لئے غیر مسلموں کو مدد کے لئے بلا لیا اور اپنے مسلمان بھائیوں سے مدد لینا گوارہ نہ کیا دراصل اس غلط فیصلے نے ایک معمولی مسئلے کو عالمی مسئلہ بنا دیا حالانکہ یہ مسئلہ اسلامی سربراہی کانفرنس بلا کر تمام مسلمانوں کی متفقہ رائے سے حل کیا جا سکتا تھا ہمارے لئے افسوس ناک امر یہ ہے کہ عالم اسلام کو جو بین الاقوامی مسئلہ درپیش ہے اس کے حل کے لئے ان شہنشاہوں نے کبھی سوچنے کی زحمت گوارہ نہیں کی نہ امریکہ سے اپنا موقف تسلیم کروا سکے ہیں کہ اسرائیل نے بیت المقدس پر جو ناجائز قبضہ کیا ہوا ہے اسے آزاد کرائے لیکن ان میں اتنی جرأت کہاں یہ تو ایک صدی سے امریکہ کے تسلط کا شکار چلے آ رہے ہیں۔ بھٹو نے کوشش کی تھی کہ مسلمانوں کو متحد کیا جائے اور بیت المقدس کا مسئلہ حل کیا جائے وہ اس میں کامیاب بھی ہو گئے تھے لیکن امریکہ یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ مسلمان متحد ہو جائیں اس نے بھٹو کو پہلے ملک میں مارشل لاء کے ذریعے اقتدار سے محروم کیا پھر اپنی سازش کی تکمیل میں انہیں پھانسی کے تختے تک پہنچا دیا۔ امریکی صدر ریگن نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا تھا "امریکہ اس بات کی اجازت نہیں دے گا کہ سعودی عرب دوسرے ایران میں تبدیل ہو جائے ہم ایک کنارے پر کھڑے ہو کر یہ تماشہ نہیں دیکھ سکتے کہ کوئی آئے اور سعودی عرب میں اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لے اور اس کے بعد تیل کو اپنے لئے مخصوص کر لے۔" عراق کے کویت پر حملہ کرنے سے پہلے ہی امریکہ سعودی عرب کے شمال اور جنوب میں متعدد فوجی اڈے قائم کر چکا تھا اور ریاض میں امریکہ کے جاسوسی اڈے (سفارتخانے) کے اراکین کی تعداد خلیج فارس کے ساحلی ملکوں میں ایسے ہی مراکز کی تعداد سے کہیں زیادہ تھی۔

سعودی عرب میں امریکہ کی تیل کی کمپنیوں کے سلسلے میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ "آرامکو" کو سعودی عرب کے تمام فوجی اقتصادی اور سماجی امور پر اجارہ داری حاصل ہے سعودیہ میں حکومت تیل اور آرامکو کا مفہوم ایک ہی ہے اور یہ کمپنی دراصل سعودیہ کی حکومت کا درجہ رکھتی ہے اور یہ تیل نکالنے کی دو "مراعات ناموں" کی مالک ہے۔ پہلا مراعات نامہ چودہ جولائی ۱۹۲۳ء میں ۶۶ سال کے لئے اور دوسرا جولائی ۱۹۳۹ء میں ۶۶ سال کے لئے طے پایا تھا آرامکو ہر سال اپنی کاروباری اور دیگر سرگرمیوں کے ذریعے اتنا بھاری نفع کماتی ہے جو ناقابل یقین معلوم ہوتا ہے ۱۹۷۳ء میں امریکی سینٹ کے ایک کمیشن کی رپورٹ میں اعلان ہوا تھا کہ آرامکو کمپنی نے نو ارب ڈالر کے سودے میں تین ارب ڈالر نفع کمایا سعودی اور امریکی حکام کی پہلی باضابطہ اور سرکاری ملاقات دوسری عالمی جنگ کے اواخر میں ہوئی جب سعودی عرب کے شاہ عبدالعزیز بن سعود اور امریکہ کے اس وقت کے صدر فرینکلن روزویلٹ نے آپس میں مشورے کے بعد طے پانے والے فیصلے کے مطابق جاپان میں امریکہ کے ذریعے ایٹمی حملہ کروایا ۱۹۴۵ء میں بین الاقوامی سرحدوں پر امریکی فوجی طاقت کی موجودگی کے بعد طیارہ بردار جہاز یو ایس ایس کوئن کے عرشے پر ہونے والی یہ سرکاری ملاقات دراصل امریکہ کی جانب سے سعودی عرب کے نئے فرائض کا تعین سمجھی جاتی ہے لیکن اس چیز کے پس پردہ امریکیوں نے سعودیہ میں تیل کے انکشاف کے ساتھ ہی اس ملک میں اپنی طویل موجودگی کی بنیاد رکھ دی تھی اور آج امریکہ کی اس فوجی ثقافتی اور اقتصادی موجودگی کی عمر نصف صدی ہو چکی ہے سعودی عرب کی فوج اور فوجی قوتوں کے لحاظ سے اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ فروری ۱۹۸۸ء میں تقریباً ساڑھے تین سو امریکی ماہرین سعودی عرب کی نیشنل گارڈز کی ٹریننگ کے لئے تعینات تھے اور تقریباً اسی امریکی فوجی افسران اس گارڈز کی جنگی امور میں مدد کرتے تھے کیونکہ تیل کے ذخائر پر تسلط کا لازمی جزو اس ملک کی حکومت اور فوجی قوت پر تسلط ہے اس وقت امریکہ سعودی عرب کے سیاسی امور میں مشاورت اور اسلحے کی فروخت کے ذریعے اس ملک کی افواج پر مسلط ہے درحقیقت السعود خاندان کے شہزادے جن میں ہر ایک کسی وزارت کا وزیر یا کسی اہم سرکاری شعبے کا ذمہ دار ہے یہ تمام امریکہ کے زیر اثر ہیں اگر ان میں سے کوئی حتیٰ کہ السعود خاندان کا بادشاہ بھی نافرمانی کا ارادہ کریں تو سی آئی اے کے ایجنٹوں کے اشارے پر ایک دوسرے کے ہاتھوں قتل کرا دیئے جاتے ہیں جیسا کہ گزشتہ چند برسوں کے دوران السعود خاندان کے محلوں میں قتل کے ایسے متعدد واقعات سننے میں آئے ہیں مسلمانوں کی اس سرزمین (سعودی عرب) کا تیل سامراجی حکومتوں کی سازباز کے باعث حقیقی قیمت سے سوگنا کم قیمت پر کنوؤں سے نکالا جا رہا ہے ایک طرف "آرامکو" کو سعودی عرب کے تمام فوجی اقتصادی اور سماجی امور پر اجارہ داری حاصل ہے یہ دراصل وہاں سعودیہ کی حکومت کا درجہ رکھتی ہے۔ عیسائیوں اور سودیوں کے علاقے آباد ہو رہے ہیں تو دوسری طرف سوڈان بنگلہ دیش اور سینکڑوں مسلمان ملکوں میں لوگ قحط کے باعث مر رہے ہیں آج ہمارے لئے سب سے زیادہ افسوسناک امر یہ ہے کہ امریکہ اگر زیادہ دیر تک سعودیہ میں رہا تو مسلمانوں میں ذلت پسپائی سہل پسندی اور بالادست کے سامنے سر جھکانے کی برائیاں رواج پائیں گی مسلمان قوم کے سامنے اس وقت دو راستے ہیں یا تو یہ کہ وہ شاہانہ پر آسائش زندگی کی خاطر حقیقی اسلام کو ترک کر دے اور انسانی قدروں کو قربان کر کے امریکہ اور سودیوں کے زیر تسلط شرمناک زندگی کو قبول کر لے یا پھر یہ کہ انسانیت پر مبنی اسلامی اقدار کے تحفظ کی خاطر اپنی جان اور مال کی بازی لگا دے اور اللہ کی راہ میں مجاہد ہونے کا ثبوت دے اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ امام حسین کی طرح حق و صداقت کی راہ میں چلنے والے دوسرے راستے کا انتخاب کریں گے اور اس مسلط کردہ جنگ کو سودیوں اور امریکیوں کی بربادی تک جاری رکھیں گے اور بیت المقدس کی آزادی تک سکھ کا سانس نہیں لیں گے عالمی لٹیرا امریکہ خلیج میں لشکر کشی اور اقتصادی محاصرے سے مسلمانوں کو خدا اور اسلام کی راہ سے نہیں ہٹا سکتا اور

باقی صفحہ ۵۵ پر

جناب شامی کی بلبلاہٹ

از خلیل اشرف قادری رضوی

لالچی بھیڑیوں کا موقف۔ صدر صدام کا استقلال۔ شام و مصر کا گھناؤنا کردار۔ صحافت میں صداقت کی کمی

روزنامہ پاکستان لاہور میں جناب مجیب الرحمٰن شامی صاحب کا ایک اکاسی کالم نظر سے گزرا جس میں ملک کی ایک بڑی دینی اور سیاسی شخصیت کو ہدف تنقید بنایا گیا ہے۔

اگر صحافت کا یہی مقصد ہوتا ہے کہ لوگوں پر کیچڑ اچھالی جائے تو یہ وصف شامی صاحب میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ بلکہ اکثر و بیشتر جناب شامی ذہنی کلبلاہٹوں میں مبتلا ہو کر بلبلاہٹوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اس قسم کی بلبلاہٹوں سے پورا شام گونج رہا ہے۔ اگر شامی صاحب بلبلا اٹھے تو کونسی تعجب کی بات ہے۔ اگر کوئی کل سیدھی ہوتی تو کچھ عرض کیا جاتا۔ مگر بلبلانے والوں کی کوئی کل کبھی سیدھی نہیں ہوتی اور یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ یہ اونٹ کب اور کس کروٹ بیٹھے گا

اور ویسے بھی شامی اور سامی میں (چچا سام کی نسبت سے) صرف نقطوں ہی کا فرق ہے اور سوچ میں دونوں ہی ایک ہیں۔ بہر صورت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جناب شامی اکاہٹ میں نفاست کے قائل نہیں ہیں بسا اوقات چلتے چلتے پٹڑی سے اتر جاتے ہیں۔ یوں تو شامی صاحب کی اس تحریر کے متعلق کچھ عرض کرنا کوئی ایسا امر لازم نہیں تھا کیونکہ یہ بات مسلم ہے کہ ہر کے

بہ خلقت خود ہی تند

اور یہ بھی کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ اکثر و بیشتر صحافی حضرات کبھی کبھی بلاوجہ بھی کچھ لوگوں پر طبع آزمائی کرتے رہتے ہیں۔ اور خاص کر ان حضرات کو مشق ستم بنایا جاتا ہے جو ان اہل قلم سے ذہنی مطابقت نہیں رکھتے۔ لہٰذا اس قسم کے کالم نویسوں بالفاظ دیگر بلبلاہٹوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے کیونکہ انکے اکثر مضامین فکر و نظر سے تعلق نہیں رکھتے صرف خانہ پری اور اخبار کا پیٹ بھرنے کے لئے ہوتے ہیں اور بس اکاہٹ نام کو بھی نہیں ہوتی۔ اسکے باوجود ہم کچھ عرض کریں گے تو یہ "بے ذوق کہلائیں گے" ان کا ایک وصف یہ بھی ہوتا ہے کہ سنجیدہ ترین معاملات کو بھی بطور اکاہٹ لکھ کر اپنے فرائض منصبی سے سبکدوش ہو جاتے ہیں۔ یا پھر ان بلبلاہٹوں اور بڑبڑاہٹوں کا سرے سے کوئی مقصد و مفہوم نہیں ہوتا۔

انکی موجودہ تحریر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جناب شامی اکاسی کالم لکھ سے الگ کوئی آگے کی چیز ہیں یعنی موصوف کسی ایسی ذہنیت کے تربیت یافتہ ہیں جو قلم کی حرمت کو پیش نظر نہیں رکھتی۔ انہوں نے اپنے اس مقالہ میں (عراق و امریکہ کے تناظر میں) بطور خاص حضرت مولانا نورانی اور انکے دو جرنیلوں پر طبع آزمائی

> **یہ شیوخ،**
> **اسلام کی شفاف چادر پر**
> **بدنما دھبہ ہیں ؎**

فرمائی ہے۔ بظاہر موصوف کا یہ اکاسی کالم ہے مگر شاید انہیں یہ نہیں معلوم کہ موت کی آہٹوں کو مسکراہٹوں سے نہیں ٹالا جا سکتا۔ اور اب تو طبل جنگ بھی بج چکا ہے۔ اور تباہی و بربادی کے تند و تیز جھکڑ چلنا شروع ہو گئے ہیں ہر تاریخ دان (بشمول شامی صاحب) اس بات سے اچھی طرح واقف ہے کہ کویت کبھی عراق کا حصہ ہوا کرتا تھا جنگ عظیم کے بعد شامی صاحب کے ممدوحین سفید بھیڑیوں نے جہاں دوسرے اسلامی ممالک کا تیا پانچا کیا وہیں عراق پر بھی ٹکڑے چلائے اور اپنے پروردہ شیوخ کو اپنی مصلحتوں کے تحت بخش کر دی۔

تاکہ مختلف چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں انکے ایجنٹوں کی برتری باقی رہے۔ اور قوت و مرکزیت نہ ہونے کی وجہ سے یہ صرف طاؤس و رباب مینا و ساغر سے دنیا سے شغل جاری رکھیں یہی وجہ ہے کہ بے پناہ دولت و ثروت کے باوجود ان شیوخ میں کسی ایک کے پاس بھی دفاعی قوت نہیں اور انہیں کے جگر میں یہودیوں کو آباد کر کے انہیں اتنا کمزور کر دیا کہ یہ تمام نام نہاد اسلامی مملکتیں ادھر نظر بھی اٹھا کر نہیں دیکھ سکتیں اور اسرائیل سالہا سال سے ظالمانہ کاروائیوں اور مسلسل جارحیت کا مرتکب ہو رہا ہے بلکہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں اپنا ناپاک پرچم لہرانے کی کوشش نا کام میں لگا ہوا ہے مگر عرب حکمران انکے خلاف کوئی کاروائی نہیں کر سکتے۔

حقیقت یہ ہے کہ بے حمیت قوم کا کوئی مستقبل نہیں ہوتا وہ بجتے ہوئے اونچے اونچے ایوانوں میں رہتے عیش و طرب کی محفلیں جمانے زر و جواہر سے کھیلنے کے باوجود وہی کچھ کرتی ہے جو انکے آقاؤں کا اشارہ ہوتا ہے حتیٰ کہ ان کے ناپاک کتوں تک کی پرورش بھی یہی جی حضوری کر کے کرتے ہیں

صدر صدام یقیناً ایک غیور قوم کے غیرت مند لیڈر کا رول ادا کر رہے ہیں جنکی ایک للکار سے اونچے اونچے ایوان لرز کر رہ گئے ہیں اور انکی عیاشی کی محفلیں تاراج ہو گئی ہیں۔ یہ شیوخ اسلام کی شفاف چادر پر بدنما اور غلیظ دھبہ ہیں اس کو ختم کرنا عین عبادت ہے صدر صدام غازی سلطان صلاح الدین کا کردار ادا کر رہے ہیں اس مرد مجاہد کو بھی خونخوار سفید بھیڑیوں اور دوسرے غداروں نے گھیرا تھا مگر وہ انکی متحدہ قوت کے باوجود سرخ رو ہوا اور مسلمانوں کو عزت و احترام دیا۔ نواب سراج الدولہ، سلطان ٹیپو کو کون نہیں جانتا۔ بظاہر انکے سینے چھلنی کر دیئے گئے اور انکی حکومتوں کو پامال کر دیا گیا مگر وہ اپنے جذبہ ایمانی کی وجہ سے امر ہو گئے یہ تو ممکن ہی نہیں کہ شامی صاحب اخبار کا مطالعہ نہ کرتے ہوں اور دوسرے ذرائع ابلاغ سے وہ مستفید نہ ہوتے ہوں مگر اسکے باوجود تجاہل عارفانہ۔ جی ہاں اسے تجاہل عارفانہ ہی کہا جا سکتا ہے۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اگر اپنے عوام بھی حکمرانوں کے خلاف ہو جائیں تو

فوجیں کسی کام نہیں آتیں یہاں تو معاملہ ایک چھوٹے ہی سہی آزاد ملک کا ہے اس کے تو سو فیصد باشندے صدام کے خلاف ہیں اس لئے صدام جنگ جیتنے کے لئے صرف یہ کریں کہ جنگ کا آغاز نہ ہونے دیں (روزنامہ پاکستان لاہور)

مگر کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ایک دو نہیں ۲۸ قوموں کی طاقت کے سامنے وہ شخص ہنوز سینہ سپر ہے (بقول شاہی جسکے سو فیصد عوام برگشتہ ہیں) بات صدر صدام کے ساتھی اور ان کی قوم کی برگشتگی کی نہیں ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ شاہی جی خود برگشتہ ہیں آخر اس ٹڈی دل (بشمول سپر پاور) کے سامنے کیوں اوندھے اور سجدہ ریز نہیں ہو جاتے شاید شاہی صاحب کی یہ حسرت ان کے دل کا آزار اور مرض بن جائے محترم شاہی صاحب؟ صحافت کا ایک اصول صداقت بھی ہے افسوس کہ آپ نے اس اصول کو نظر انداز کر کے ساری برادری کے منہ پر کالک مل دیا ہے۔ اور درس گوسفندی دینے میں سب سے آگے ہیں۔

آپ ہی بتائیں کہ ان ضدی اور اسلام دشمن عناصر سے کس طرح نمٹا جا سکتا ہے؟۔ حالات کی نزاکت کے سبب کوئی حتمی بات نہیں کہی جا سکتی کہ انجام کار کیا ہو گا۔ مگر ایک بات یقینی ہے کہ۔

ہمیں تو دونوں طریقہ سے سرفرازی ہے
مرا شہید مسلماں بچا تو غازی ہے

ہم (تحریک اسلام) کے مخلصین سے اتنی گزارش ضرور کریں گے کہ اس باب میں فکر و نظر سے کام لیں۔ ہمیں کبھی بھی امریکہ، برطانیہ اور ان کے پٹھوؤں پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔ ماضی میں جتنی وفاداریاں بلکہ مفاد بازیاں ان سے سرزد ہوئی ہیں انھیں بھلا دینا بہت بڑی حماقت ہوگی۔ حالات کے ساتھ ساتھ دین مبین پر یہ یقین بڑھتا رہا ہے کہ الکفر ملت واحدہ (مسلمان کے مقابلہ میں تمام کفر ایک ہی ملت ہے) کیا آپ یہ سوچتے ہیں کہ عرب دوستی میں پلک جھپکتے میں اتنا بڑا لشکر سرزمین عرب میں جمع ہو گیا ہے۔ ہرگز نہیں انھیں نہ عربوں سے دلچسپی ہے اور نہ کسی اور مسلمان ملک سے صرف اور صرف اپنے مفاد سے غرض ہے چاہے وہ کسی نوعیت کا ہو۔ امریکہ اور اس کے حلیف نہیں چاہتے کہ کوئی مسلمان ملک ایٹمی طاقت بن کر اتنا مضبوط ہو جائے جو ان سے آنکھیں چار کر سکے اور ان کے پالتو اسرائیل کو خطرہ لاحق ہو۔ کیا پاکستان کے لیڈروں کو اب یہ بھی جتانا پڑے گا کہ ان کی امداد کیوں بند ہوئی؟ یہ قوتیں عراق کو صفحہ ہستی سے صرف اس لئے مٹا دینا چاہتی ہیں کہ وہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتا ہے۔ وہ ان سپر طاقتوں کو پرکاہ کے برابر بھی نہیں سمجھتا۔

اب یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ سلامتی کونسل نے بھی زر خرید باندی کا کردار ادا کیا ہے۔ ورنہ مسئلہ کشمیر، مسئلہ فلسطین سالہا سال سے فیصلہ شدہ سلامتی کونسل میں پڑے ہیں آخر ان کی طرف کیوں نہیں دیکھا جاتا۔ حیرت ہے کہ عراق کے بار بار اعلان کے باوجود کہ سعودی عرب یا کسی اور ملک پر قبضہ نہیں کرنا چاہتا۔ وہ صرف یہ چاہتا ہے فلسطین کے مسئلہ کو پہلے حل کیا جائے۔ اسرائیل فلسطین خالی کر دے تو عراق کویت خالی کر دے گا۔ اور اگر ایسا نہیں ہوا تو امریکہ اور برطانیہ نیز اس کے حلیفوں سے بھی نبٹ لیا جائے گا۔ اور بہر صورت اسرائیلیوں کو فلسطینیوں پر ظلم و تشدد بند کرنا پڑے گا۔

اور جو زبان بش صاحب اور ان کے کارندے استعمال کر رہے ہیں اسے کوئی راتب خور تو ضرور برداشت کر سکتا ہے مگر ایک غیرت مند مسلمان اس کا کسی صورت متحمل نہیں ہو سکتا۔

موجودہ دور میں متعدد مسلمان ممالک بھی میر جعفر اور میر صادق کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ اور اس ملت فروشی کے صلے میں مصر و شام نے اتنا کچھ حاصل کر لیا ہے جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ البتہ ضمیر فروشی کے باوجود جھولی اب تک خالی نظر آتی ہے۔

اور اب ہمیں ایک نئے انقلاب کا انتظار ہے۔ ایسا انقلاب جس کی تابانیوں سے مشرق و مغرب جگمگا اٹھے۔ جناب شاہی ایک مسلمان ہونے کے باوجود یہ کیوں فراموش کر رہے ہیں کہ ننھے منے پرندوں (ابابیل) سے ہاتھی والوں کو ان کے ہاتھیوں سمیت فنا کر دینے والی ذات اب بھی اسی طرح قادر و قیوم حی لایموت ہے۔

○

لاڑکانہ کی ڈائری

لیاقت علی عباسی

صدر صدام کی تصاویر سے مزین لبسوں اور ویگنوں کا چالان کیا جا رہا ہے

جمعیت علماء پاکستان اور انجمن طلباء اسلام نے صدر صدام حسین کی حمایت اور امریکہ کے خلاف بیر قائم شاہ بخاری سے ایک بڑا مشترکہ جلوس نکالا جو جناح باغ روڈ، پولیس شاپنگ سینٹر، مچھلی مارکیٹ، ایم اے روڈ، لوہار چوک، کمہار چوک، اناج منڈی اور مختلف شاہراہوں سے گذرتا ہوا پاکستان چوک پر جلسہ کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔ مظاہرین نے صدر بش، ترکی کے صدر ترگت اوزال، اور سعودی حکمرانوں کے علاوہ صدر اسحاق اور وزیراعظم نواز شریف کے خلاف سخت نعرہ بازی کی اور صدام حسین کی حمایت میں پر جوش نعرے لگائے تھے۔

مجاہد اسلام سید صدام حسین زندہ باد صدام حسین آگے بڑھو ہم تمہارے ساتھ ہیں الجہاد الجہاد لبیک لبیک یہودی لالی مردہ باد صدر صدام حسین زندہ باد کے نعرے لگائے جلوس کے شرکاء اپنے ہاتھوں میں بڑے بڑے بینر اور پلے کارڈ اٹھائے ہوئے تھے جن پر صدر صدام کی حمایت میں اور صدر بش کے خلاف نعرے درج تھے پاکستان چوک پر بش کا پتلا اور امریکی پرچم نذر آتش کیا گیا۔ اس کے بعد جمعیت علماء پاکستان ضلع لاڑکانہ کے صدر مولانا خیر محمد رضوی نے خطاب کیا انہوں نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عراق اور امریکہ کی جنگ کفر اور اسلام کی جنگ ہے تمام دنیا کے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ عراق کی حمایت کریں انہوں نے کہا کہ کربلا کی جنگ امام حسینؑ نے لڑی تھی آج پھر صدام حسین اکیلے اسلام کی بقاء کی جنگ لڑ رہا ہے بیت المقدس مسلمانان اسلام کو آواز دے رہا ہے عوام نے صدام کی آواز پر لبیک کہا ہے پاکستان کے عوام بیت المقدس کی آزادی اور فلسطین کی آزادی تک صدام کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ انہوں نے کہا کہ وہ ایک مجاہد اسلام سید

باقی صفحہ ۵ پر

مولانا شاہ احمد نورانی ایک باکمال قائد

سردار احمد قادری

دوسری قسط

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں شیخ مجیب الرحمٰن کی "عوامی لیگ" پاکستان کی اکثریتی پارٹی کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آئی۔ اور پارلیمانی روایات کے تحت اقتدار اس پارٹی کو منتقل ہونا چاہئے تھا۔ یہ صحیح ہے کہ صوبائی خود مختاری کے حوالے سے عوامی لیگ کے مطالبات بہت زیادہ تھے لیکن ان تمام معاملات پر شیخ مجیب سے مصالحت ہو سکتی تھی حقائق اور شواہد یہی بتاتے ہیں الیکشن جیتنے کے بعد شیخ مجیب الرحمٰن کا رویہ مصالحانہ ہو گیا تھا۔ درحقیقت وہ پاکستان کو توڑنا نہیں پاکستان کا وزیر اعظم بننا چاہتے تھے تاریخی پس منظر دیکھا جائے تو عوامی لیگ "مسلم لیگ" سے نکلے ہوئے ناراض افراد کی پارٹی تھی۔ جس کے پہلے سربراہ حسین شہید سہروردی اور سیکریٹری مولانا عبدالستار خان نیازی تھے۔ اور اس کا ابتدائی نام بھی "عوامی مسلم لیگ" تھا۔ جب مولانا نیازی جیسے عالم اور پیر مانکی شریف جیسے شیخ طریقت اس کو چھوڑ گئے تو یہ "عوامی مسلم لیگ" سے "عوامی لیگ" بن گئی۔ اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شیخ مجیب الرحمٰن کو انتہا پسندانہ سوچ تک پہنچانے میں مغربی پاکستان کے سیاستدانوں کا بہت عمل دخل ہے۔ اور بنگالیوں سے دوسرے درجے کا اور ناروا سلوک بھی اس سوچ کا محرک بنا۔ مگر شیخ مجیب الرحمٰن کی پارٹی کو اقتدار منتقل کر کے "بنگلہ دیش" کے قیام سے بچا جا سکتا تھا اور پاکستان کی افواج بھی ذلت و رسوائی کا سامنا کرنے سے محفوظ رہ سکتی تھی لیکن صاحب اقتدار اور اس کے حاشیہ نشینوں نے مفاہمت کے تمام دروازے بند کر دیئے۔ اور صرف علیحدگی کا راستہ کھلا چھوڑ دیا۔

یہ بات تو کسی حد تک صحیح ہے کہ ۱۹۷۰ء کے الیکشن منصفانہ ہوئے۔ لیکن جنرل یحیٰی خان نے اقتدار کی منتقلی کے عمل میں تاخیر کر کے بنگلہ دیش کی علیحدگی کا جواز پیدا کر دیا مولانا شاہ احمد نورانی نے جمعیت علماء پاکستان کی پارلیمانی گروپ کا لیڈر منتخب ہونے کے بعد ملک کے تمام بڑے سیاستدانوں سے گفت و شنید اور تبادلہ خیالات کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ مولانا کے اندر اپنی گفتگو سے دوسروں کو قائل کرنے کی خداداد صلاحیت موجود ہے۔ مولانا ایک سلجھے ہوئے سیاستدان کی طرح دوسروں کے نقطہ نظر کو بھی پوری توجہ اور سنجیدگی کے ساتھ سنتے ہیں۔ اور جن پہلوؤں سے اتفاق کی گنجائش



مولانا نورانی نے برملا کہا،

مسٹر پریذیڈنٹ! اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے معاملات تے باہر طے ہو جائیں تو پھر اسمبلی کے لیے کیا بچے گا؟

ہوتی ہے اتفاق بھی کرتے ہیں۔ لیکن اپنے ٹھوس اور واضح موقف میں وہ مضبوطی سے جمے رہتے ہیں۔ تاہم مذاکرات سیاست کا اہم حصہ ہیں اور سیاسی مذاکرات کو مولانا نورانی نے ہمیشہ اہمیت دی ہے جنوری ۱۹۷۱ء کے آخر میں مولانا نورانی اپنے رفقاء کے ہمراہ ڈھاکہ گئے اور وہاں ۲۸ اور ۲۹ جنوری کو شیخ مجیب الرحمٰن سے مذاکرات کیے۔ شیخ مجیب اسمبلی کے سیشن کے لئے بے تاب تھے۔ اور علیحدگی کا تصور ان کی گفتگو سے ظاہر نہیں ہوتا تھا لیکن وہ صدر جنرل یحیٰی خان کے رویہ سے شاکی ضرور تھے۔ اور اقتدار کی منتقلی سے متعلق جنرل یحیٰی کے خلوص پر شیخ مجیب الرحمٰن کو شبہ تھا۔ شیخ مجیب نے مولانا نورانی کو آگاہ کیا کہ جنرل یحیٰی انہیں مسٹر بھٹو کو اقتدار میں شرکت کرنے پر آمادہ کر رہا ہے۔ بلکہ شیخ مجیب الرحمٰن کے الفاظ کے مطابق

"یحیٰی خان کا ہم پر یہ دباؤ ہے کہ ہم بھٹو کو اقتدار میں شریک کر کے اسے نائب وزیر اعظم اور وزیر خارجہ بنا دیں تا کہ بقول یحیٰی خان اقتدار میں توازن پیدا ہو سکے۔ یحیٰی خان مجھے وزیر اعظم کی حیثیت سے اقتدار نہیں سونپنا چاہتا۔ اور وہ کسی قیمت پر اقتدار مجھے منتقل نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ جن لوگوں کا آلہ کار ہے وہ اسے یہ نہیں کرنے دیں گے۔" جنرل یحیٰی خان کی یہ بھی خواہش تھی کہ وہ اسی طرح صدر پاکستان رہے۔ شیخ مجیب الرحمٰن اس بات پر بھی آمادہ ہو گئے تھے لیکن اس شرط پر کہ اسے انتظامی اختیارات حاصل نہیں ہوں گے۔ مگر جنرل یحیٰی خود مختار صدر رہنا چاہتا تھا۔

فروری کے آخر میں کراچی کے ایوان صدر میں مولانا شاہ احمد نورانی نے اپنے وفد کے ہمراہ صدر جنرل یحیٰی سے ملاقات کی۔ یہ ان کی جنرل یحیٰی سے پہلی ملاقات تھی۔ اس ملاقات میں جنرل یحیٰی کے خیالات سے یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ شیخ مجیب الرحمٰن کو اقتدار منتقل نہیں کرنا چاہتا تھا، یا پھر اس شرط پر دینے کو تیار تھا کہ وہ مسٹر بھٹو کو اقتدار میں شریک کرے۔ اس نے اپنی گفتگو کا آغاز ہی اپنے اس موقف سے کیا۔ اس نے کہا "ملکی حالات بہت خراب ہیں۔ مشرقی پاکستان و مغربی پاکستان میں دونوں اکثریتی پارٹیاں مشترکہ طور پر مل بیٹھنے کو تیار ہو جائیں تو ملک کے لئے بہتر ہو گا۔ ورنہ پاکستان کو بچانے کے لئے مجھے اور فوج کو اپنا فرض ادا کرنا

پڑے گا۔" جس کے جواب میں مولانا نورانی نے برملا کہا "مسٹر پریذیڈنٹ! اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ سارے معاملات اسمبلی کے باہر طے ہو جائیں تو پھر اسمبلی کے لئے کیا باقی بچے گا؟ آئین پر افہام و تفہیم کے لئے اسمبلی میں بات ہونا ضروری ہے۔ اسمبلی سے باہر سیاسی مسائل پر گفتگو میں وقت ضائع ہو رہا ہے۔ اور یہ اقدام جمہوری روایات کے سخت خلاف ہے۔" اس پر جنرل یحییٰ کا استدلال یہ تھا کہ اس نے اس عرصہ میں اسمبلی کا اجلاس اس لئے نہیں بلایا کہ وہ پرخلوص طریقہ سے پاکستان کو مستقل آئین دینے کے لئے کوشاں ہے جنرل یحییٰ کے اس بودے استدلال کے جواب میں مولانا نورانی نے کہا۔

"دستور بنانے کے لئے آپ نے ایک سو بیس دن کی مدت مقرر کی ہے۔ بجائے اس کے کہ اسمبلی کے تمام مسائل باہر طے ہوں ہونا یہ چاہئے تھا کہ تمام سیاستدان اسمبلی میں جمع ہوں اور اپنے جوہر دکھائیں۔ اگر وہ لوگ دستور میں ناکام ہو جائیں گے تو عوام کو معلوم ہو جائے گا کہ سیاستدان آئینی معاملات میں مخلص نہیں۔ بلکہ مستقل فوجی حکومت برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔" مولانا نورانی نے مشورہ دیا چونکہ قومی اسمبلی متحدہ پاکستان کا متحدہ ادارہ ہے۔ اور شیخ مجیب الرحمٰن پاکستان کی اکثریتی پارٹی کے سربراہ ہیں اس لئے ان کو بھی اسمبلی میں آکر بات کرنے کا موقع دینا چاہئے اور تمام پارٹیوں کو اسمبلی میں مل بیٹھنا چاہئے۔ لیکن اگر مغربی پاکستان کی اکثریتی پارٹی، مشرقی پاکستان کی اکثریتی پارٹی کے ساتھ مل بیٹھنے کو تیار نہیں تو یہ بات نامناسب ہے۔ یہ جمہوری روایات کے خلاف ہے۔ کیونکہ ایک ملک میں اکثریتی پارٹی ایک ہی ہوتی ہے دو ملک نہیں کہ دو اکثریتی پارٹیاں ہوں۔

جنرل یحییٰ خان کو خدشہ تھا کہ اسمبلی کا سیشن ہوا تو پاکستان پیپلز پارٹی اس کا بائیکاٹ کرے گی۔ اور اس میں شرکت نہیں کرے گی اور اس صورتحال میں اسے اجلاس لازماً ملتوی کرنا پڑے گا۔ مولانا نورانی نے جنرل یحییٰ کے وضع کردہ "لیگل فریم ورک آرڈر" کا حوالہ دیا کہ اس کے مطابق صدر کو اجلاس بلا کر ملتوی کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ اگر کچھ رکن شریک نہیں ہونا چاہتے تو نہ ہوں۔ انہوں نے صدر یحییٰ کو بتایا کہ "آپ کی ذمہ داری یہ نہیں کہ کسی کو مجبور کریں آپ نے ہی قانون بنایا ہے کہ اسمبلی کا ہر رکن دس دن کے اندر حلف اٹھالے ورنہ اس کی رکنیت ختم کر دی جائے گی۔ جب یہ قانون بھی موجود ہے تو پھر فکر کی کیا بات ہے؟" جنرل یحییٰ کا جواب یہ تھا "نہیں جناب! دھمکیاں دی جا رہی ہیں اس لئے مجھے خدشہ ہے کہ کہیں بڑا ہنگامہ کھڑا نہ ہو جائے۔" مولانا نورانی نے تجویز پیش کی۔ "جناب! آپ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ہیں ان ضابطوں کو حرکت میں لائیے جو آپ نے بنائے ہیں۔ اگر مغربی پاکستان کے تمام ممبران اسمبلی متفقہ طور پر اسمبلی سے بائیکاٹ کا فیصلہ کر لیں گے تو مشرقی پاکستان کے عوام یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں گے کہ مغربی پاکستان کے عوام کو ان کی اکثریت گوارا نہیں۔ اور ارباب اقتدار مشرقی پاکستان والوں کو شریک اقتدار کرنا نہیں چاہتے۔ اس لئے ہر ایسی تحریک کو جس میں ذرہ برابر بھی کسی امتیاز کا شائبہ ہو تقویت پہنچانا اور

> **یحییٰ کے معتمد ایک**
> **جنرل نے کہا تھا کہ ہم ان**
> **کالے بنگالیوں کو اپنے اوپر**
> **حکومت**
> **نہیں کرنے دیں گے!**

ایسے جذبے کی ہمت افزائی کرنا درست نہیں۔ لہٰذا وقت مقررہ کے مطابق اسمبلی کا اجلاس ہونا چاہئے کورم ہر نوع پورا ہو گا۔" لیکن یحییٰ خان اپنی ضد پر اڑا رہا اور یہ اصرار کرتا رہا کہ بہرحال میں سوچ رہا ہوں کہ مغربی پاکستان کے اراکین اسمبلی کیا طرز عمل اختیار کرتے ہیں جبکہ مولانا نورانی کا مشورہ یہی تھا کہ اجلاس کسی صورت بھی ملتوی نہیں کرنا چاہئے۔ جنرل یحییٰ خان نے مولانا نورانی سے پوچھا "کیا آپ کی جماعت اسمبلی کے اجلاس میں شریک ہوگی؟" مولانا نے دو ٹوک الفاظ میں جواب دیا "بالکل شریک ہوگی۔" اس سوچ کی حوصلہ افزائی کے بجائے جنرل یحییٰ کے ریمارکس یہ تھے "بہتر تو یہی ہے کہ شرکت نہ کی جائے۔ کیونکہ مغربی پاکستان کی اکثریتی پارٹی شریک نہیں ہوگی۔ کیا آپ لوگ ان کی دھمکیاں نہیں سن رہے؟ کہیں خون خرابہ نہ ہو جائے۔" جنرل یحییٰ کے ان الفاظ سے پیپلز پارٹی کی طرف اس کا جھکاؤ واضح نظر آ رہا تھا اور وہ دیگر جماعتوں کو ترغیب دے رہا تھا کہ اسمبلی کے اجلاس کا بائیکاٹ کیا جائے۔ بالفاظ دیگر آئینی طریقے پر منتخب شدہ اسمبلی کے باضابطہ اجلاس کو ناکام بنانے کے منصوبے بنائے جا رہے تھے۔ جنرل یحییٰ کی دلی تمنا معلوم کرنے کے بعد مولانا نورانی نے پوچھا "اگر آپ کا ارادہ یہی ہے کہ مغربی پاکستان کے اراکین شامل نہ ہوں تو پھر تین مارچ کے سیشن میں شرکت کے لئے آپ نے "سمن" کیوں جاری کرائے تھے؟ اگر وہ سمن جاری نہ کیے گئے تھے اور بعد میں یہ معلوم ہوا تھا کہ پھر ارکان شریک ہوں گے تو "سمن" واپس لے لئے جاتے۔ یا اب اگر آپ چاہتے ہیں کہ کوئی شریک نہ ہو تو سمن واپس لے لئے جائیں۔" جنرل یحییٰ نے اس پر آمادگی ظاہر کی تو مولانا نورانی نے برملا کہا "چونکہ اسمبلی کے اجلاس کے "سمن" مل چکے ہیں لہٰذا ہم شرکت کے لئے ضرور ڈھاکہ جائیں گے۔ ہر پارٹی اپنا فیصلہ کرنے میں آزاد ہے۔ عوام کے منتخب نمائندے چونکہ عوام کی طرف سے اسمبلی میں جانے کے لئے چنے گئے ہیں بائیکاٹ کرنے کے لئے نہیں۔ اس لئے ہم ڈھاکہ جانے پر مجبور ہیں۔" جنرل یحییٰ کے پاس مولانا نورانی کے اس استدلال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اور وہ خاموش ہو گیا۔ مولانا نورانی نے جنرل کو مخاطب کر کے کہا۔ "مسٹر پریذیڈنٹ! آپ کو معلوم ہے کہ مشرقی پاکستان کے عوام میں شدت جذبات سے بڑا خطرناک لاوا پک چکا ہے جو اب کسی وقت بھی پھٹ سکتا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ لاوے کو پکانے میں کن لوگوں کا حصہ ہے اس کے پھٹنے کا صحیح وقت وہ ہو گا جب آپ ۳ مارچ کے اجلاس کو ملتوی کرنے کا اعلان کر دیں گے۔ مسٹر پریذیڈنٹ! کیا آپ کے علم میں وہاں کی صحیح صورت حال لائی گئی ہے؟"

جنرل یحییٰ خان صورتحال سے مطمئن تھا اور اس کا موقف یہ تھا کہ مشرقی پاکستان میں فوجیں موجود ہیں اور حالات پر مکمل کنٹرول ہے۔ جنرل نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "میں اس لاوے کو پھٹنے نہیں دوں گا" جنرل فوجی ایکشن کا فیصلہ کر چکا تھا اور اس کے نزدیک صورتحال کا صرف یہی حل تھا۔ مولانا نورانی نے ماضی کے حوالے سے یاد دلایا کہ "ایوب خان کے دور میں ۱۹۶۶ء میں فوج بلوچستان میں بگٹی اور مینگل قبائل سے کئی ماہ برسرپیکار رہی تھی اور ان دونوں قبائل کے خلاف ہوائی جہاز تک استعمال کئے گئے۔ لیکن ناکامی ہوئی، محل وقوع کے اعتبار سے بلوچستان میں پہاڑیاں تھیں تو مشرقی پاکستان میں جنگلات ہیں۔ اور یہ دونوں چیزیں گوریلا جنگ کے لئے بہترین ہیں۔ اگر ہم یہاں قریب ترین ہونے کے باوجود اور جملہ وسائل کو بروئے کار لا کر بھی "معافی" مانگ کر ہٹ سکتے ہیں تو کیا وہاں ایسی پوزیشن نہیں آجائے گی؟"

جنرل یحییٰ خان مولانا نورانی کے اس منطقی استدلال کا واضح جواب نہ پا کر غصے میں آ گیا "کسی قسم کی معافی نہیں مانگی گئی تھی" معافی کا لفظ اسے ناگوار گزرا تھا۔ مولانا نورانی نے وضاحت کی "آرمی ایکشن ختم کر دینا سرداریاں بحال کر دینا معافی مانگنے ہی کے مترادف

ہے۔"

جنرل یحییٰ کسی طرح بھی حالات کی سنگینی کا اقرار کرنے کے لئے تیار نہیں تھا اور اس کا جواب یہ تھا "جناب اب وہ وقت گزر چکا ہے" مولانا نورانی نے جنرل کو ایک دفعہ پھر غور و فکر کی دعوت دی "خوب غور کر لیجئے کہ ہم ترقی یافتہ ممالک کی صف میں نہیں ترقی پذیر ملک ہیں ترقی یافتہ ملک امریکہ بھی ویت نام میں کمبل کو چھوڑنا چاہتا ہے مگر کمبل اسے نہیں چھوڑتا۔" مولانا نے فوجی کارروائی کے نتیجے میں پیدا ہونے والی صورت حال کا تجزیہ کرتے ہوئے جنرل کو بتایا "پاکستان کے مشرقی خطے کے مسلمانوں کے خلاف بغیر کسی معقول سبب کے فوجی کارروائی کرنے کے نتائج انتہائی خطرناک ہوں گے اور بھارت کے لئے بڑی سازگار فضا پیدا ہو جائے گی کہ مشرقی پاکستان کی طرف لپک پڑے اور اس طرح مشرقی پاکستان کے چھ کروڑ مسلمان بھارت کے طوق غلامی کا شکار ہو جائیں گے" مگر جنرل یحییٰ مستقبل کی صورت حال کا صحیح تجزیہ کرنے کی صلاحیت کھو چکا تھا اس کا جواب ایک آمر کا جواب تھا اس قسم کے تمام اندیشے بے سود ہیں اور ہماری فوجیں ہر قسم کے خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں آپ فکر مند نہ ہوں ہم حالات کو خوب سمجھ چکے ہیں" جنرل کی گفتگو سے یہ بات عیاں ہو رہی تھی کہ یا تو وہ حالات کی سنگینی سے واقف نہیں تھا یا پھر خود فریبی کا شکار تھا۔ اور وہ ہر قیمت پر اقتدار سے چمٹا رہنا چاہتا تھا کوئی صحیح رائے اور مشورہ اس کا ذہن قبول کرنے کو تیار نہیں تھا انہی دنوں مسٹر بھٹو کو لبانغ لاہور میں جلسہ عام سے خطاب کرنے والے تھے، جنرل یحییٰ خاں مسٹر بھٹو کے بیان کی روشنی میں ہی کوئی فیصلہ کرنا چاہتا تھا۔ اس نے مولانا نورانی کو بالآخر واضح طور پر کہہ دیا تھا میں کو لبانغ لاہور میں بھٹو کی تقریر کا منتظر ہوں اس کے بعد اجلاس کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کروں گا میرے پاس دو ٹکٹ ہیں ایک ڈھاکہ کا اور دوسرا اسلام آباد کا اور زیادہ امکان یہی ہے کہ میں اسلام آباد کا ٹکٹ استعمال کروں گا مغربی پاکستان کی اکثریتی پارٹی کی شرکت کے بغیر اسمبلی کے انعقاد کا جواز نہیں ہے" اس ملاقات میں یہ بات بھی واضح ہو گئی تھی کہ جنرل یحییٰ شیخ مجیب الرحمٰن کو اس لئے اقتدار منتقل نہ کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا شیخ مجیب جنرل یحییٰ کو بااختیار صدر نہیں رہنا چاہتے تھے۔ جنرل نے مولانا نورانی سے کہا "مجیب الرحمٰن کا کہنا ہے کہ آپ صدر ہیں، آپ کی صدارت پر ہمیں اعتراض نہیں مگر میں وی وی گری (اس وقت کے بھارتی صدر) جیسا صدر کیوں بنوں۔؟" جب کہ ایک اور ملاقات میں اسی موضوع پر سردار شوکت حیات سے گفتگو کرتے ہوئے کہا میں ملک الرحیہ بلنا پسند نہیں کروں گا۔"

جنرل یحییٰ مسٹر بھٹو کے جس بیان کا انتظار کر رہا تھا اس میں مسٹر بھٹو نے واضح مطالبہ کیا "یحییٰ خان قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی کر دو ہم اجلاس میں شریک نہیں ہوں گے مجیب پہلے ہم سے سمجھوتہ کرے" انہوں نے دھمکی دیتے ہوئے کہا "موجودہ حالات میں اگر قومی اسمبلی کا کوئی ممبر ڈھاکہ گیا تو ہم اس کی ٹانگیں توڑ دیں گے" جنرل یحییٰ نے مسٹر بھٹو کے مشورہ پر فوراً عمل کیا اور یکم مارچ کو اپنی نشری تقریر میں قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی کرنے کا اعلان کر دیا اور پوری قوم پر یہ بات عیاں ہو گئی کہ جنرل یحییٰ خاں مسٹر بھٹو کی پالیسیوں پر عمل پیرا تھا، اور مسٹر بھٹو جس لہجے میں بات کر رہے تھے اس سے ان کے ارادے ظاہر ہوتے تھے لیکن مولانا شاہ احمد نورانی اور دیگر قومی جماعتوں نے ڈھاکہ جانے کا فیصلہ کیا تاکہ شیخ مجیب الرحمٰن سے براہ راست مذاکرات کے ذریعے مفاہمت کی راہ تلاش کی جائے اور ملک کے اکثریتی لیڈر کو اس بات کی یقین دہانی کرائی جائے کہ مغربی پاکستان کے باشعور سیاسی رہنما اکثریتی پارٹی کو اقتدار منتقل کرنے کے حامی ہیں مسٹر بھٹو کی دھمکی کے بعد ڈھاکہ جانے کا مقصد یہ بھی تھا کہ مسٹر بھٹو پر واضح کیا جائے کہ مقتدر سیاسی راہنما پی پی کی پالیسیوں پر عمل در آمد کے پابند نہیں ہیں اور نہ ہی وہ کسی قسم کی دھمکیوں سے مرعوب ہوتے ہیں جنرل یحییٰ خاں کی طرف سے قومی اسمبلی کے اجلاس کے التواء کے اعلان کے دوسرے دن ۲ مارچ کو مولانا نورانی ڈھاکہ روانہ ہو گئے اور ۲۳ مارچ تک وہاں قیام پذیر رہے انہی ایام میں سردار شوکت حیات، خان عبدالولی خان، میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ بھی ڈھاکہ پہنچ گئے مذکورہ بالا قومی راہنماؤں کے ہمراہ مولانا نورانی نے شیخ مجیب الرحمٰن سے متعدد ملاقاتیں کیں بعد میں جنرل یحییٰ بھی انہی دنوں ڈھاکہ چلا گیا تھا

سقوط ڈھاکہ کے اسباب

خان عبدالولی خاں نے جسٹس حمود الرحمٰن کمیشن کے سامنے اپنے بیان میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ "مولانا شاہ احمد نورانی شیخ مجیب الرحمٰن سے مذاکرات کرنے اور عوامی لیگ کو اقتدار منتقل کرنے کے موقف کے حامی تھے، لیکن جنرل یحییٰ شراب نوشی میں اس قدر مدہوش تھا کہ اسے اہم ملکی معاملات اور اقتدار کی منتقلی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اس سلسلے میں ایک واقعہ کی روئیداد ملاحظہ فرمایئے۔ ـ مولانا نورانی کے ڈھاکہ میں قیام کے دوران جنرل یحییٰ نے انہیں ملاقات کے لئے ایوان صدر ڈھاکہ بلایا مولانا نورانی وہاں پہنچے تو جنرل یحییٰ تین چار آدمیوں کے ساتھ جو بظاہر فوجی دکھائی دیتے تھے بیٹھا تھا جنرل شراب پی رہا تھا اور اس کے منہ سے سخت بدبو آ رہی تھی مولانا نورانی نے جاتے ہی پوچھا "مسٹر پریذیڈنٹ! آپ نے کس لئے یاد کیا؟"

یحییٰ خان مدہوشی کے عالم میں بولا "آپ کو معلوم ہے کہ حالات بہت نازک ہو گئے ہیں" جنرل کی گفتگو سے معلوم ہو رہا تھا کہ اسے ملکی معاملات سے کوئی سروکار نہیں تھا وہ صرف خانہ پری کے لئے قومی راہنماؤں سے مذاکرات کا ڈھونگ رچا رہا تھا۔ مولانا نورانی نے اس کی مے نوشی پر اسے سختی سے ڈانٹا "حالات کی نزاکت کا اگر آپ کو احساس ہے تو یہ آپ کیا پی رہے ہیں؟ اس کو ہٹایئے ملک شدید قسم کے سیاسی بحران سے گزر رہا ہے اور آپ مے نوشی کی محفلوں میں سیاسی معاملات پر بات کرتے ہیں۔؟ اس شراب کو ہٹایئے ورنہ ہم جاتے ہیں" اور یہ کہہ کر مولانا نورانی کھڑے ہو گئے جنرل یحییٰ کھسیانا ہو گیا گلاس اور بوتل ہٹا کر کہنے لگا "تشریف رکھیئے!"

گفتگو شروع ہوئی تو جنرل نے کہا "مجیب الرحمٰن نے دو اسمبلیوں کا مطالبہ کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی مجیب سے اس موضوع پر بات کریں" مولانا نورانی نے جواب میں اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ "ملک کی سالمیت کے لئے ہم ہر حال میں مجیب سے بات کریں گے مولانا نورانی نے شیخ مجیب سے فوری طور پر رابطہ قائم کر کے اس سے تفصیلی مذاکرات کئے۔

جنرل یحییٰ نے صلاح مشورے کے لئے اسی شام پھر ایوان صدر میں مدعو کیا۔ مولانا نورانی کے علاوہ میاں ممتاز دولتانہ، سردار شوکت حیات، مفتی محمود، خان عبدالولی خان بھی ان مذاکرات میں شریک تھے، جنرل یحییٰ نے مولانا نورانی سے مخاطب ہو کر پوچھا "کہئے! شیخ مجیب سے ملاقات کیسے رہی؟"

مولانا نورانی نے دو ٹوک جواب دیا "مسٹر پریذیڈنٹ اقتدار کی منتقلی کا فوری بندوبست کیجئے ورنہ ملک ٹوٹ جائے گا ہم نے پہلے ہی آپ سے کہہ دیا تھا کہ اسمبلی کا سیشن ملتوی نہ کیجئے گا اس پر جنرل نے پوچھا "میں کون سے قاعدے اور قانون کے تحت اقتدار منتقل کر سکتا ہوں؟ مولانا نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ آپ کو کون سے قاعدے اور قانون کے تحت اقتدار منتقل ہوا تھا؟ جب کہ ۱۹۶۲ء کے بعد اقتدار اسمبلی کو منتقل ہونا چاہئے تھا۔"

اسی دوران جنرل پیرزادہ نے مداخلت کرتے ہوئے کہا "صدر صحیح کہتے ہیں اقتدار کیسے منتقل ہو سکتا ہے۔؟"

(جاری ہے)

بابری مسجد کے حق میں ناقابل تردید ثبوت

وی ایچ پی اور بابری مسجد ایکشن کمیٹی نے جو دستاویزات پیش کئے ہیں ان کی تفصیل ہی دنیا نے اپنے ذرائع سے حاصل کی ہے۔ مسلمانوں نے بابری مسجد پر اپنے دعوے کے ثبوت میں جو کاغذات پیش کئے ہیں۔

۱۔ بھارتیہ ودیا بھون کی شائع کردہ ہندوستان کے سابق گورنر جنرل سی راج گوپال آچاریہ کی رامائن۔

۲۔ بی بارڈی وی راما سوامی کی رامائن۔

۳۔ بھگوان رام کی کہانی کے سلسلہ میں جواہر لال نہرو کے خیالات۔

۴۔ روپا اینڈ کمپنی کلکتہ کی شائع کردہ کتاب "رام کی داستان کا منبع اور فروغ......" (جس میں بتایا گیا ہے کہ موجودہ اجودھیا وہ نہیں ہے جس کا ذکر بالمیکی رامائن میں ہوا ہے)

۵۔ دلت ساہتیہ اکاڈمی بنگلور کی شائع کردہ ایس ایس سری دھر مورتی کی تصنیف "رام، رامائن اور بابر"۔

۶۔ مسز نیلوفر احمد اور ڈاکٹر آر ایل شکلا کی تصنیف بابری مسجد یا رام جنم بھومی"۔

۷۔ جتک (سدھارتھ جتک) جو گوتم بدھ کے سابقہ جنموں کی کہانیوں پر مشتمل ہے جس سے یہ پتہ لگتا ہے کہ موجودہ اجودھیا بالمیکی رامائن والی اجودھیا نہیں ہے۔

۸۔ ساہتیہ اکاڈمی مدراس کی شائع کردہ کتاب "ایشیا میں رامائن کی روایت" جس میں رامائن کے مختلف قصوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۹۔ ملاڈی وینکٹا رتنم کی کتاب "رام......... مصر کا عظیم ترین فرعون" جو ۱۹۳۴ء میں طبع ہوئی تھی

۱۰۔ وستار پبلی کیشن کی شائع کردہ کتاب "متنازعہ مسجد۔ ایک تاریخی تحقیق" جس میں لکھا گیا ہے کہ بابری مسجد کی تعمیر خالی زمین پر کسی سابقہ مندر کو توڑ کر نہیں کی گئی ہے۔

۱۱۔ ارون دھتی داس کے مضامین جن میں وی ایچ پی کے ذریعہ تاریخ کو مسخ کرنے کی کوششوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

> **۱۵۲۸ء سے ۱۸۸۵ء تک**
> **بابری مسجد پر مسلمانوں کے**
> **بلا شرکت غیرے قبضہ**
> **کی تصدیق ہوتی ہے۔**

۱۲۔ شیر سنگھ کی زیر طبع کتاب موسومہ "دکھبری دروازہ سے بابری مسجد تک" سے اقتباسات جن میں وی ایچ پی کے ذریعہ تاریخ کو مسخ کئے جانے کی کوشش کا پتہ چلتا ہے۔

۱۳۔ معتبر حوالہ جات کے ساتھ راجیش کوچھڑ کا مضمون بعنوان "کیا رام کی اجودھیا واقعی افغانستان میں تھی۔ ۱۴ چدانند داس گپتا کا مضمون جس کا مرکزی تصور یہ ہے کہ رام جنم بھومی تحریک تاریخی حقائق کو نظر انداز کر کے نئی تاریخ بنانے کی کوشش ہے۔

۱۵۔ پرانو کے چودھری کا مضمون بعنوان رام جنم بھومی پر کوئی رام مندر کبھی نہ تھا۔ "اس مضمون میں ثابت کیا گیا ہے کہ بابری مسجد جس جگہ پر بنی ہے وہاں کبھی کوئی مندر نہ تھا۔

۱۶۔ بدھ ششٹھی پر ... کا مضمون بعنوان "اجودھیا کے بارے میں تاریخ کیا کہتی ہے" جس میں اجودھیا کے بارے میں تاریخی حقائق بیان کئے گئے ہیں۔

۱۷۔ مکھن لال کا مضمون بعنوان "تاریخ کا بیجا استعمال" جس میں بتایا گیا ہے کہ اجودھیا کے سلسلہ میں حقائق کو مسخ کیا گیا ہے۔

۱۸۔ سید یوسف خاں کا مضمون جس میں آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا کی روشنی میں بحث کی گئی ہے کہ کسی مندر کو توڑ کر مسجد نہیں تعمیر کی گئی تھی۔

۱۹۔ پرفل بدوائی کا مضمون بعنوان "[illegible]......... [illegible]"

بابری مسجد ایکشن کمیٹی کی دیگر دستاویزات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ ان کا تعلق عصری تاریخی شواہد سے ہے۔

۱۔ بابری مسجد پر لگے ہوئے دو کتبوں کی فوٹو کاپیاں جس سے ظاہر ہے کہ ۱۵۲۸ء میں میر باقی تاشقندی نے بابری مسجد تعمیر کی تھی۔ ۲۔ بابر کی وصیت کی فوٹو کاپی (فارسی ترجمہ) جو ڈاکٹر آر ایل شکلا اور مسز نیلوفر احمد کی کتاب موسومہ "بابری مسجد یا رام جنم بھومی" سے لی گئی ہے۔ اس سے بابر کے اعلیٰ سیکولر کردار کی نشاندہی ہوتی ہے۔ ۳۔ بابر نامہ کے صفحہ ۲۰۲ کی فوٹو کاپی۔ ۴۔ بابر نامہ جس کا ترجمہ ترکی زبان سے اینیٹ سوسنہ بیورج نے کیا ہے۔

۵۔ ۷۵۔ ۷۴۔ ۷۳۔ ۱۹۷۲ء کے دوران الیگزینڈر کننگھم کی رپورٹ کی فوٹو کاپیاں (آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا کی رپورٹ) جلد اول جن میں کہیں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ بابری مسجد کی جگہ پر

کوئی مندر تھا جسے گرایا گیا ہو۔ ۶۔ مغل فن تعمیر کی تاریخ کے چند صفحات کی فوٹو کاپی۔ یہ کتاب ۱۹۸۲ء میں امریکہ میں چھپی تھی جس میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ اسلام میں مسجد کے لئے کسی خاص ڈیزائن کو اختیار کرنا ضروری نہیں۔ ۷۔ یوپی ڈسٹرکٹ گزیٹیر فیض آباد کے صفحہ ۳۶ اور ۴۷ کی فوٹو کاپی مطبوعہ یوپی سرکار اور مرتبہ ایشیا بستی جوشی جس میں بابری مسجد کی جگہ پر کسی مندر کے گرائے جانے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

بابری مسجد ایکشن کمیٹی نے کچھ دستاویزات ایسے بھی پیش کئے ہیں جن کی رو سے ۱۵۲۸ء سے ۱۸۸۵ء تک بابری مسجد پر مسلمانوں کے بلا شرکت غیرے قبضہ کی تصدیق ہوتی ہے۔ یہ دستاویزات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ نقل رجسٹر تحقیقات معافی مشمولہ مثل تحقیقات معافی نمبر مقدمہ ۵۳ رجسٹر مثل بند مقدمہ رجب علی و محمد اصغر معافی داران ساکن موضع سہنوا پرگنہ حویلی اودھ منفصلہ ۱۴ مارچ ۱۸۶۰ء ۲۔ لگان سے مستثنیٰ گرانٹ کے لئے رجسٹر معافی کی نقل۔ ۳۔ نقل انتخاب رجسٹر وغیرہ (ج) معافی شرعیہ تحصیل فیض آباد مشمولہ فہرست رجسٹر نمبر ۶ موضع بھورن پور پرگنہ حویلی تحصیل و ضلع فیض آباد۔ ۴۔ سیکریٹری چیف کمشنر اودھ کے اس خط کی فوٹو کاپی جو انہوں نے ۲۵ اگست ۱۹۶۳ء کو فیض آباد ڈویژن کے کمشنر کو لکھا تھا اس خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ بابری مسجد اجودھیا ضلع فیض آباد کے لئے گورنر جنرل نے چیف کمشنر کی اس تجویز کو منظور کر لیا ہے کہ ۳۰۲ روپے تین آنے۔ چھ پائی کی دائمی گرانٹ دی جائے۔ ۵۔ نقل روبکار کچہری کلکٹری ضلع فیض آباد باجلاس مسٹر بارک کارننگی صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر واقع تاریخ ۳۱ ماہ اگست ۱۸۶۳ء چٹھی نمبری ۲۴۸۲۰ مورخہ ۲۵ ماہ اگست ۱۸۶۳ء ۶۔ نقل روبکار کچہری کلکٹری فیض آباد باجلاس مسٹر بارک کارننگی صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر واقع ۱۳ دسمبر ۱۸۶۵ء نمبر ۲۱۰۵ مورخہ ۶ ستمبر ۱۸۶۵ء ۷۔ نقل بطور سند صیغہ نزول بحضور منشی نند کشور صاحب بہادر ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ۸۔

ہری کشن سب جج فیض آباد نے مہنت رگھورداس کا مقدمہ خارج کردیا، اور رام چبوترے پر مندر تعمیر کرنے کی اجازت نہیں دی تھی

مقدمہ نمبر ۵ موضع بہرام پور تعلقہ پرگنہ حویلی اودھ کے فیصلہ و ڈگری مورخہ ۳ جنوری ۱۸۷۰ء کی نقل (محمد افضل علی، محمد اصغر بنام سرکار) اور موضع بھورن پور میں محمد اصغر اور محمد افضل علی کے حق میں مال گزاری سے مستثنیٰ ملکیت کے حق میں ڈگری۔ ۹۔ عرضی دعویٰ مورخہ ۲۲۔ ۲۔ ۱۸۷۰ء کی نقل (محمد اصغر وغیرہ بنام سرکار بہادر) اور موضع بھورن پور میں محمد اصغر اور محمد افضل علی کے حق میں مال گزاری سے مستثنیٰ ملکیت کے حق میں ڈگری۔ ۱۰۔ نقل نمبرداری مشمولہ مثل حقیقت بندوبست سابق جلد پختہ نمبر رجسٹر عام ۱۵۰۴۶ منفصلہ ۲۲ اگست ۱۸۷۱ء

بابری مسجد ایکشن کمیٹی نے، مہنت رگھوور داس، مہنت جنم استھان اجودھیا (مقدمہ نمبر ۲۸۰/ ۶۱ سال ۱۸۸۵) کی جانب سے بابری مسجد کے سامنے چبوترے پر مندر کی تعمیر کے لئے جو مقدمہ دائر کیا تھا، اس کے سلسلہ میں مسلمانوں کے حق میں تین فیصلوں سے متعلقہ کاغذات بھی پیش کئے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ مقدمہ نمبر ۲۸۰ / ۶۱ سال ۱۸۸۵ء کی اصل درخواست کی نقل (اس سے ظاہر ہے کہ ہندوؤں نے بابری مسجد پر مسلمانوں کے قبضہ کو تسلیم کیا ہے) اسی مقدمہ میں متولی بابری مسجد محمد اصغر کا بیان تحریری۔ اس میں بھی مسلمانوں کے واحد قبضہ کو ظاہر کیا گیا ہے اور بابری مسجد کے سامنے ۲۳ فروری ۱۸۵۷ء کو رام چبوترے کی تعمیر درج ہے۔ ۳۔ محمد اصغر کے ذریعہ اسی مقدمہ میں داخل کئے گئے دستاویزات کی نقل جس سے ۱۸۵۷ء میں رام چبوترہ کا دستاویزی ثبوت ملتا ہے۔ ۴۔ مسٹر ہری کشن سب جج فیض آباد کے اسی مقدمہ میں ۲۴ دسمبر ۱۸۸۵ء کے فیصلہ کی نقل اس فیصلہ کی رو سے مہنت رگھور داس کا مقدمہ خارج کردیا گیا تھا اور رام چبوترے پر مندر کی تعمیر کرانے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ ۵۔ اپیل نمبر ۲۷ سال ۱۸۸۶ء پر ڈسٹرکٹ جج فیض آباد کی ڈگری کی نقل جس کی رو سے مستغیث کی ۲۶/ ۱۸ مارچ ۱۸۸۶ء کی اپیل رد کردی گئی تھی ۶۔ ۱۸۸۶ء کی دوسری دیوانی اپیل پر جوڈیشل کمشنر اودھ کے ۲ نومبر ۱۸۸۶ء کے فیصلہ کی نقل جس کی رو سے اپیل کنندہ مہنت رگھوبر داس کی دوسری اپیل برائے تعمیر مندر بالمقابل بابری مسجد (چبوترہ) مسترد کردی گئی تھی۔ اس طرح عدالتی لڑائی مسلمانوں کے حق میں فیصل ہوئی تھی۔

بابری مسجد ایکشن کمیٹی نے ۱۸۸۵ء سے ۲۲ دسمبر ۱۹۴۹ء تک بابری مسجد پر مسلمانوں کے بلا شرکت غیرے قبضہ کے سلسلہ میں بھی مندرجہ ذیل دستاویزات پیش کئے ہیں۔

۱۔ بابری مسجد کے لئے گرانٹ کے سلسلہ میں ممالک متحدہ کے ری ممبر نسر کے خط مورخہ ۶۔ ۱۲۔ ۱۹۱۲ء کی نقل ۲۔ نقل فارم رجسٹری وقف زیر دفعہ ۳۸ یوپی مسلم وقف ایکٹ نمبر ۳۶ سال ۱۹۳۶ء مشمولہ وقف نمبر ۲۶ فوجداری۔ ۳۔ نقل حساب داخلہ سید محمد ذکی بمقدمہ نمبری ۶۴ منفصلہ ۹ جولائی ۱۹۲۵ء باجلاس جناب حاکم تحصیل دار صاحب بہادر فیض آباد ۴۔ نقل حساب داخلہ سید محمد ذکی مشمولہ مثل مقدمہ نمبری ۳۸ منفصلہ ۳۰ مارچ ۱۹۲۶ء باجلاس جناب حاکم تحصیل دار صاحب بہادر فیض آباد۔ ۵۔ نقل حساب داخلہ محمد ذکی بمقابلہ نمبری ۸ منفصلہ ۲۳ اگست ۱۹۲۷ء باجلاس حاکم تحصیل دار صاحب بہادر فیض آباد ۶۔ نقل حکم اجلاس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر فیض آباد مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۲۹ء ۷۔ جناب ای ایل نارٹن صاحب بہادر لیگل ری ممبر نسر سرکار ممالک متحدہ کے خط بنام مرتضیٰ حسین و دیگر باشندگان اجودھیا و فیض آباد بسلسلہ درخواست زیر دفعہ ۹۲ سی پی سی منجانب حافظ ممتاز حسین وغیرہ بنام مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۹۲۹ء کی نقل ۸۔ نقل خسرہ آبادی کوٹ رام چندر پرگنہ حویلی اودھ تحصیل و ضلع فیض آباد ۱۹۳۱ء ۹ نقل حکم مسٹر ملز مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۳۴ء برائے صفائی بابری مسجد بعد فسادات ۱۹۳۴ء جس میں بابری مسجد کے کچھ حصوں کو نقصان پہنچا تھا۔

اس تحریری بیان کے پیراگراف ۱۲ اور ۱۳ میں بابری مسجد رام جنم بھومی تنازعہ کے سلسلے میں حقیقت حال کی وضاحت کی گئی ہے

۱۰- ضلع مجسٹریٹ کے حکم مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۴ء کی نقل برائے منظوری معاوضہ .... ۱۱- نقل درخواست تہور خان مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۳۵ء از فائل بابری مسجد اجودھیا فیض آباد ۱۲- تہور خان کی درخواست پر ڈپٹی کمشنر فیض آباد کے مورخہ ۲۶ فروری ۱۹۳۵ء کے حکم کی نقل۔ ۱۳- بابری مسجد اجودھیا کے سلسلہ میں تہور خان کے تخمینہ جات مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۳۵ء کی نقل ۱۴- بابری مسجد اجودھیا کے سلسلہ میں تہور خان کی درخواست مورخہ ۱۶ اپریل ۱۹۳۵ء کی نقل۔ ۱۵- اسسٹنٹ انجینئر پی ڈبلیو ڈی فیض آباد مسٹر زور آور شرما کے بابری مسجد اجودھیا کے سلسلہ میں معائنہ نوٹ مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۳۵ء کی نقل ۱۶ نقل درخواست تہور خان مورخہ ۲ جنوری ۱۹۳۵ء بابت چیک روپیہ مرمت مسجد بعدالت جناب حاکم تحصیل دار صاحب بہادر فیض آباد۔ ۱۷- مبارک علی بل کلرک کی رپورٹ مورخہ ۲۷ جنوری ۱۹۳۶ء کی نقل بسلسلہ ادائیگی بل ٹھیکہ دار تہور خان جس نے بابری مسجد اجودھیا کی مرمت کی تھی۔ ۱۸- بابری مسجد اجودھیا کی مرمت کے سلسلہ میں مسٹر اے ڈی ڈکسن کی ۲۹ جنوری ۱۹۳۶ء کی ہدایت کی نقل ۱۹- ڈپٹی کمشنر فیض آباد کے نام تہور خان کی ۳۰-۴-۱۹۳۶ کی درخواست برائے ادائیگی اخراجات مرمت بابری مسجد کی نقل ۲۰- نقل درخواست عبدالغفار پیش امام مسجد بابری ۲۰ اگست ۱۹۳۸ء بحضور جناب وقف کمشنر بہادر ضلع فیض آباد بابت تحکمہ۔ ۲۱ سید محمود زیدی کی جانب سے وقف کمشنر فیض آباد کو مسلم وقف ایکٹ ۱۹۳۶ء کی دفعہ ۴ کے تحت نوٹس کے خلاف درخواست مورخہ ۲۰ / ۱۹ جولائی ۱۹۳۸ء کی نقل۔ ۲۲- سید محمود زیدی کی درخواست پر ڈسٹرکٹ وقف کمشنر کے حکم مورخہ ۱۶ دسمبر ۱۹۳۸ء کی نقل ۲۳ ڈسٹرکٹ وقف کمشنر فیض آباد کے حکم مورخہ ۸ فروری ۱۹۴۱ء کی نقل ۲۴ نقل انتخاب فہرست اوقاف واسطے وقف نمبر ۲۶ مسجد بابری ضلع فیض آباد مطبوعہ یوپی گورنمنٹ گزٹ ۲۶ فروری ۱۹۴۴ء ۲۵- مقدمہ نمبر ۲۹ سال ۱۹۴۵ء (شیعہ سنٹرل وقف بورڈ یوپی) میں ۳۰ مارچ ۱۹۴۶ء کے فیصلہ کی نقل (یہ مقدمہ شیعہ سنٹرل وقف بورڈ یوپی نے سنی سنٹرل وقف بورڈ یوپی پر دائر کیا تھا اور عدالت نے مستغیث کا دعویٰ باطل قرار دے دیا تھا) ۲۶ نقل مراسلہ دفتر سنی سنٹرل وقف بورڈ نمبر ۷- ۲۶،۷،۵۰۰ بنام منشی جواد حسین متولی مشمولہ مثل وقف نمبر ۲۶ ضلع فیض آباد

بابری مسجد ایکشن کمیٹی نے آزاد ہندوستان میں ۲۳ دسمبر ۱۹۴۹ء کے بعد سے سیکولر ذہن کے مسلمانوں سے نا انصافی اور زیادتی کے ثبوت میں بھی کچھ دستاویزات کی تفصیل پیش کیے ہیں۔ ان دستاویزات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱- رام دیو دوبے انچارج پولیس تھانہ اجودھیا کے کانسٹیبل ماتا پرساد کی ۲۳ دسمبر ۱۹۴۹ء کی اس اطلاع پر درج شدہ رپورٹ کی نقل کہ واقع ۲۲ / ۲۳ دسمبر

سنہ ۱۹۳۴ء میں بابری مسجد کے کچھ حصوں کو نقصان پہنچا تھا

۱۹۴۹ء کو ہوا یہ رپورٹ تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۴۵ کے تحت سرکار بنام بابری مسجد رام جنم بھومی تھانہ اجودھیا ضلع فیض آباد کے مقدمہ میں مسٹر مارکنڈے سنگھ مجسٹریٹ درجہ اول و ایڈیشنل مجسٹریٹ فیض آباد و اجودھیا کے حکم کی نقل معہ اسکیم انتظام داخل کردہ بذریعہ پریہ دت رام ریسیور سٹی کورٹ مجسٹریٹ فیض آباد بسلسلہ مقدمہ ہذا ۳- آر ایس نمبر ۲ سال ۱۹۵۰ء (او او ایس نمبر ۱ ۱۹۸۹ء کی درخواست نقل جو گوپال سنگھ وشارد بنام ظہیر احمد وغیرہم کے معاملہ میں سول جج فیض آباد کی عدالت میں دی گئی تھی ۴- آر۔ ایس نمبر ۲۵ سال ۱۹۵۰ء (او او ایس نمبر ۱ سال ۱۹۸۹ء) کی درخواست کی نقل جو شری پرم ہنس رام چندر داس نے ظہیر احمد وغیرہم کے خلاف سول جج فیض آباد کی عدالت میں دائر کی تھی۔ ۵- مدعا علیہ نمبر ۶ یعنی یوپی سرکار کی ... آر ایس نمبر ۲ ۱۹۵۰ء کے سلسلہ میں داخل کیے گئے بیان تحریری کی نقل۔ اس تحریری بیان کے پیراگراف ۱۲ اور پیراگراف ۱۳ میں بابری مسجد رام جنم بھومی تنازعہ کے سلسلہ میں حقیقت حال کی وضاحت کی گئی ہے۔ ۶- مدعا علیہ نمبر ۹ یعنی سپرنٹنڈنٹ پولیس فیض آباد کے اس مقدمہ میں داخل کیے گئے بیان تحریری کی نقل۔ اس بیان کے پیراگراف ۱۲ اور ۱۳ میں بھی بابری مسجد رام جنم بھومی تنازعہ کے سلسلہ میں اسی حقیقت بیانی سے کام لیا گیا ہے جو یوپی سرکار کے بیان میں تھی۔ ۷- اسی مقدمہ میں کمشنر کی رپورٹ مورخہ ۳ اگست ۱۹۵۰ء کی نقل۔ اس سے بھی مسلمانوں کے دعوے کی تصدیق ہوتی ہے۔ ۸- اسی مقدمہ میں مدعا علیہ نمبر ۶ یعنی یوپی سرکار کی طرف سے داخل کیے گئے تحریری بیان کی نقل جس کے پیراگراف ۱۴ اور ۱۵ سے پوری طرح بابری مسجد پر عرصہ دراز سے مسلمانوں کے قبضہ کی تصدیق ہوتی ہے۔ ۹- مدعا علیہ نمبر ۷- یعنی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ فیض آباد کے اس مقدمہ کے سلسلہ میں تحریری بیان کی نقل جس کے پیرا گراف ۱۴ اور ۱۵ سے بابری مسجد پر عرصہ دراز سے مسلمانوں کی ملکیت اور قبضہ کی تصدیق ہوتی ہے۔ ۱۰- اسی مقدمہ میں یوپی سرکار کے اعتراض کی نقل۔ یہ اعتراض مدعی کی جانب سے عارضی حکم امتناعی کے اجراء کی درخواست کے خلاف داخل کیا گیا تھا۔ ۱۱- مدعی پرم ہنس رام چندر داس کی مقدمہ ہذا میں درخواست مورخہ ۳۰ جنوری، یکم فروری اور حلف نامہ مورخہ یکم فروری ۱۹۵۱ء کی نقول۔ ۱۲- مقدمہ نمبر ۲۶ ۱۹۵۹ء یعنی نرموہی اکھاڑہ بنام بابو پریہ دت رام وغیرہ (او او ایس نمبر ۳ ۱۹۸۹ء) میں مستغیث کی درخواست کی نقل جو بعدالت سول جج فیض آباد پیش کی گئی تھی۔ ۱۳- مولوی عبدالغفار و پیش امام کی درخواست کی نقل۔ یہ درخواست رٹ پٹیشن نمبر ۷۴۶ سال ۱۰/۶ء (محمد احمد بنام ڈسٹرکٹ جج فیض آباد وغیرہ) کے سلسلہ میں ۲۸ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو دی گئی تھی۔ ۱۴ دھرم داس کے بیان تحریری مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۸۹ء کی نقل جو در معاملہ آر ایس نمبر ۱۲ ۱۹۵۱ء (یعنی او۔ او ایس نمبر ۴ ۱۹۸۹ء سنی سنٹرل وقف بورڈ وغیرہ بنام شری گوپال سنگھ وشارد وغیرہ میں) دیا گیا تھا۔

(بشکریہ ہفت روزہ نئی دنیا نئی دہلی)

کیا خوب نگہبانی کی کعبے کے نگہبانوں نے

قیوم احمد صدیقی

کہنے کو تو امریکی حکومت (امریکی عوام نہیں) پوری دنیا میں جمہوریت، انصاف، عدم مداخلت اور انسانی حقوق کی علمبردار رہی ہے۔ امریکی حکومت اور اس کے ذرائع ابلاغ چیخ چیخ کر پوری دنیا میں اعلان کرتے رہے ہیں کہ ہم اقوام عالم کی آزادی کی تمام تحریکوں کی حمایت کرتے ہیں۔ ایک طویل عرصے تک امریکی حکومت کی پالیسی کا ایک اہم ستون یہ رہا ہے کہ روسی حکومت اور اس کے زیر اثر مشرقی یورپ کے ممالک اور دیگر اشتراکی حکومتوں کے خلاف انسانی حقوق اور زیادہ آزادی کی تحریکوں کی حمایت کرتا رہا ہے۔ مگر جب اپنی باری آتی ہے تو وہ انسانی حقوق، آزادی، غیر جانبداری اور علاقائی سالمیت جیسے اصولوں کو یکسر فراموش کر دیتا ہے اور اپنی طاقت کے بل بوتے پر چھوٹے اور کمزور ملکوں پر چڑھ دوڑتا ہے اس کی بہت ساری مثالیں موجود ہیں مگر تازہ ترین مثالوں میں کیریبین کی چھوٹی سی مملکت گرینیڈا اور پنامہ میں جو حرکت امریکہ نے کی ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے کچھ اور گرینیڈا پر امریکی افواج نے یلغار کی اور چند گھنٹوں میں اس چھوٹی سی مملکت پر قبضہ کر لیا اور ایک طویل عرصے تک بلکہ اب تک وہاں امریکی افواج اور امریکی اڈے موجود ہیں یہ دوسری بات ہے کہ وہاں اپنی پسند کے آدمی کو اقتدار میں بٹھا کر اس کی ڈوری واشنگٹن سے ہلاتے ہیں۔ یہی کچھ پنامہ کے ساتھ بھی ہوا چونکہ پنامہ کی حکومت واشنگٹن کی باتوں کو ماننے کے لئے تیار نہ تھی۔ پنامہ کی حکومت نے نہر پنامہ پر اپنی حاکمیت جتلائی تھی اور اس سے گذرنے والے امریکی و دیگر ممالک کے جہازوں کو ٹیکس ادا کرنا پڑتا تھا اس لئے امریکہ نے مختلف حیلے بہانے تلاش کر کے پنامہ پر جارحیت کا جواز پیدا کیا جو کسی بھی اخلاقی اور بین الاقوامی آداب اور قانون کی خلاف ورزی ہے۔ پنامہ میں بھی اس نے اپنے پٹھو بٹھا دیئے اور اس کی لگام واشنگٹن میں اپنے ہاتھ میں رکھی۔

اب ذرا اور ماضی بعید میں جائیں تو ویت نام میں اس کے عزائم کا صاف صاف پتہ چلتا ہے۔ ویت نامی عوام کی مرضی کے خلاف امریکہ نے بھاری تعداد میں اپنے فوجی ویت نام میں اتار دیئے اس وقت اسے آزادی، انسانی حقوق اور علاقائی سالمیت کے اصول قطعی یاد نہ رہے امریکی افواج نے ویت نامی عوام کو بے دریغ قتل کیا اور یہ قتل ایک دو سال نہیں بلکہ تقریباً ۱۲۔ ۱۳ سال تک جاری رہا اس قتل میں مائی لائی گاؤں پر وحشیانہ مظالم کا بدنام زمانہ واقعہ بھی پوری دنیا کی نظروں کے سامنے ہے پتہ نہیں امریکہ کس انصاف اور انسانی حقوق کی بات کرتا ہے۔ امریکی فوجیں اس وقت تک ویت نامی عوام پر ظلم کرتی رہیں جب تک کہ خود امریکی افواج کی ماؤں

> **عالمی فورم پر**
> **سعودیہ کی ترجمانی**
> **امریکہ نے**
> **اپنے ذمہ لے لی ہے؟**

اور بہنوں نے خود امریکہ کی گلی کوچوں میں اپنے بیٹوں اور بھائیوں کی واپسی اور اس بے مقصد اور مبہم جنگ کو ختم کرنے کے خلاف تحریک نہ شروع کر دی۔ خود اس کے اتحادی ملکوں میں بھی امریکہ کے ظالمانہ کردار اور قوموں کو غلام بنانے کے منصوبے کے خلاف تحریک چل پڑی اور برطانیہ و مغرب کے مشہور فلسفی برٹنڈ رسل نے چیخ چیخ کر امریکہ کے مظالم کا پردہ چاک کرنا شروع کیا۔ پوری دنیا جانتی ہے کہ برٹنڈ رسل کوئی سیاسی شخصیت نہیں بلکہ ایک مدبر، فلسفی اور دانشمند ہیں یہ وہی شخص ہے جس نے دوسری جنگ عظیم میں جنگ شروع کرنے کی ذمہ داری صرف ہٹلر پر نہیں ڈالی بلکہ برطانیہ اور امریکہ کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا اس عظیم فلسفی نے ویت نام میں امریکی ظلم کے خلاف ایک عالمی عدالت کا انعقاد کیا۔ جس میں پانچوں براعظموں کے مدبروں فلسفیوں اور دانشوروں کو بطور جج مدعو کیا۔ امریکی انتظامیہ کے دباؤ کے باوجود اس عالمی عدالت نے امریکہ کو بالاتفاق جنگی مجرم قرار دیا۔ اور یہ مطالبہ کیا کہ فوری طور پر امریکہ ویت نام سے اپنا بوریا بستر لپیٹ لے اور ویت نامی عوام کو اپنے مستقبل کا خود فیصلہ کرنے دیں۔ ان تمام دباؤ کے بعد اور ویت نامی عوام کی غیر متزلزل مزاحمت کے باعث بالآخر امریکہ کو ویت نام سے ڈیرہ ڈنڈا اکھاڑنا پڑا۔

امریکہ کی توسیع پسندی اور اس کے جارحانہ عزائم کی داستان یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ دیگر چھوٹے چھوٹے ممالک پر جارحیت کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ اس نے لیبیا پر بھی جارحیت کی سمندر میں اس کی ناکہ بندی کی اس کے بھاری بمبار طیاروں نے لیبیا کے صدارتی محل اور معمر قذافی کی رہائش گاہ پر بمباری کر کے اس کو مکمل تباہ کر دیا اور سینکڑوں لیبیائی باشندوں کے ساتھ ساتھ قذافی کی معصوم بیٹی کو بھی قتل کر دیا یہ دوسری بات ہے کہ قذافی کے بلند حوصلوں اور ان کے غیر متزلزل ارادوں کے سامنے امریکی افواج اور انتظامیہ ناکام ہو کر واپس آ گئی۔

اس سے قبل ایران میں بھی اس وقت کے امریکی صدر جمی کارٹر نے امریکی سفارتخانے کے عملے کو چھڑانے کے لئے ایران پر فضائی حملہ کیا۔ اس حملے میں بھاری تعداد میں جدید طیاروں اور ہیلی کاپٹروں نے حصہ لیا اور کہا جاتا ہے کہ کئی مہینے تک امریکی فضائیہ نے امریکہ میں ان یرغمالیوں کو جو ایران میں تھے چھڑانے کے لئے فوجی مشقیں کیں۔ مگر اس کے باوجود اپنی ناقص منصوبہ بندی کی وجہ سے وہ ایران تک پہنچ تو گئے مگر سفارتخانے تک پہنچنے سے پہلے فضا میں ہی ٹکرا کر پاش پاش ہو گئے۔ اور پھر ان کو اپنی لاشیں اٹھا کر بھاگنے کی بھی نوبت نہیں آئی۔ یہ جارحیت امریکہ نے اس حکومت کے خلاف کی جو ایک جابر و ظالم شہنشاہ کو عوامی طاقت کے ذریعے سبکدوش کر کے قائم ہوئی تھی۔ سب ہی اس بات سے واقف ہیں کہ امریکہ مرحوم شاہ رضا شاہ پہلوی کا سب سے بڑا حامی تھا اور ایران کو امریکہ

کی ... قبضہ کیا جاتا تھا۔

امریکہ نے جنوبی عربوں اور دیگر مسلم ممالک کے معاملے میں دوہرا معیار اختیار کر رکھا ہے اقوام متحدہ نے جنوبی افریقہ پر بھی نسلی امتیاز کی پالیسی اختیار کرنے پر اقتصادی پابندیاں عائد کی ہیں مگر کیا امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے موثر طور پر ان قراردادوں پر عمل درآمد کیا۔ کیا آج بھی جنوبی افریقہ کی سفید فام اقلیت سیاہ فام مقامی اکثریت پر حکومت نہیں کر رہی۔ اور کیا اس نے نسلی امتیاز کی پالیسی ترک کر دی۔ کیا سیاہ فاموں پر کالے ہونے کے جرم میں مظالم نہیں ڈھائے جا رہے۔ کیا انہیں اپنے ہی ملک میں انسانی اور بنیادی حقوق سے محروم نہیں رکھا گیا۔ مگر ان تمام حقائق کے باوجود

عالمی عدالت نے امریکہ کو بالاتفاق جنگی مجرم قرار دیا تھا۔

حملہ ہوا۔ امریکہ اپنی فوجی قوت میں مسلسل اضافہ کر رہا ہے اس نے اپنے جدید ترین جنگی طیارے اور دوسرا سامان حرب سعودی عرب میں اتار دیا۔ سمندروں میں بھی اس نے قزاقی شروع کر دی ہے۔ عراق جانے والے بحری جہازوں کا راستہ روک کر وہ بین الاقوامی قانون کی اس کی صریحاً خلاف ورزی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ امریکہ سعودی عرب کی حفاظت کا جو بہانہ بنا رہا ہے جبکہ اصل میں سعودی عرب کی حفاظت امریکہ نے اپنے مفاد کے لئے کی ہے ورنہ ... امریکہ کے کردار پر ... صادق آتی ہے۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ سعودی عرب کو اگر عراق سے کوئی خطرہ لاحق تھا تو وہ اس مسئلے کو عرب لیگ، اسلامی کونسل اور دوسرے تمام اسلامی ملکوں کے فورم پر اٹھاتا اور ان کی ضمانت حاصل کرنا چاہیے تھی مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سعودی شاہی خاندان کو خود عربوں پر اعتماد نہیں۔ اسے مسلم امہ پر بھی اعتماد نہیں اس لئے تو ان اداروں کو نظرانداز کر کے اس نے امریکہ، برطانیہ، فرانس و دیگر مغربی ممالک کا سہارا لیا۔ سعودی حکمرانوں کا ارض مقدس پر عیسائیوں اور یہودیوں کو دعوت دینے کا ایک منطقی نتیجہ نکلا ہے کہ مسلم امہ واضح طور پر منقسم ہو گئی

سعودی حکمرانوں نے مسلمانوں کے مشترکہ ورثہ کو طشت میں رکھ کر عیسائیوں اور یہودیوں کے حوالے کر دیا جبکہ مسلمانوں کا قبلۂ اوّل پہلے ہی ان کے قبضہ میں ہے۔

امریکہ نے اپنی آنکھیں بند کر رکھی ہیں اور سیاہ فام اکثریت کو ظالم سفید فام اقلیت کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے اس سے اس کی نسلی امتیاز کی پالیسی کا بھرم بھی اقوام عالم کے سامنے کھل جاتا ہے۔

اب جب کہ عراق نے ۲ اگست ۱۹۹۰ء کو ایک مطلق العنان، عیش پرست، بداخلاق اور نااہل شیخ کے خلاف کارروائی کی تو امریکہ کو تمام تر اخلاقی، سیاسی اور بین الاقوامی ضابطے یکسر یاد آ گئے ایک دفعہ پھر بادشاہت کو بچانے کے لئے اور عراق سے کویت کی بادشاہت واپس دلانے کے لئے اپنی تمام تر قوتوں کے ساتھ سعودی عرب اور دیگر خلیجی ریاستوں میں براجمان ہو گئے۔ یہ ہے ان کی جمہوریت نوازی اور عوام دوستی۔ اس خود ساختہ عالمی پولیس مین نے سعودی عرب میں اعلانیہ تین لاکھ فوج عراق کے خلاف اتار دی اتنا ہی نہیں اس نے اپنے اتحادیوں اور زیر اثر ملکوں کو بھی اپنی فوجیں سعودی عرب میں عراق کے خلاف بھیجنے پر آمادہ کیا۔ نہ صرف یہ کہ آج حجاز مقدس پر عیسائیوں اور یہودیوں نے اپنے ناپاک قدم جمائے ہیں بلکہ دانستہ طور پر اس کی بے حرمتی بھی کر رہے ہیں۔ عیسائی اور یہودی افواج مسلمانوں کی ارض مقدس پر شراب نوشی اور دیگر حرام شیطانی ... میں مصروف ہیں۔ جو مسلمانان عالم کے لئے غیرت کا مقام ہے اور امریکہ کی طرف سے کھلا چیلنج ہے۔ عراق کی طرف سے بارہا اعلان اور یقین دہانی کے باوجود کہ وہ سعودی عرب پر حملہ نہیں کرے گا کہ سعودی عرب اور امریکہ کی طرف سے

کے لحاظ سے قزاقی ہے۔

ہمیں صرف امریکہ سے شکایت نہیں کہ اس نے بغیر جنگ کے سعودی عرب اور مسلمانوں کے مقامات مقدسہ پر قبضہ جما لیا ہے۔ بلکہ سعودی حکمرانوں سے اس سے بھی زیادہ شکایت ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے مشترکہ ورثے کو طشت میں رکھ کر عیسائیوں اور یہودیوں کے حوالے کر دیا۔ جب کہ مسلمانوں کا قبلہ اول پہلے ہی سے ان کے پاس ہے۔

خوب نگہبانی کی کعبے کے نگہبانوں نے خوب عزت افزائی خانہ خدا کی روضہ رسولؐ کی جنت البقیع کی۔ ان لوگوں نے جن کے ہاتھوں میں اس کی نگرانی سونپی گئی تھی آج مسلم امہ عیش کوش سعودی حکمرانوں کی ان کوتاہیوں کی وجہ سے شرمسار ہے اور خون کے آنسو رو رہی ہے خادم حرمین شریفین نے مسلم امہ کو جس قدر ذلیل و خوار کیا اتنا زیادہ عیسائیوں اور یہودیوں نے بھی اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود نہ کیا۔ ان کی نگاہیں ایک عرصے سے ہمارے مقامات مقدسہ پر قبضہ جمانے کے لئے لگی ہوئی تھیں اس کی خاطر انہوں نے کئی جنگیں بھی لڑیں۔ مگر اس مذموم ارادے میں کامیاب نہ ہو پائے۔ مگر خادم حرمین شریفین نے بغیر جنگ کے ان مقدس مقامات کو عیسائیوں اور یہودیوں کے حوالے کر دیا اب امریکہ نے سعودی حکومت کو اپنی عسکری قوت سے اس قدر جکڑ لیا ہے کہ عملی طور پر سعودی عرب کا شاہی خاندان بے اثر ہو گیا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے

ہے۔ اس کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا۔

امریکہ خلیج میں جنگ چھیڑ چکا ہے یہ جنگ محض امریکہ عراق کی جنگ نہیں رہے گی بلکہ مسلم اور عیسائی یہودی جنگ کا رخ اختیار کرے گی یہ آخر حق کی فتح ہو گی۔ صدام حسین کے غیر متزلزل ارادوں کے سامنے امریکی افواج کو ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑے گا (انشاء اللہ)

حسن رغبت

ایک دن حضرت معروف کرخیؒ روزے کی حالت میں بازار سے گزر رہے تھے۔ ایک سقے نے آواز دی جو شخص میرا پانی پیئے گا۔ حق تعالیٰ اسے بخش دے گا۔ آپؒ نے اس سقے سے پانی لے لیا۔ لوگوں نے کہا

حضرت صاحبؒ آپ تو روزے سے تھے؟ آپ نے فرمایا بے شک لیکن میری رغبت اس دعا کی طرف تھی۔

جب آپؒ وفات پا گئے تو کسی نے خواب دیکھا آپ کہہ رہے تھے کہ اس سقے کی دعا اور میرے حسن رغبت کی وجہ سے مجھے بخش دیا گیا ہے۔

حافظ احسان الحق رفیقی
بھکھو شہر (گجرات)

احوال کے

سالانہ خریدار بن جائیے

اگر آپ اب تک ہفت روزہ "احوال" کے سالانہ خریدار نہیں ہیں تو نیچے دیئے ہوئے ٹوکن کے ساتھ مبلغ **تین سو روپیہ** بذریعہ چیک / منی آرڈر / پے آرڈر / نقد بنام "احوال ویکلی"، کراچی، ۶۱۲۔ ریجنسی مال (ریونی شاپنگ سینٹر) شاہراہِ عراق۔ صدر، کراچی کے پتہ پر بھیج کر سالانہ خریدار بن جائیے۔ تاکہ آپ کو ایک سال تک آپ کے دیئے ہوئے پتہ پر ہر ہفتہ رسالہ مل سکے۔

ہفت روزہ **احوال** کراچی

۶۱۲۔ ریجنسی مال (ریونی شاپنگ سینٹر)
شاہراہِ عراق۔ صدر، کراچی۔

جناب عالی۔ براہِ مہربانی ہفت روزہ احوال کی سالانہ خریداری کی بابت میری ہدایات قبول کیجئے۔

____

خریدار کا نام ____________________

پتہ ____________________

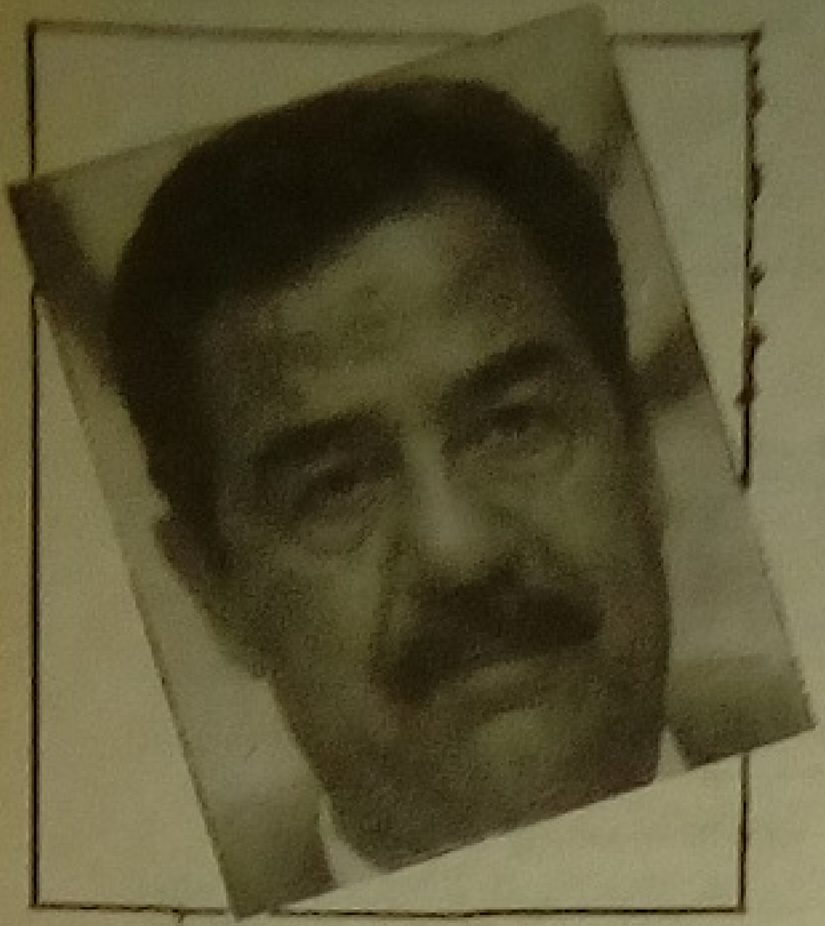
فون نمبر ________ ٹیلکس نمبر ________ فیکس نمبر ________

اس فارم کے ہمراہ میں مبلغ .... روپیہ کا چیک / پے آرڈر / منی آرڈر یا نقد بنام میسرز "احوال ویکلی" کراچی .. برائے سالانہ خریداری منسلک کر رہا ہوں۔

دفتری کاروائی کے لئے

رسید نمبر ________ تاریخ ________

ضروری یاداشت: ہدایت: ________



سالگرہ

محمد اسلام سعیدی

انیس سال پہلے
لیک یخ بستہ صبح
جب میری آنکھیں کھلیں تو
ظلم کا بادل برس رہا تھا
جبر کی انیس رتوں میں جوان ہوا
اور آج میری انیسویں سالگرہ ہے
اور یہ فکر لاحق ہے کہ
آمروں کے راج میں
گھر میں بیٹھی بیٹیوں کا شباب
کب تک اجڑتا رہے گا؟
گلاب چہروں پر مایوسیوں کی زردیاں چھا رہی ہیں
بیروزگاری کا آسیب
اور رشوت کے دام مہنگائی کی طرح پھیلتے جا رہے ہیں۔
جسموں میں زہر سرایت کر رہا ہے
اور سوچتا ہوں
کہ ظلم کی بربریت میں
سالگرہ مناؤں
کہ ماتمی گیت لکھوں!

محمد اسلم سعیدی
ابو البرکات اکیڈمی
گنج بخش روڈ لاہور

عالم اسلام کا ایک پاسباں پیدا ہوا

کفر کو اپنی تباہی کا گماں پیدا ہوا
بعد صدیوں کے عرب میں اک جواں پیدا ہوا

عالم باطل کو جس نے کر دیا زیر و زبر / جو اٹھا لیکر صلاح الدین کا عزم سفر
بے جھجک، بے باک ہے اقبال کا شاہیں ہے / آج ہے صدام، طارق اور عراق امین ہے
لب صلیبی سورماؤں کے تو جا پہنچے ہرا / غزنوی کی ضرب سے کٹ جا پہنچے بتوں کے سر
کفر وہ بھوں ہے جس کے پائے استقلال پر / جس کا پھندا پڑ گیا ہر شہ رگ دجال پر
ہوا سے بہتے ہیں جیسی اک للکار سے / اور سر ٹکرا رہے ہیں آہنی دیوار سے!
ہو گیا بےبس گیا میداں میں بے خوف و خطر / بولتا ہے کفر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر
ہو گئیں ناکام سامراجوں کی سب مکاریاں / مل گئیں مٹی میں عیاروں کی سب عیاریاں
ان کا ہر حربہ تیغ ایشیا میں بہہ گیا / کفر یورپ کا قلعہ صحرا میں آ کے ڈھہ گیا
بدقسمت بادشاہوں کی ہوئیں پرچھائیاں / ہو گئیں کافور شہزادوں کی سب عیاشیاں
تھی گئی ہے انس اس موڑ پر فکر یہود / لرزہ برا ندام ہے انجام سے آل سعود
عالم اسلام نے غفلت سے لیں انگڑائیاں / کفر کے ایوان میں چپ ہو گئیں شہنائیاں
پھر رہے ہیں در بدر ظالم خدا کی مار سے / ہیں ہراساں لشکر صدام کی یلغار سے
باطل طاقت کے بیٹے بہت تھے گھبرا گئے / شاطروں اور چالبازوں کے بھی سر چکرا گئے
ہو گئیں نیندیں یہودی سامراجوں کی حرام / تیغ ایوبی نظر آئی ہے ان کو بے نیام
بدقسمت ریت کے تپتی ہے اسرائیل کی / خواب میں صورت نظر آتی ہے عزرائیل کی
جوڑ کر بیٹھے ہیں سر دشمن خدا کے دین کے / ہیں یہی دشمن ازل سے مصطفیٰؐ کے دین کے
پھر سے بغداد سمجھے ہیں پسر چنگیز کے / پھر ابو داؤد ہیں زیر اثر چنگیز کے
جمع ہیں بھیڑیے سارے لڑائی کے لئے / یعنی باطل تل گیا حق پر چڑھائی کے لئے
کھا گیا ان کو حسد عقلوں پہ پردہ پڑ گیا / یعنی اک شیطان کا ان سب پہ سایہ پڑ گیا
سفیان نجد کے ہونٹوں پہ تالا پڑ گیا / آج ان کے شرک کے فتووں پہ جالا پڑ گیا
یہ بقا ہے دور فانی حکمرانی کے لئے / ابرہہ مل گئے ہیں فیل بانی کے لئے
بادشاہ عرب ہیں سائے اغیار میں / قید ہے ایمان ان کا پنجہ کفار میں
دشمنوں سے بے وفائی کر نہیں سکتے یہ لوگ / دوستوں سے تو لڑائی کر نہیں سکتے یہ لوگ
یوں تلے ہیں قتل کروانے کو کویت کی زمیں / جیسے مکہ بھی یہیں ہے اور مدینہ بھی یہیں
دشمنی صدام کی ان کو کہاں لے آئی ہے / ایک جانب ہے جہنم ایک جانب کھائی ہے
غیرت مشرق پہ بجلی مصلحت کی چھا گئی / گندگی یورپ کی صحرائے عرب میں آ گئی
بیٹیاں غیروں کی حاضر ہیں کھلانے کے لئے / اور دوشیزائیں ہیں پینے پلانے کے لئے
پاکیزگی کی تہہ میں پر اس قدر ناپاکیاں / خطہ توحید پر یہ کفر کی بے باکیاں
اب یہودی بیٹیاں اس دیس میں آنے کو ہیں / نور کی اس سرزمیں پر آگ برسانے کو ہیں
غیرت مسلم کو سمجھے ہیں زمین و آسماں / کیا نواسوں کی زمیں پر سنکھ گونجے گی یہاں؟
جذبہ بے غیرتی کے اس منافق دور میں / ایک باغیرت مجاہد ہے نرالی طور میں
کیسے ہوتے ہیں مسلماں اس نے یہ دکھلا دیا / کون ہے خادم حرم کا اس نے یہ سمجھا دیا
سب اسیر قفس ہیں اس کی کھلی پرواز ہے / ہر طرف صدام کی للکار ہے آواز ہے!
یہ خبر تو بش کو تھی عراق ٹیڑھی کھیر ہے / اب کھلا عقدہ کہ یہ تو حلق میں شمشیر ہے
ہے صلاح الدین زندہ پردہ صدام میں / ہو گا نعرہ "الجہاد" اب عالم اسلام میں

عالم اسلام کا اک پاسباں پیدا ہوا
بعد صدیوں کے عرب میں اک جواں پیدا ہوا

بابری مسجد سکھ تاریخ کے جھروکوں سے

تحریر: پی. ایس بسری دھرموتی

ترجمہ: پروفیسر میجر خلیل الرحمن اور این. سیّد عمر

گرو نانک کا سکھ مت برہمنی مذہب کے خلاف ایک احتجاجی مذہب کے روپ میں نمودار ہوا اور گرو نانک نے ذات پات کی علامت زنار اور تلک کی مذمت کی تھی۔ لیکن سکھوں کے نویں گرو۔ گرو تیغ بہادر نے کشادہ دلی اختیار کی اور تعلیم دی کہ تمام مذہب والے ہندو مسلمان اور سکھ اپنے اپنے مذہب کے اصولوں پر عمل کرنے میں آزاد ہیں۔ (اے سی بینرجی گرو نانک سے گرو گوبند سنگھ تک)

اپنی تواریخ گرو خالصہ میں بھائی گیان سنگھ لکھتے ہیں کہ گرو تیغ بہادر ۱۶۷۲ء میں ایودھیا گئے تھے اور انہوں نے یہاں برہما گھاٹ پر چلہ کیا تھا اور یہ مقام بابری مسجد سے کوئی چار سو کلو میٹر کی دوری پر ہے اور یہاں سے بابری مسجد صاف دکھائی دیتی ہے۔ اگر واقعی بابر نے مندر تباہ کرنے کے بعد اس کے مقام پر بابری مسجد تعمیر کی تھی اور اورنگ زیب نے ایودھیا پر حملہ کیا تھا جیسا کہ ڈاکٹر شکل کا بیان ہے تو کیا گرو تیغ بہادر کی تحریریں گرنتھ صاحب کا ذکر کیے بغیر رہتے؟ گرو تیغ بہادر کی تحریریں گرنتھ صاحب کا حصہ ہیں اور ان میں مبینہ واقعات کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

حکومت وقت کے حکم سے گرو تیغ بہادر کو ۱۱ نومبر ۱۶۷۵ء کے دن دہلی میں ذبح کیا گیا تھا

ہم کو سکھ ریویو (بابت جنوری ۱۹۷۶ء ص ۲۹ اور ۵۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب اس مخصوص دن دہلی میں موجود نہیں تھے۔ وہ ۶ جولائی ۱۶۷۴ء والے دن پشاور کے قریب حسن ابدال سے واپس ہوئے تھے اور یہاں ڈیڑھ سال تک مقیم رہنے کے بعد مارچ ۱۶۷۶ء کو دہلی واپس ہوئے تھے۔

سکھ مت کے بانی گرو نانک جس کسی مقام کو گئے ہیں وہ سکھوں کے لئے مقدس ہے اور بعد کے تمام گروؤں نے ان مقامات کی زیارت کی ہے۔ گرو نانک

ایودھیا گئے تھے اس لئے گرو تیغ بہادر اور ان کے بیٹے اور دسویں گرو، گرو گوبند سنگھ بھی ایودھیا گئے۔ تواریخ گرو خالصہ میں گرو، کے ایودھیا پہنچنے کا ذکر اس طرح ہے۔

"پریاگ میں پانچ دن قیام کرنے کے بعد گرو جی ایودھیا کے لئے نکلے راستے میں انہوں نے بہت لوگوں کو تعلیم دی اور ایودھیا پوری میں وشی شت کنڈ میں قیام کیا انہوں نے سورگ دواری گھاٹ پر غسل کیا اور "کپتر گھاٹ کی زیارت کی۔ وہ ہنومان گڑھی، رام چندر استھان اور سیتا سے متعلق مقامات پہنچے اور بہت سادھوؤں سے ملاقات کی۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آج جنم استھان کہلانے والا مقام (جو بابری مسجد کے شمال میں ہے) گرو گوبند سنگھ کے زمانے میں رام چندر استھان کہلاتا تھا۔ اگر جنم استھان وہی مقام ہے جہاں بابری مسجد ہے تو انہوں نے دراصل مسجد کی زیارت کی نہ کہ جنم استھان کی! ان سب سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جنم استھان الگ مقام ہے اور اس زمانے میں (سترھویں صدی) بابری مسجد اور جنم استھان کے متعلق کسی بھی قسم کے تضاد یا تنازعہ کا کوئی شائبہ تک نہ تھا۔

1528ء بروز اتوار ۲ فروری بابر ملا خان تالاب سے شمال کی طرف چندیری کے لئے روانہ ہوا۔ ۲۲ فروری کے دن کوتار کی نہر تک پہنچا اور کشتیوں کے ذریعے سے پار ہوا۔

اس میں کوئی تضاد نہیں کہ بابری مسجد کی تعمیر ۱۵۲۸ء میں ہوئی تھی اس سال کے واقعات چار کتابوں سے اخذ کیے جاسکتے ہیں۔

(۱) خود بابر کا لکھا ہوا "بابر نامہ"۔

(۲) بابر کی بیٹی گلبدن بیگم کے لکھے ہوئے "ہمایوں نامہ" جس کا ترجمہ مسز اینٹ سوسانا بیورج نے کیا ہے اس کے علاوہ دو کتابیں (۳) اسٹینلی لین پول کی رولرس آف انڈیا اور (۴) ولیم ایرسکن کی "بابر اور ہمایوں کے ہندوستان کی تاریخ" آیئے دیکھیں کہ بابر کی زندگی کے ۱۵۲۸ء میں کیا کیا واقعات رونما ہوئے۔

مارچ ۱۵۲۸ء میں بابر افغانوں کے ساتھ جنگ میں الجھا ہوا تھا۔ مارچ کی ۱۲ تاریخ کو پنجاب کے پل کی تعمیر ہوئی اس کے دوسرے دن بابر کی فوج ندی کے اس پار اتری اور جنگ میں الجھ گئی افغانوں کا پیچھا کر کے "اودھ (ایودھیا) کے صوبے تک پہنچا اور افغان فوج بکھر گئی۔ ولیم ایرسکن کے الفاظ میں "بابر کو مکمل فتح" ہوئی ۱۶ مارچ ۱۵۲۷ء کے دن کنوا میں بابر کو رانا سانگا پر فتح ہوئی گلبدن بیگم کے مطابق وہ ماہم کے ساتھ ۱۵۲۸ء کی گرمیوں میں آگرہ پہنچا۔ ولیم بروک کے مطابق بابر نے آگرہ میں چار میل کی دوری پر ان سے ملاقات کی۔ اس ملاقات کی تاریخ اپریل ۱۵۲۸ء اور ۵ اور ۱۰ کے درمیان پڑتی ہے (دی ایمپائر بلڈر آف سکسٹینتھ سنچری ص ۶۵ بابر کے مطابق 28 مارچ سے ۲ اپریل 1528ء تک (کچھ دن) بابر نے اس مقام پر قیام کیا جہاں گوگرا اور سرجو ندیاں ملتی ہیں یعنی ایودھیا سے ۱۱ کلو میٹر کے فاصلے پر ایودھیا یا اودھ کے صوبے (شہر ایودھیا میں نہیں) کے اس قیام کے دوران بابر نے صوبے کے کچھ معاملات طے کیے۔

پھر اس کے فوراً بعد آگرہ واپس ہوا اس لئے کہ گرمی شدت اختیار کر گئی تھی اور برسات کا موسم قریب ہو رہا تھا گرمیوں اور برسات کے دن آگرہ میں گزارے گئے۔

۱۰ جولائی 1528ء کے دن بابر اپنی بیٹی گل بدن بیگم کے ساتھ آگرہ سے دھولپور کے لئے روانہ ہوا یہاں اس نے تالاب کے درمیان ایک چبوترہ تعمیر کرنے کا حکم دیا تاکہ ٹھنڈی ہواؤں کا لطف اٹھایا جاسکے یہاں بابر نے اپنی سوانح حیات کی تحریر کا کام کیا۔ یہاں سے بابر اور اس کی بیٹی آگرہ واپس ہوئے۔ ۱۸ ستمبر 1528ء کے روز بابر نے آگرہ سے گوالیار کے لئے نکلنے کی تیاری کی۔

باقی صفحہ ۲۰ پر

شکست امریکی یزید کا مقدر بن چکی ہے

احوال نو کے مدیر اعلیٰ م۔ افضل کی خصوصی رپورتاژ

تاہم ہمیں مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس سے محرومی بھی کا احساس ہوا۔ اردن کی اس سرزمین پر گزرتے ہوئے جہاں کئی صحابی مدفون ہیں براہ راست اور مستحکم تعلق رکھنے والے شاہ حسین کی حکومت ہے۔ جہاز سے اتر کر ایک زائر سفارت کی حیثیت سے ابھی ہم ہوٹل جانے کے لئے ائیرپورٹ کی عمارت سے باہر آئے ہی تھے کہ ایک ادھیڑ عمر شخص ہمارے قریب آتا ہے۔ اس کا چہرہ بتاتا ہے کہ پڑھے لکھے اور سلجھے ہیں۔ اس کے ہاتھ میں تسبیح اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ وہ ایک عرب ہے۔ خوش آمدید کیا آپ عمان گھومنا چاہتے ہیں؟ وہ بہت ہی صاف انگریزی میں ہم سے پوچھتا ہے۔ نہیں پہلے ہم ہوٹل جائیں گے اس کے بعد۔ ہمارے جواب پر وہ مسکرا کر سر کو خم کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ ہوٹل چل کر پہلے غسل کرلیں اس کے بعد آپ کا گھومنے کا موڈ ہو تو میری کار موجود ہے۔ وہ ٹیکسی ڈرائیور تھا مگر اس کی صاف ستھری انگریزی سے سب ہی متاثر ہوتے ہیں۔ اور بات چیت شروع کر دیتے ہیں۔ ہمارے پوچھنے پر وہ بتاتا ہے کہ ہم مسجد اقصیٰ تک نہیں جاسکتے۔ کیونکہ بارڈر پر اسرائیل موجود ہیں۔ وہ بہت اسٹرونگ (مضبوط) ہیں۔ ہم موجودہ صورت حال پر اس کی رائے پوچھتے ہیں تو وہ الٹا ہم سے سوال کرتا ہے۔ آپ تو باہری دنیا سے آئے ہیں وہاں لوگ کیا سمجھتے ہیں کیا جنگ ہوگی؟ ہم اپنے اپنے تاثرات بتاتے ہیں۔ جو صرف غیر یقینی کے علاوہ کچھ نہیں۔ ہمارے پوچھنے پر وہ جذباتی انداز میں بولتا ہے۔ "صدام حسین از ہیرو آف عربس" صدام حسین عربوں کا ہیرو ہے جنگ ہوگی یا نہیں یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ لیکن اگر جنگ ہوئی تو اسے یقین ہے کہ عراق امریکہ کے دانت کھٹے کر دے گا۔ مگر اسے اس بات کا سب سے زیادہ خدشہ ہے کہ اگر جنگ ہوئی تو اسرائیل اردن میں گھس کر آئے گا اور اس کا ملک عراق اور اسرائیل کے بیچ سینڈوچ بن جائے گا تو آپ کیا کریں گے؟ وہ مایوسی کے ساتھ جواب دیتا ہے۔ ہم بہت کمزور ہیں۔ اسرائیل بہت مضبوط۔ ان کے پیچھے امریکہ کی طاقت ہے مگر ہمیں صدام پر بہت بھروسہ ہے۔ وہ یقیناً ہمارے لئے بہت کچھ کریں گے۔

عمان میں بازاروں میں چہل پہل ہے عام چیزیں سستی مگر آسانی سے دستیاب ہیں۔ جنگ کا ایک انجانا خوف اردن کے باشندوں میں موجود ہے۔ مگر چہرے اور عمل سے گھبراہٹ کا کوئی تاثر نہیں ملتا جیسے انہوں نے اپنے آپ کو آفت ناگہانی کے لئے تیار کر لیا ہے۔

بغداد روانگی

اگلے روز صبح کو ہم بغداد روانہ ہوتے ہیں۔ جہاں ہم کو ۹، ۱۰ اور ۱۱ جنوری کو ہونے والی بین الاقوامی اسلامک کانفرنس میں شرکت کرنی تھی۔ یہ کانفرنس

> شرقِ وسطیٰ کی چھاتی
> پر مونگ دلنے والا
> اسرائیل اس سے مبرا ہے

عراق کی وزارت اوقاف کی دعوت پر بلائی گئی تھی۔ جس میں ۲۰ ممالک سے تقریباً دو ہزار مندوبین نے شرکت کی ہندوستان سے دس لوگوں کا ایک وفد اس میں شریک ہوا۔ جس میں راقم الحروف کے علاوہ رہنمائے دکن کے ایڈیٹر جناب وقار الدین صاحب، نوجوان اسٹوڈنٹ لیڈر یونس صدیقی، ڈاکٹر سید حسین احمد، جناب سراج الکامی اور آل انڈیا تبلیغ سیرت کے صدر حضرت سید شاہ میاں اشرفی جیلانی، مولانا وارث جمال قادری، مولانا اظہر حسین، مولانا عبدالقادر علوی اور الحاج رشید حبیب صاحب شامل تھے۔

جن لوگوں نے بغداد نہیں دیکھا ان کے تصور میں یہ آج بھی ایک الف لیلیٰ کی داستان کے شہر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلامی تاریخ میں اس شہر کا ذکر بار بار آتا ہے۔ غوث پاک حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اس شہر میں آرام فرما ہیں۔ کاظمین شریفین بھی یہیں ہے اور حضرت نظام الدین اولیاؒ کے والد بزرگوار کی آخری آرام گاہ بھی یہی ہے۔ مگر آج کا بغداد ماضی کے بغداد سے قطعی مختلف ہے۔ اس میں جدید ہائی رائز اور نئی تعمیرات ہوئی، فلک بوس عمارتیں بنائی گئی ہیں۔ جدید طرز کی عمارتیں اور ہوٹلوں نے اس کو ایک یورپین شہر کی حیثیت دے دی ہے۔

اطمینان اور سکون

بغداد میں چہل پہل اور سب سے زیادہ چونکا دینے والی چیز تھی اس شہر کے لوگوں کا اطمینان اور سکون۔ آج جب ساری دنیا میں امریکہ اور عراق کی متوقع جنگ سے گھبراہٹ طاری ہے تو عراقی عوام نسبتاً پرسکون ہیں۔

اور بچوں تک کا اطمینان اور سکون ہمارے لئے حیرت کا باعث سے زیادہ ثابت ہوا۔ جہاں دنیا کی ایک بڑی طاقت اپنے دوسرے یورپین ممالک اور [illegible] میں [illegible] تمام مسلم ممالک کے ساتھ سرحد پر کھڑی انہیں تباہ و برباد کرنے کے درپے ہے تیسری جنگ عظیم کا بھی منظر نگاہوں میں ہے مگر اس جنگ کا پہلا شکار بننے والے لوگوں کے چہرے پر مسکراہٹ ہے اطمینان اور اعتماد یقین سے [illegible] ہے۔ مگر کیوں حقیقت کو [illegible]؟ [illegible] اس کا راز کیا ہے۔؟ ملئے ایک عراقی کی زبانی

قومی عادت

ہم عرب ہیں۔ عراقی ہیں جنگ کی حالت میں رہنا ہماری قومی عادت بن چکی ہے۔ یہ سرزمین حضرت علیؓ حضرت امام حسینؓ اور ان گنت مقدس ہستیوں کی آرامگاہ ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ امریکہ ایک سپر طاقت ہے۔ مگر دنیا دیکھے گی کہ اس کو ایک چھوٹی مگر بہادر قوم کے ہاتھوں شکست ہوگی۔ ہم فلسطین کو آزاد کرائیں گے... اور اسرائیل کو نیست و نابود کر دیں گے۔ بیت المقدس کی فتح ہمارا مقدر بن چکی ہے۔ ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے۔ اور ہمیں اس کا یقین ہے کہ جب جنگ ہوگی تو ہمارے کارنامے دیکھ کر پوری دنیا کا مسلمان ہم پر فخر کرے گا۔ ہمارے پاس ایسے ہتھیار ہیں کہ دنیا انہیں دیکھ کر حیران رہ جائے گی۔ اور اگر بالفرض ہمیں فوجی شکست ہوئی تب بھی اس سرزمین پر ہم امریکہ کے تمام مفادات کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ اور وہ مفادات کیا ہیں۔؟ عربوں کی اصل دولت جس پر امریکہ اور یورپین ملکوں کی نظر ہے۔

مگر کویت کا مسئلہ.....؟ ہمارے اس سوال پر وہ جذباتی ہو جاتا ہے۔ کویت ہمارا تھا ہم نے لے لیا۔ اور کویت کے ان غدار شیخوں اور شہزادوں کو ہم نے سبق

کھا دیا ہے۔ کویت پر قبضہ کر کے ملک کی دولت انہوں نے اپنی عیاشی کے لیے استعمال کی تھی۔ ہم نے عیاشی کا اڈہ ختم کر دیا ہے۔ اور اپنی چرائی گئی تیل کی دولت کو واپس لے لیا ہے۔ اور اب ہمارا اگلا ٹارگٹ فلسطین کی آزادی ہے۔

یہ ایک عراقی کے خیالات نہیں بلکہ ہر عراقی کے ہیں۔ ہم نے پوچھا ہم نے عراقی عوام کے مختلف طبقوں سے بات کی، سب نے اسی قسم کے خیالات ظاہر کیے۔ آٹھ سال ایران کے ساتھ جنگ لڑنے کے بعد امریکہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے والے صدام حسین کے بارے میں بیشتر مبصرین کا خیال ہے کہ وہ اتنے مقبول ہو چکے ہیں کہ عراقی عوام انہیں ان کے عہدے سے معزول کر دیں گے۔ اور عوام ان سے محبت کرتے ہیں کہ ہر عراقی زبان پر یہ بات سن کر لوگ چونکتے ہیں۔ اور اس پر یقین کا فرق اٹھاتے ہیں۔ اور ہر روز اخبارات اور ٹیلی ویژن پر صدام حسین کے بیانات آتے ہیں ان پر

[illegible] لڑنے کے لیے تیار رہیں گے۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ [illegible] عراق [illegible] جنگ [illegible] ہے۔

ایک اور قومی عادت

ایک اور حیرت انگیز چیز جو عراق کے شہر بغداد میں دیکھنے کو ملی وہ تھی اشیاء ضروری کی کثرت وہ کسی دکان سے بھی ملتی۔ بڑا بازار [illegible] کھانے پینے کی چیزیں وافر مقدار [illegible] یہ ایک ایسی قوم ہے [illegible] قوم کے آنے والے [illegible] کا آغاز ہوتا ہے جس کی [illegible] تاجر اور [illegible] ہیں۔

[illegible] جنگ کے آثار دیکھتے ہی اشیاء ضروری [illegible] گوداموں میں چلی گئی ہیں۔

لڑنے والی عراقی قوم صدام اور عرفات کی شکل میں آزادی کا خواب دیکھ رہی ہے۔ تحریک "انتفاضہ" ایک بار پھر بھرپور طور پر چل رہی ہے۔ اسی دوران یاسر عرفات نے اسرائیل کی اس پیش کش کو ٹھکرا دیا۔ جس میں اس نے فلسطین کے مسئلے پر "امن بات چیت" کے لیے "فلسطینی لیڈروں کو یروشلم آنے کے لیے کہا تھا۔ ہم یروشلم کو اسرائیل کا پایہ تخت نہیں مانتے دوسرے اس اہم بات چیت کی پیش کش کو اس وقت بیہودہ سمجھا جا رہا ہے جب یہ امریکہ کی طرف سے ہو۔ اس لیے کہ امریکہ مشرق وسطیٰ کے دو مسائل پر بات چیت کے دو پیمانے رکھتا ہے۔ ایک طرف تو وہ عراق سے خلیج کو خالی کرانا چاہتا ہے اور اس کے لیے وہ اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم کو استعمال کرتا ہے مگر اسی پلیٹ فارم پر وہ اسرائیل کے فلسطین پر ناجائز قبضے کے خلاف کسی بھی قرار داد کو اپنی ویٹو پاور کے ذریعے پاس نہیں ہونے دیتا۔

> **ہم نے عیاشی کا اڈہ ختم کر دیا اور اپنی چرائی ہوئی تیل کی دولت کو واپس لے لیا، اب ہمارا اگلا ٹارگٹ فلسطین کی آزادی ہے۔**

"مرحبا" کہتے ہیں

خون میں نہلائیں گے

۸ جنوری کو صدام حسین نے عرب بھائیوں سے خطاب [illegible] میں اعلان کیا۔ اگر "امریکی اس جھگڑے میں پڑے تو آپ دیکھیں گے کہ ہم انہیں ان کے ہی خون میں نہلائیں گے۔" ہم عرب ورلڈ میں امریکہ کے استحصال کو ختم کر ڈالیں گے۔ اور اگلے روز جب یہ بیان اخباروں میں چھپا تو ہوٹل میں کئی عراقی نوجوانوں کا چہرہ جوش سے کھل اٹھا۔

جنگ سے عوام کو کوئی گھبراہٹ نہیں۔ اور اس کی وجہ جہاں ایک طرف یہ ہے کہ یہاں کے عوام آٹھ سال جنگ کی حالت میں رہ چکے ہیں۔ وہیں دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ صدام حسین کی تقریروں اور بیانات نے انہیں اس حد تک نڈر کر دیا ہے کہ ان کے دلوں سے جنگ کا خوف ختم ہو چکا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر امریکہ نے انہیں تباہ کرنے کے لیے کوئی قدم اٹھایا تو وہ کویت کے تیل کے کنوؤں میں آگ لگانے اور تیل کی تباہی کا اعلان کر چکے ہیں اور اس تیل کی تباہی سے پوری دنیا کی معیشت لڑکھڑا سکتی ہے۔ چنانچہ انہیں یقین ہے کہ بین الاقوامی پیمانے پر امریکہ کو ایسا

اور تاجر سستے داموں اشیاء مہنگے داموں بیچنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ اور ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے جنگ عراق کی سرحدوں پر نہیں بلکہ ہندوستان کی سرحدوں پر چھڑنے جا رہی ہے۔ مگر جہاں جنگ ہونے والی ہے وہاں میں چار ماہ پہلے بھی گیا تھا۔ جب میں اور آج میں قیمتوں کا فرق صرف ۱۰ سے ۱۵ فیصد ہوا ہے۔ وہ بھی بین الاقوامی معاشی ناکہ بندی کی وجہ سے بڑھی ہیں۔ ایسے نازک وقت میں بھی وہاں ضروری اشیاء خریدنے کے لیے دکانوں پر کوئی لائن نہیں۔ نہ ہی کوئی اپنی ضرورت سے زیادہ خریدتا ہے۔

اس لیے کہ یہاں ہمارے ملک کی طرح ذخیرہ اندوزوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ عام حالات ہی میں نہیں بلکہ اس نازک اور ناگفتہ بہ حالات میں جبکہ اقوام متحدہ کی طرف سے عراق پر معاشی پابندیاں لگائی جا چکی ہیں۔ چیزوں کی اتنی فراوانی حیرت انگیز ہے۔ ذخیرہ اندوزی نہ کرنا بھی ان کی قومی عادت میں شامل ہے۔

یاسر عرفات کی آمد۔ فلسطین کا ہیرو یاسر عرفات بھی بغداد کی سرزمین پر ڈیرہ ڈال چکا ہے اور ۸ تاریخ کو بغداد میں آنے کے بعد انہوں نے صدام حسین اور عراقی عوام کو اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا ہے۔ اگر عراق پر حملہ ہوا تو یقیناً فلسطینی گوریلے اسرائیل اور امریکی ٹھکانوں کو نشانہ بنائیں گے۔ ہاتھ میں پتھر لے کر

اسلامی کانفرنس۔ جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا کہ عراق میں میری آمد کا مقصد اسلامی کانفرنس میں شرکت کرنا تھا جس میں پاکستان، لیبیا، ہندوستان، تیونس، اردن، فلسطین، چین، برطانیہ، انڈونیشیا، بنگلہ دیش، یمن اور الجیریا سمیت ۶۰ سے زیادہ ممالک کے ۲ ہزار مندوبین شامل تھے۔ اس ۳ روزہ کانفرنس کے پانچ اجلاس منعقد ہوئے۔ افتتاحی اجلاس میں صدر صدام حسین کی طرف سے عراق کے نائب وزیر اعظم طٰہٰ یاسین رمضان نے ایک ولولہ انگیز تقریر کی۔ جس کا لب لباب یہ تھا کہ عراق صرف اپنے لیے نہیں بلکہ فلسطین، تمام عرب ورلڈ اور تمام دنیا کے مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ چاہتا ہے۔ وہ عربوں کی دولت اور ذرائع آمدنی کا تحفظ اپنے لیے نہیں بلکہ عرب قوم اور مسلمانوں کے لیے چاہتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ صدر صدام حسین نے ۱۲ اگست کو جو امن پلان پیش کیا ہے اور جس کا لب لباب یہ ہے کہ اس خطے کے تمام مسائل کا آخری حل تلاش کیا جائے۔

انہوں نے آخر میں کہا کہ عراق امن چاہتا ہے لیکن اگر جنگ ہوئی تو آخری فتح ہماری ہوگی۔ ہم دشمن کا مقابلہ کرنے اور اس کے دانت کھٹے کرنے کے لیے بالکل تیار ہیں۔

خاص طور پر مولانا شاہ احمد نورانی کی تقریر

انتہائی مدلل، دو ٹوک اور جذباتی تھی جسے مولانا کی شستہ عربی نے اور بھی پرکشش بنا دیا تھا!

کانفرنس کے افتتاحی اجلاس میں اردن کے وقف منسٹر ابراہیم زید الجیلانی، پاکستان کے مشہور لیڈر مولانا شاہ احمد نورانی، فلسطین اسمبلی کے اسپیکر شیخ عبدالحمید السایح، ہندوستان کے ڈاکٹر سید حسین احمد وغیرہ نے عربی میں تقریریں کیں خاص طور پر شاہ احمد نورانی کی تقریر انتہائی مدلل، دو ٹوک اور جذباتی تھی۔ جسے مولانا کی شستہ عربی نے اور بھی پرکشش بنا دیا تھا۔

پوری کانفرنس کا موڈ اگر ایک جملے میں بیان کیا جائے تو اس کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ "صدام حسین آگے بڑھو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔" جگہ کی کمی کی وجہ سے اس کانفرنس کی مزید تفصیلات تو دینا یہاں ممکن نہیں ہے مگر کانفرنس کے آخری روز صدر صدام حسین نے شرکت کر کے اس میں جو اختتامیہ تقریر کی۔ اس کا مختصر حوالہ ضروری ہے۔ انہوں نے کانفرنس میں شرکت کرنے والے مسلمان مندوبین کی حمایت کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا کہ مسئلہ فلسطین کے تصفیے کے بغیر کویت خالی کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا انہوں نے مزید کہا کہ اگر جنگ ہوئی تو انہیں اپنی فتح کا پورا یقین ہے۔ کیوں کہ عراقی مسلح افواج کو جنگ کا پورا تجربہ ہے۔ جب کہ امریکی محض فوجی اصولوں کی کتابیں کھولے بیٹھے ہیں۔ صدام حسین نے یہ بھی اپیل کی کہ قدس کی آزادی کے لئے جہاد کا فوری عزم کیا جانا چاہئے۔

نوجوان لیڈروں سے ملاقات

اس دوران میں باتھ پارٹی کی نوجوان تنظیم کے لیڈر ممبر پارلیمنٹ جناب فوز مولود دیبان اور ان کے ڈپٹی جناب عبدالغفور اور جناب محسن سے بھی ان کے دفتر میں تفصیلی ملاقات ہوئی جس میں دہلی کے نوجوان اسٹوڈنٹ لیڈر جناب محمد یونس صدیقی بھی میرے ہمراہ تھے۔ جناب فوز مولود دیبان کا کہنا تھا۔ کہ ہندوستان کو ہم اپنا گہرا دوست سمجھتے ہیں۔ اور ہمیں یقین ہے کہ وہاں کے عوام کی بھرپور حمایت ہمیں حاصل رہے گی۔ امریکہ کے خلاف اس جنگ میں ہندوستان ہمارا ساتھ دے گا۔

...... ۱۱ جنوری کو ہمیں ایک بار پھر جارڈن کے راستے واپس ہونا تھا۔ اس لئے کہ اقوام متحدہ کی پابندی کے سبب عراق سے کوئی جہاز بین الاقوامی ہوائی پٹی پر نہیں اتر سکتا۔ اس لئے ہم جارڈن تک ہی عراقی بس سے جا سکتے تھے۔ بغداد چھوڑتے ہوئے اس عظیم الشان شہر کی ہر سڑک، ہر عمارت اور ہر چیز کو میں بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ صرف چار روز کے بعد یہاں کا منظر نہ جانے کیا ہو۔ یہ صاف شفاف سڑکیں جن کے اطراف میں جنگ کے خطرے کے باوجود ابھی کوئی خندق نہیں کھودی گئی۔ کیا امریکی بموں کی زد سے محفوظ رہ جائیں گی؟ یہ عمارتیں جو شان سے سینہ تانے کھڑی ہیں کیا انہیں میں ایک بار پھر دیکھ پاؤں گا؟ یہ لہلہاتے درخت کیا بارود کی زہریلی بو سے مرجھا نہ جائیں گے؟ اور پھر سب سے زیادہ یہ حسین اور مسکراتے چہرے گلاب کی طرح سرخ گالوں والے بچے، یہ بے فکر اور پر اعتماد نوجوان اور بوڑھے اور دریائے فرات کے کنارے پر واقع روایتی بھنی ہوئی مچھلی بیچنے والوں کی دکانوں کی چہل پہل، سڑکوں پر دوڑتی بھاگتی کاریں۔ کیا میں انہیں ایک بار پھر اسی حالت میں دیکھ پاؤں گا؟ ایک ٹیس سی دل میں اٹھتی ہے اور دعا بن جاتی ہے۔ اے خدا۔ اگر یہ حق پر ہیں۔ اگر ان کے دل میں بیت المقدس اور قبلہ اول کی بازیابی کا سچا جذبہ ہے۔ تو ان کی مدد فرما۔ اس مقدس سرزمین پر جہاں حضرت علیؓ جہاں حضرت امامؓ جہاں حضرت امیر معاویہؓ جہاں غوث پاکؒ آرام فرما ہیں جس سرزمین نے کربلا کا منظر دیکھا ہے اس کی لاج کو بچائے رکھیو۔

جہاز ہوا میں بلند ہوتا ہے۔ اور یہ سارے منظر لہراتے ہوئے بادلوں کے نیچے چھپ جاتے ہیں اور جہاز میں بیٹھے سیکڑوں لوگوں کی دعائیں دراز سے دراز تر ہوتی جاتی ہیں۔

منظر بدلتا ہے

اور آج تین دن کے بعد جب گھڑی ٹک ٹک ۱۵ جنوری ۱۹۹۱ء کے خاتمہ کی طرف بڑھ رہی ہے۔ تو مورچے سج چکے ہیں۔ امریکہ اور اس کے حلیفوں کی فوجیں زمین پانی اور فضا کے ذریعہ ایک چھوٹے سے ملک پر یلغار کے لئے تیار ہو چکی ہیں۔ بیکر طارق عزیز بات چیت ٹوٹ چکی ہے۔ اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل پیریز ڈی کوئیار بغداد سے ناکام واپس لوٹ چکے ہیں۔ تیل کی سیاست اور یورپی ممالک خصوصاً امریکہ کی تیل کی لالچ نے دنیا کو تیسری جنگ عظیم کے دہانے پر کھڑا کر دیا ہے۔ مفاہمت کی تقریباً تمام کوششیں ناکام ہو چکی ہیں۔ اور عراق نے عربوں کی عزت اور وقار کا سودا کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ کویت پر عراق کے تمام تر دعووں کے باوجود کویت پر اس کے قبضے کے خلاف انگلی اٹھائی جا سکتی ہے اقوام متحدہ کی قرار داد کو عزت و وقار کی قرار داد بنایا جا سکتا ہے۔ اور صدر صدام حسین پر بین الاقوامی دباؤ ڈالا جا سکتا ہے مگر کیا اخلاقیات کے سارے ضابطے صرف عراق کے لئے ہیں۔ اور مشرق وسطی کی چھاتی پر مونگ دلنے والا اسرائیل اس سے مبرا ہے۔ مغربی دنیا اور بین الاقوامی پلیٹ فارم پر فلسطینیوں کی آہ و زاری کی کوئی قیمت نہیں یہ ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے؟

آخری وقت میں کیا ہوگا یہ خدا جانتا ہے۔ بش اگر حملہ کریں گے تو ایک ہفتے میں زبردست بمباری کر کے خصوصاً صدام حسین کو قتل کرنے کی بھرپور کوشش کریں گے۔ مگر صدام حسین کس وقت کہاں ہوں گے۔ اس کا پتہ ہی آج تک نہ پہلے لگ سکی اور نہ اب لگ سکے گی۔ اگر امریکہ نے حملہ کیا تو اس کی کوشش ہوگی کہ عراق کو تباہ و برباد کر کے ایک ہفتے میں اس پر قبضہ کر کے اس جنگ کو ختم کر دیا جائے۔ اور عربوں کی تیل کی دولت پر مکمل قبضہ کر کے ساری دنیا کو اپنا غلام اور آلہ کار بنا لیا جائے۔ صدام کی طاقت امریکہ کی طاقت کے آگے مجھے بہت کمزور معلوم ہوتی ہے۔ مگر ان کے اعتماد کے پیچھے کوئی نہ کوئی ایسی چیز چھپی ہوئی ہے جس کی وجہ سے وہ اتنے پر اعتماد ہیں۔ وہ زہریلی گیس کے ہتھیار ہیں یا کوئی اور جدید ترین اسلحہ یا پھر ایٹم بم۔ یا پھر ہو سکتا ہے کہ ان کے ذہن میں آخری چارہ یہی ہو سکتا ہے۔

کہ وہ خلیج کے تمام آئل کے کنوؤں پر بمباری کر کے آگ لگا دیں۔ یہ کہ ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔ یہ بھی طے ہے کہ اگر امریکہ نے جنگ چھیڑی تو عراق اسرائیل پر براہ راست حملہ کر دے گا۔ ادھر تنظیم آزادی فلسطین کے حریت پسند بھی حرکت میں آ جائیں گے۔ امریکہ کے پاس طاقت کے علاوہ ایک اور خطرناک ہتھیار ان ظالم عربوں کی مدد بھی ہے جو سعودی عرب یا مصر کے بھیس میں اسلامی معاشرے کی پیٹھ پر خنجر گھونپنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر جنگ نہیں ہوئی تو بلاشبہ یہ عراق کی فتح ہوگی۔ اور اگر جنگ ہوئی۔ تو اس بات کے امکان بہت زیادہ ہیں کہ عراق پوری قوت سے مدافعت کرے گا۔ اور امریکیوں

باقی ص۵۰ پر

تحریر: شاہد رضوی

بادشاہی مسجد لاہور کے پیش امام

عبدالقادر آزاد کی آزاد خیالی

یہودی سعودی نواز درباری مولوی آزاد نے پھر بھاڑ کے چنے کی طرح آواز لگائی ہے کہ سعودی عرب فوج بھیجنا قابل تعریف ہے۔ سوال یہ ہے کہ حالیہ عوامی ردعمل کے جواب میں سعودی یا امریکی کسی بنک سے کیا انہیں کوئی نذرانہ کا چیک موصول ہوا کہ فورا بیان نما فتویٰ داغ دیا۔ موصوف نے اعلان کیا ہے کہ بھارت نواز صدام فورا کویت خالی کر دے اور ساتھ ہی امریکی فوجوں کو مدینہ اور مکہ سے ۱۵۰۰ سو کلو میٹر دوری کی بات بھی بتادی مولوی آزاد نے صدر صدام کو کویت خالی کرنے کا حکم صدر بش کے لہجہ میں دیا ہے۔ جہاں تک بھارت نوازی کی بات ہے تو مولوی خود اس مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے ہیں جن کی ہمدردیاں انگریز سرکار کے ساتھ ہیں۔ اور جن کے مدد سے انگریزوں کی امداد سے چلتے تھے۔ مولانا اگر صدر صدام کو بھارت نوازی کا طعنہ دے کر اس کے ساتھ دشمنی کی بات کرتے ہیں تو امریکہ کی تو ہمیشہ فطرت رہی ہے کہ دوستی کے معاہدہ پاکستان سے کرتا تھا۔ سیٹو اور نیٹو معاہدہ میں پابند ہوتا تھا۔ لیکن وقت پر دھوکا دے کر ہندوستان کا ساتھ دیتا۔ جس نے ہمیشہ برے وقت میں پاکستان کی امداد نہ صرف بند کر دی بلکہ دوسرے اتحادی ملکوں سے بھی پاکستان کی امداد میں روڑے اٹکائے۔

مولوی آزاد اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کا حکم ہے کہ کافر کبھی مسلمانوں کا دوست نہیں ہو سکتا۔ جبکہ سعودی عرب میں خواہ وہ مکہ اور مدینہ سے ۱۵۰۰ کلو میٹر دور ہی کیوں نہ ہوں وہ سرزمین ہی مسلمانوں کے لئے باعث احترام اور تعظیم ہے۔ امریکن یہودی اور عیسائی دندناتے پھر رہے ہوں۔ کیا وہ مسلمانوں کے دوست ہیں ہرگز نہیں وہ اپنے مفاد کے لئے مسلمانوں کو لڑانے کے لئے کھیل کھیل رہے ہیں۔ اور آپ جیسے فتویٰ باز اور رنگ باز مولوی ڈالروں اور ریالوں میں بک کر احکام خداوندی اور رسول ؐ کی احادیث تک کو بھول جاتے ہیں۔ کہتے ہیں

> **امام صاحب سے کوئی بعید نہیں کہ وہ کل کو یہودیوں کے حق میں یہ فتویٰ دے دیں کہ حضرت موسیٰؑ کی اولاد ہونے کے ناطے ان سے یکجہتی اختیار کی جائے!**

کہ جب علماء بادشاہوں کے در پر نظر آئیں تو اس دور کے علماء اور حکمران بدبخت ہوتے ہیں۔ آج آپ فلسطین کے کاز کی بات کرتے ہیں صدر صدام اور یاسر عرفات میں کیڑے نکل رہے ہیں اور ساتھ ہی اسرائیل کے خلاف لڑنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اب جبکہ عراق نے امریکہ کے ہم عصر اسرائیل کے خلاف اعلان جہاد کر کے یہودی ٹھکانوں پر بمباری شروع کر دی ہے اس کے ساتھ ہی آپ کو بھی بے چینی ہو گئی۔ آپ جیسے مولوی سے کوئی بعید نہیں کہ کل کو آپ کا فتویٰ یہودیوں کے حق میں آجائے۔ اور ان کو صاحب کتاب موسیٰ علیہ اسلام کی اولاد۔ کہہ کر ان کے ساتھ یکجہتی کی باتیں کرنے لگیں۔ دنیا کے جتنے بھی مذاہب اس وقت دنیا میں موجود ہیں۔ ان کے عالموں کو ہم نے کبھی بکتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن افسوس اس بات کا ہوتا ہے کہ انسانیت کے علمبردار مذہب اسلام کے علماء اور پیرو کار امریکہ کے ہاتھوں انسانیت کے قتل پر نہ صرف خاموش ہیں بلکہ نئی نئی تاویلوں سے گمراہ کر رہے ہیں۔ اور یہود ونصارا کے پیسے سے عیاشی کر کے اپنے فتوے بیچ رہے ہیں۔ (بشکریہ روزنامہ مساوات)

صدر صدام حسین کی تصاویر کی ریکارڈ فروخت

عوام قطاروں میں لگ کر تصاویر خرید رہے ہیں

عراق کے صدر صدام حسین کی تصویریں فروخت کرنے کا کاروبار زور و شور کے ساتھ جاری ہے اکثر مقامات پر تصاویر بلیک ہو رہی ہیں مختلف جگہوں پر عوام قطاروں میں کھڑے ہو کر صدام حسین کی تصویریں خرید رہے ہیں اب تو کوئی گاڑی ٹرک بس جیپ کار اور کوئی گاڑی ایسی نہیں جس پر صدر صدام حسین کی تصویر نہ لگی ہو اب تو یہاں کے شہری اپنے سینے پر بھی صدام حسین کے فوٹو لگائے ہوئے پھرتے ہیں مسلمانوں کے اس جذبے کو دیکھ کر حکومت کے اشارے پر گزشتہ روز تین افراد کو صدر صدام حسین کی تصویریں فروخت کرتے ہوئے گرفتار کر کے تھانے لے گئی لیکن عوام کے ہجوم نے گرفتار ہونے والے تینوں افراد کو پولیس کی حراست سے رہا کرا لیا اس واقعہ کے بعد عوام میں پولیس کی اس کارروائی پر غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور وہ موجودہ حکومت کے خلاف نعرہ بازی کرنے لگے۔

"جئے صدام حسین" کے اسٹیکرز مفت

شاہ احمد رضا لائبریری 2-S/B ناظم آباد کراچی نے کثیر تعداد میں اسٹیکرز شائع کئے ہیں جن پر "نصر من اللہ و فتح قریب، جئے اسلام اور جئے صدام حسین" تحریر ہے یہ اسٹیکرز جوابی لفافہ ارسال کر کے درج ذیل پتے سے مفت حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

شاہ احمد رضا لائبریری

2-S/B ناظم آباد کراچی

تحریر: عارف شاہین مانک

جنوبی افریقہ میں زوال پذیر نسلی رجحان

جنوبی افریقہ سے خبر آئی ہے کہ یہاں کی نسل پرست سفید فام اقلیتی حکومت کے صدر ایف ڈبلیو ڈی کلارک کے ۲۲ سالہ صاحب زادے مسٹر ولیم ڈی کلارک نے ایک سیاہ فام لڑکی سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ جنوبی افریقہ کے ایک اخبار "ڈویل برگر" کی ایک رپورٹ کے مطابق ولیم ڈی کلارک برطانیہ کی برمنگھم یونیورسٹی میں صحافت پڑھنے گئے تھے کہ ۲۲ سالہ سیاہ فام حسینہ ایریکا ایڈمز کی زلف کے اسیر ہو گئے (ایریکا کی زلفیں بھی خاصی گھنی اور لمبی ہیں ہم نے یہ جملہ حقیقتاً لکھا ہے ورنہ نسلی ایک مقامی روزنامے نے ایریکا کی تصویر بھی چھاپی ہے جس کی بدولت ہم اس کی زلفوں کے دیدار کرنے کا شرف بھی حاصل کر چکے ہیں) ادھر ڈبلیو ڈی کلارک نے اپنے بیٹے کے فیصلے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ بالغ ہے اور خود فیصلہ کر سکتا ہے۔

جنوبی افریقہ کے قانون میں چار بڑے نسلی گروہوں کو تسلیم کیا گیا ہے تاہم سفید فام اقلیت میں ہونے کے باوجود اس ملک کا واحد نسلی گروہ ہے جسے تمام سیاسی سماجی، معاشی اور مذہبی حقوق و دیگر مراعات حاصل ہیں جنوبی افریقہ میں اس سے پہلے ایک نسل کے لوگوں کو دوسری نسل میں شادی کرنے کی قانوناً ممانعت تھی مگر صدر ڈبلیو ڈی کلارک کے پیش رو صدر مسٹر بوتھا نے مسلسل عالمی دباؤ کے آگے ہتھیار ڈالتے ہوئے ۱۹۸۵ء میں یہ قانون منسوخ کر دیا تھا۔

ولیم ڈی کلارک کے اس جرأت مندانہ اقدام سے یقیناً نسل پرستی کے محل میں کہیں نہ کہیں کوئی دراڑ ضرور پڑے گی دوسری طرف افریقی سیاہ فام عوام سمیت دنیا بھر کے تمام محبت، امن، آزادی اور انسانی مساوات پر یقین رکھنے والوں کو ایک گونہ اطمینان کا احساس بھی ضرور ہوا ہے۔ مسٹر ولیم کے "مشرف بہ انسانیت" ہونے اور "عشق کے قافلے" میں شمولیت کے اعلان کے بعد ہم امید توقع رکھتے ہیں کہ وہ جنوبی افریقہ میں سیاسی معاملات کی بحالی کے لئے بھی کام کریں گے وہ چونکہ صحافت کے طالب علم ہیں اس لئے امید ہے کہ وہ اپنا قلم ضرور عالمی ضمیر کو جھنجوڑنے کے لئے استعمال کرتے رہیں گے۔

اب آیئے اس معاملے ایک نظر آج کے جنوبی افریقہ پر بھی ڈالتے ہیں کہ یہاں کے سیاہ فام عوام کے حالات زندگی کیا ہیں اور وہ کن مشکلات میں نبرد آزما ہیں۔

عالمی سیاسیات اور معاشیات پر نگاہ رکھنے والے ماہرین بتلاتے ہیں کہ امریکہ اور روس کے بعد جنوبی افریقہ میں سب سے زیادہ قدرتی وسائل ہیں براعظم جنوبی افریقہ کی ۹۰ فیصد معدنی صنعت صرف جنوبی افریقہ میں ہے۔ دنیا میں موجود ہیروں کا ۳۱ فیصد کرومیٹس کی پیداوار کا ۳۳ فیصد ... دھات کا ... فیصد میگنیز کا ۷۶ فیصد، یورینیم کا ۱۷ فیصد سونا ۳۳ فیصد اور پلاٹینم کا ... فیصد حصہ جنوبی افریقہ سے نکالا جاتا ہے مگر اس بدقسمت سرزمین پر مٹھی بھر گوری اقلیت قابض ہے۔

> مسلسل عالمی دباؤ اور مؤثر داخلی
> احتجاج سے مجبور ہو کر
> نسل پرست حکومت نے عوام
> کو بعض مراعات دی ہیں

جنوبی افریقہ کی سب سے بڑی سیاسی قوت افریقن نیشنل کانگریس ہے۔ سیاہ فاموں کی دوسری بڑی جماعتیں بھی عوام میں اپنی جڑیں رکھتی ہیں۔ "انکاتھا" اور "اے این سی" کے درمیان طریقہ کار اور نظریاتی سطح پر بھی اختلاف پایا جاتا ہے بہر حال جنوبی افریقہ کے سیاہ فام طلبہ، شہری، مڈل کلاس اور دانشور طبقے کی حمایت اے این سی کو ہی حاصل ہے اے این سی کا جھکاؤ سوشلزم کی طرف رہا ہے جب کہ نیلسن منڈیلا اور دیگر رہنما معتدل تصور کئے جاتے ہیں اور وہ گوری نسل پرست حکومت سے زیادہ سے زیادہ تعاون کی بات کرتے ہیں۔ جب کہ نسل پرستوں کی حامی نیشنل پارٹی ۱۹۴۸ء سے بلا شرکت غیرے اقتدار پر قابض چلی آ رہی ہے۔

حکمران جماعت کی سوا لاکھ گوری اقلیت میں سے ۴۰ فیصد یورپی نسل کے سفید فام ہیں جو اپنے آپ کو افریقہ نژاد کہلاتے ہیں یہ گروہ نسل پرستی کا سب سے زیادہ حامی ہے اور برسر اقتدار نیشنل پارٹی میں بھی اس تنگ نظر نسل پرست گروہ کی اکثریت ہے جب کہ بقیہ ۶۰ فیصد سفید فاموں کا تعلق انگلو نسل سے ہے یہ حصہ نسل پرستی کے متعلق لبرل خیالات کے حامل ہیں سفید فاموں کا ایک گروہ پارلیمنٹ کے اندر اور باہر سیاہ فاموں اور رنگ دار نسل کے لوگوں سے تھوڑا بہت تعاون کرتا ہے جنوبی افریقہ میں تیسرا بڑا گروہ رنگ دار نسل کے لوگوں کا ہے ان میں ایک اقلیت مسلمانوں پر بھی مشتمل ہے ان کا تعلق زیادہ تر برصغیر کے علاقوں گجرات اور کاٹھیاواڑ سے ہے ان کے آباؤ اجداد ایک صدی قبل جنوبی افریقہ چلے گئے تھے اس گروہ کو سیاہ فاموں کے مقابلے میں کچھ زیادہ مراعات حاصل ہیں۔

تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انسان نے ہمیشہ اپنی آزادی کے حصول کے لئے بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں آزادی دنیا کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اس کی قدر وہی جانتے ہیں جو اس سے محروم ہیں جنہیں یہ میسر ہے وہ اس کی قدر نہیں جان سکتے۔

موجودہ صدی کو آزادی، انسانی بنیادی حقوق جمہوریت اور تعمیر نو کی تحریکات کے حوالے سے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا اس صدی کے یہ آخری دس بارہ برس اس حوالے سے بہت یادگار ہیں کہ اس دوران دنیا کے بیشتر ممالک آزادی اور جمہوریت کی لہر کی لپیٹ میں آ گئے ہر سمت آزادی کے حوالے سے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اپنے پیدائشی حق آزادی کے لئے نکل کھڑے ہوئے چند سالوں اور آمرانہ طریقوں سے عوام پر مسلط نام نہاد تنگ نظر اور غیر جمہوری حکومتیں عوامی سیلاب میں خس و خاشاک کی طرح بہہ گئیں اور ریت کے گھروندوں کی طرح بکھر گئیں امن، آزادی، جمہوری اور صحت مندانہ طرز معاشرت اور بنیادی انسانی حقوق کا یہ طوفان جس کے

"ناکاسن چوک" سے اٹھنے کے بعد روس رومانیہ مشرقی جرمنی ہنگری پولینڈ بلغاریہ البانیہ اور چیکوسلواکیہ سے ہوتا ہوا جب سیاہ فاموں کے دیس جنوبی افریقہ پہنچا تو عالمی انسانی برادری کی توقع تھی کہ یہ یہاں بھی اپنی گزشتہ کرشمہ سازی دہرائے گا اور جنوبی افریقہ کے ۲ کروڑ ۵۷ لاکھ سیاہ فام باشندے بھی ۵۰ لاکھ گوری اقلیت کی حکومت کے غیر انسانی مظالم سے نجات پائیں گے مگر امریکہ اور برطانیہ جیسی عالمی حقوق اور جمہوریت کی چیمپئن حکومتیں جمہوریت اور آزادی کے اس طوفان کے آگے دیوار بن کر کھڑی ہو گئیں تو یہ طوفان تھک کر وقتی طور پر تھم ضرور گیا مگر ختم نہیں ہوا۔

جنوبی افریقہ کے سیاہ فام عوام گزشتہ ایک صدی سے اپنی آزادی کی جدوجہد میں مصروف ہیں اس جدوجہد مسلسل میں کئی بار اتار چڑھاؤ آچکے ہیں ان تھک سیاہ فام عوام شب و روز آزادی کے لئے کوشاں ہیں دنیا بھر کی آزادی پسند اقوام کی ہمدردیاں سیاہ فام کے ساتھ ہیں مگر دوسری طرف امریکہ برطانیہ اور اس کے حلیف دیگر یورپی ممالک جنوبی افریقہ کی نسل پرست سفید فام اقلیتی حکومت کو سہارا دیئے ہوئے ہیں جب کہ دنیا کے سامنے آج امریکہ اور برطانیہ جمہوری آزادیوں کے سب سے بڑے علمبردار بنے ہوئے ہیں لیکن کالے افریقی عوام کے ایک فرد ایک ووٹ کے مطالبے پر آنکھیں دوسری طرف پھیر لیتے ہیں مگر ان دونوں سابقہ اور موجودہ سامراجوں کو یہ حقیقت نظر انداز نہیں کرنی چاہئے کہ جنوبی افریقہ کی نسل پرست حکومت اور اس کے قائم کردہ نسلی امتیاز کے نظام کے پاؤں اکھڑنا شروع ہو گئے ہیں۔ ماضی میں جس طرح پسماندہ اور محکوم عوام نے برطانوی سامراج اور حال ہی میں امریکی سامراج کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور ان کے قائم کردہ نو آبادیاتی نظام اور جدید نو آبادیاتی نظام کے خلاف زبردست جدوجہد کی بالکل اسی طرح جنوبی افریقہ کے جیالے سیاہ فام عوام بھی نسلی امتیاز کے نظام سے شدید نفرت کا اظہار کرتے ہوئے غلامی کی زنجیریں اتار پھینکنے کا عزم اور حوصلہ رکھتے ہیں۔

مسلسل عالمی دباؤ اور داخلی موثر احتجاج کے سامنے مجبور ہو کر مغربی افریقہ کی نسل پرست حکومت نے عوام کو بعض مراعات دی ہیں جن کی کچھ تفصیل یوں ہے۔

عوامی مظاہروں پر عائد ۳۰ سالہ پابندی کا خاتمہ ہو گیا ہے ۶۰ سے زائد غیر قانونی تنظیموں کی بحالی صرف سفید فاموں کے لئے مخصوص ساحلوں کو سیاہ فاموں کے لئے بھی کھول دیا گیا ہے پریس سنسرشپ کا خاتمہ ہو گیا ہے سیاسی مخالفین کو بغیر مقدمہ چلائے قید رکھنے کی زیادہ سے زیادہ مدت اب صرف چھ ماہ کر دی گئی ہے اور ان جیسے کئی اقدامات کئے گئے ہیں جس سے صورت حال نے ایک حوصلہ افزاء پہلو بدلا ہے مگر اب بھی بعض سیاہ قوانین نسل پرستی کے اہم ستون ہیں جنہیں ایمرجنسی قوانین کا نام دیا گیا ہے اس کی رو سے سفید فاموں کی بستیوں میں اب بھی سیاہ فام باشندوں کی رہائش پر پابندی ہے۔ سیاہ فام اپنے بچوں کو سفید فام بچوں کے لئے مخصوص اسکولوں میں نہیں بھیج سکتے نسلی امتیاز کی پالیسی کا اہم ستون ۱۹۱۳ء اور ۱۹۳۶ء کے دو لینڈ ایکٹ ہیں جن کے تحت جنوبی افریقہ کی ۸۷ فیصد زمین سفید فاموں کے لئے مخصوص ہے جو کل آبادی کا صرف ۱۴ فیصد حصہ ہیں۔

گزشتہ برس کا آغاز افریقی سیاہ فام عوام کے لئے ان کے محبوب قائد نیلسن منڈیلا کی ۲۷ سالہ طویل اسیری کے بعد رہائی کی خبر لایا تھا جب اتوار ۲ فروری ۱۹۹۰ء کو منڈیلا طویل قید کے بعد رہا ہوئے تھے تو عوام کے چہرے امید کی ایک کرن سے چمک گئے تھے ان کی آنکھیں روشن ہو گئیں تھیں وہ تحریک آزادی میں مزید فعال متحرک اور پرجوش ہو گئے تھے انہوں نے اپنے لیڈر کا انتہائی والہانہ استقبال کیا تھا۔ افریقی عوام نے نہ صرف جدوجہد جاری رکھنے کا اعلان کیا تھا بلکہ اپنی تحریک کو ازسر نو منظم کیا وہ سب سر جوڑ کر بیٹھے اور اپنی خوبیوں اور خامیوں پر بھی نگاہ ڈالی تھی۔

آج پھر نیا سال ۱۹۹۱ء جنوبی افریقہ کے سیاہ فام مظلوم اور محکوم عوام کے لئے ان کی جدوجہد کو تقویت پہنچانے کے لئے ایک محبت آمیز اور حوصلہ دینے والی خبر لایا ہے تاریخ کا سفر جاری ہے دنیا کے موسم کو دیکھتے ہوئے یہ بات یقینی ہے کہ جنوبی افریقہ کے سیاہ فام عوام کی آزادی زیادہ دنوں کی بات نہیں ہے۔

عرب ممالک کو فلسطین کے ستم زدہ مسلمانوں کی حمایت کرنا چاہئے ورلڈ اسلامک مشن کی اپیل

گزشتہ شام کو ورلڈ اسلامک مشن کے ارکان کی ایک میٹنگ لندن میں منعقد ہوئی جس میں خلیج کی تازہ ترین صورت حال پر غور کیا گیا۔ مشن کے ترجمان شاہ محمد جیلانی صدیقی نے اس سلسلہ میں میٹنگ کی تفصیلات پر مشتمل پریس ریلیز جاری کرتے ہوئے کہا ہے کہ فلسطین کے مظلوم مسلمان تقریباً ۴۵ سال سے اپنے حقوق کے لئے جو جدوجہد کر رہے ہیں آج تمام عرب اور مسلم ممالک کو متحد ہو کر اس بارے میں امریکہ اور اسکے اتحادیوں پر دباؤ ڈالنا چاہئے کہ وہ عراق کے مطالبہ کو (جو در حقیقت تمام عرب اور مسلم ممالک کا پرانا مطالبہ ہے) تسلیم کر کے مسئلہ فلسطین کو حل کرنے کے لئے کسی ٹھوس طریقہ کار کا اعلان کریں۔ عراق کے اس مطالبہ کو مان لینے میں ...... کسی جارح یا حملہ آور کا کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کے حقوق کی بازیابی کا روشن امکان موجود ہے۔ نیز "کویت" سے عراقی فوجوں کی واپسی اور کویت میں ایک آزاد حکومت کے قیام کا مطالبہ بھی خود بخود پورا ہو جاتا ہے۔

ورلڈ اسلامک مشن .... سعودی عرب۔ مراکش۔ متحدہ عرب امارات اور دیگر عرب ممالک سے .... جو امریکہ کے حلیف بنے ہوئے ہیں اور اس وقت اسے اپنا سب سے بڑا خیر خواہ سمجھ رہے ہیں مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے تمام رسوخ اور اثرات کو بروئے کار لا کر امریکہ کو مجبور کریں کہ وہ فلسطین کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے اقدامات کا اعلان کر دے تاکہ فلسطین اور کویت کا مسئلہ پر امن طور پر حل ہو سکے ایک ایسے موڑ پر .... جب کہ فرانس۔ جرمنی۔ چین اور مغربی یورپ کے بہت سے ممالک .... اقوام متحدہ میں .... اس نوعیت کی تجاویز پیش کر رہے ہیں .... کاش عرب ممالک .... خصوصاً سعودی عرب کے حکمراں اگر اپنی جرات و ہمت کا مظاہرہ کریں اور اپنی ایمانی غیرت اور امت مسلمہ کے مفادات کی حفاظت کے لئے اعلان حق کے لئے تیار ہو جائیں تو مسلمانوں کی تاریخ کا ایک نیا باب شروع ہو سکتا ہے۔

ورلڈ اسلامک مشن نے اپنی اس میٹنگ میں یہ فیصلہ بھی کیا کہ امریکی صدر جارج بش اور برطانوی وزیر اعظم جان میجر کو ٹیلیگرام دے کر دنیا بھر کے مسلمانوں کے جذبات و احساسات سے آگاہ کر کے خبردار کیا جائے کہ خدانخواستہ اگر امریکی کمانڈروں کے مذموم عزائم کو پورا کرنے کے لئے اور "گذبائی بغداد" کے مسلم دشمنی خواب کی تکمیل کے لئے بغداد شریف پر اندھا دھند بمباری کی گئی اور وہاں قائم مسلمانوں کے تاریخی و مذہبی آثار و مساجد کی خصوصاً حضرت امام موسیٰ کاظم، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے مقابر کی بے حرمتی ہوئی تو ساری دنیا کے مسلمان سراپا احتجاج بن جائیں گے۔ لہٰذا کسی بھی ممکنہ جنگ کی صورت میں مسلمانوں کے مقدس مقامات کی حرمت و حفاظت کو یقینی بنانا .... امریکہ اور برطانیہ کی ذمہ داری ہے

انجمن طلباءِ اسلام کی اپیل پر عراق کی حمایت میں کامیاب ہڑتال



جے یو پی اور اے ٹی آئی کی جانب سے عراق کی حمایت میں لگائے گئے ایک کیمپ کا منظر

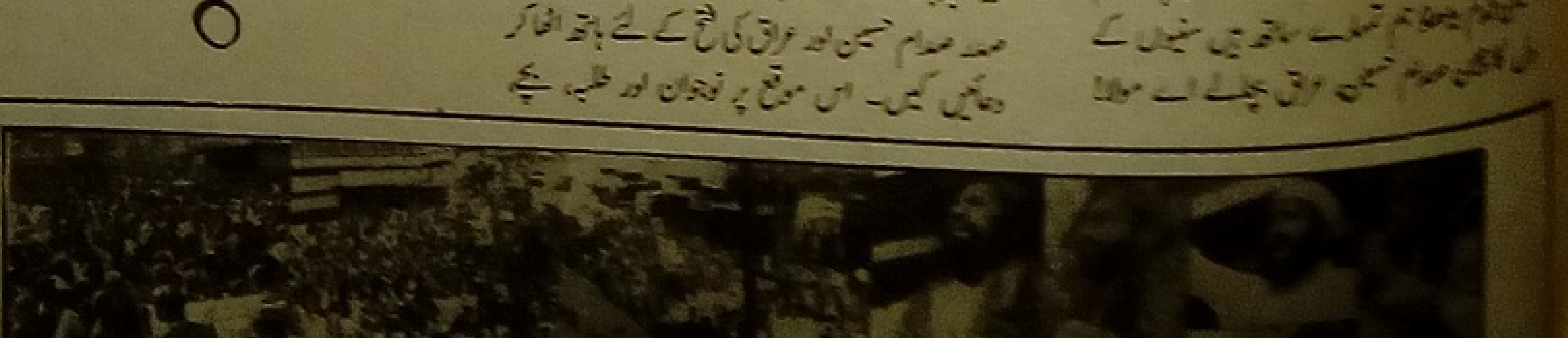
کفن پوش ہزاروں طلبہ و نوجوانوں کا جلوس۔ امریکہ کے خلاف اور عراق کی حمایت میں نعرے بلند کئے۔ انجمن طلبائے اسلام کی اپیل پر آج بروز جمعہ عراق کی حمایت میں اور صدر صدام حسین کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لئے حیدرآباد میں مکمل ہڑتال رہی۔ تمام کاروبار زندگی مکمل طور پر بند رہا۔ طلبہ نے اسکولوں اور کالجوں میں کلاسوں کا بائیکاٹ کیا اس کے بعد انجمن طلبائے اسلام حیدرآباد کی جانب سے پکے قلعہ سے نوجوانوں اور طلبہ کا ایک عظیم الشان کفن پوش جلوس نکالا گیا۔ جلوس میں ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے بھرپور انداز میں شرکت کی شرکاء جلوس نے ہاتھوں میں پرچم اسلام صدر صدام حسین اور قائد اہلسنت امام شاہ احمد نورانی کی تصاویر اٹھائی ہوئی تھیں جو کہ عراق کی حمایت میں پرجوش نعرے لگا رہے تھے شرکاء جلوس نے اس موقع پر صدام کی حمایت میں قدم بڑھاؤ صدام ہم تمہارے ساتھ ہیں سنیں کے صدام حسین عراق بچالے اے مولا! بغداد بچالے اے مولا! الجہاد الجہاد لبیک لبیک شاہ نورانی قائد ہے صدام حسین مجاہد ہے کے نعرے لگا رہے تھے۔ جلوس کا انتظام انجمن طلبہ اسلام کے عسکری اور مجاہد فورس کے نوجوانوں نے سنبھال رکھا تھا جنہوں نے ہاتھوں میں ڈنڈے اٹھا رکھے تھے اور سروں پر "مجاہد فورس" کی پٹیاں باندھی ہوئی تھیں۔

جلوس میں سیکڑوں کی تعداد میں نوجوانوں اور طلبہ نے علامتی کفن پہن رکھے تھے جلوس پھلیلی بازار سے شروع ہو کر فقیر کا پڑ، گاڑی کھاتہ مارکیٹ، ڈوسنوا روڈ ٹمبر مارکیٹ، ہٹڑی مارکیٹ، تلک چاڑی، اسٹیشن روڈ

گاڑی کھاتہ، حیدر چوک، توپ چورنگی، درگاہ سید ہاشمی عبدالوہاب شاہ جیلانی سے ہوتا ہوا قلعہ چوک پر ختم ہوا۔

جب جلوس کے شرکاء امریکن سینٹر پر پہنچے تو نوجوان اور طلبہ نے اپنے مشتعل جذبات کا اظہار کیا اور اپنے ہمراہ لائے ہوئے امریکی صدر بش کے پتلے اور امریکی پرچم کو نذر آتش کیا۔ جب جلوس درگاہ سید ہاشمی عبدالوہاب شاہ جیلانی پر پہنچا تو شرکاء جلوس نے فرط جذبات سے مغلوب ہو کر رقت انگیز انداز میں صدر صدام حسین اور عراق کی فتح کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعائیں کیں۔ اس موقع پر نوجوان اور طلبہ، بچے بزرگ اور کھڑکیوں میں کھڑی ہوئی خواتین زار و قطار رو رہی تھیں۔ مختلف مقامات پر شرکاء جلوس پر گھروں کی چھتوں سے گل پاشی کی گئی۔ جلوس کی قیادت کفن پوش دستے نے کی۔ قلعہ چوک پر اختتامی جلوس سے خطاب کرتے ہوئے انجمن طلبائے اسلام صوبہ سندھ کے جنرل سیکریٹری عثمان عامر عباسی صوبائی نائب ناظم اول ڈاکٹر شاکر حمید خان، ناظم حیدر آباد ڈویژن محمد جاوید رضوی نور المصطفیٰ رضوی، محمود احمد قادری، حافظ ناظم علی آرائیں، غلام یاسین رضا، شریف خان نیازی، جبار احمد نوری، محمود راشد رضوی شعیب احمد قریشی قاضی سلیمان اور دیگر رہنماؤں نے کہا کہ آج کی اس کامیاب ہڑتال اور کامیاب جلوس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ پوری دنیا کے مسلمان رنگ و نسل سے بالاتر ہو کر ارض مقدس اور عراق کے تحفظ کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہے اور حکومت کی موجودہ امریکہ نواز پالیسی کی بھرپور مذمت کرتے ہیں اور اس سلسلے میں قائد اہلسنت امام شاہ احمد نورانی کی اپیل پر انجمن طلبائے اسلام نے نوجوانوں کے مجاہد دستے بھیجنے کے لئے بھرتی کے کام کا آغاز کر دیا ہے۔

○



انجمن طلبائے اسلام کے زیر اہتمام صوبہ سندھ میں عراق کی حمایت میں جلوس نکالے گئے۔ ایک جلوس سے جے یو پی کے مقامی عہدیدار خطاب کر رہے ہیں

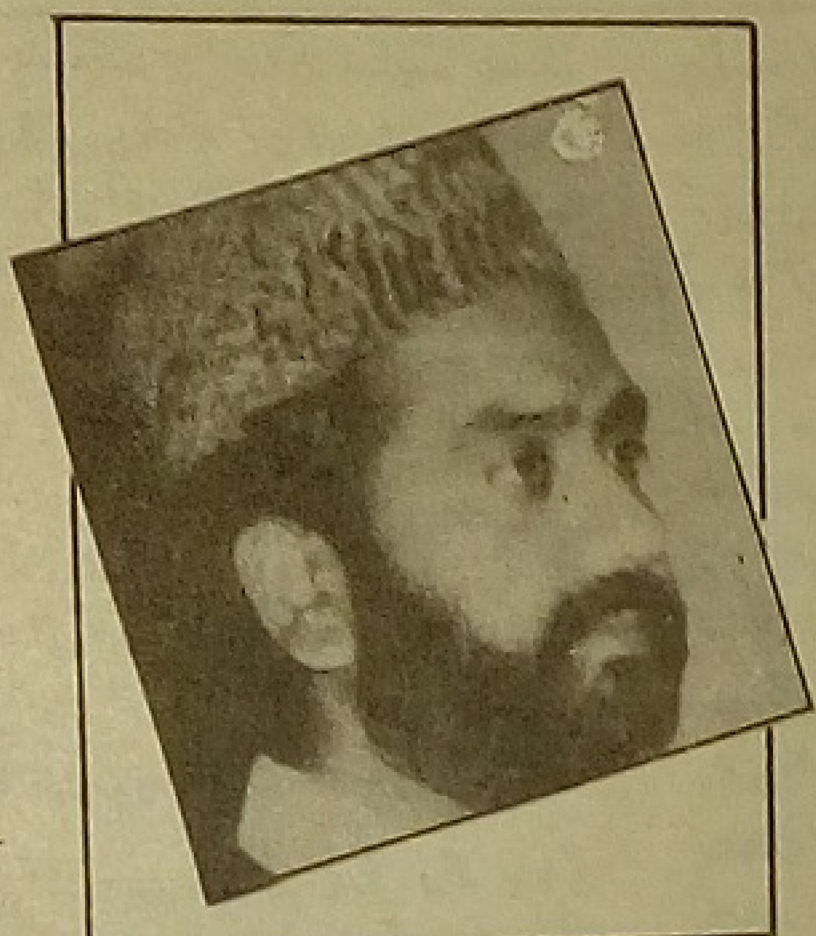
جمعیت علمائے پاکستان (سندھ) کے سیکریٹری جنرل

جناب عثمان خان نوری

کا دورۂ حیدرآباد

رپورٹ: عبدالحمید قریشی

ہنود اور یہود کی سعودی عرب پر بڑھتی ہوئی ریشہ دوانیوں اور عمل دخل کے خلاف جہاں عالم اسلام میں اضطراب اور غم و غصہ کی انتہا قائم ہوئی ہے وہاں پاکستان میں بھی شدید رد عمل اور غصہ کا اظہار پایا جاتا ہے۔ خلیج کے بحران کے سلسلہ میں حیدر آباد کی عوام بھی صیہونیت کے خلاف نفرت کے اظہار میں صدام حسین کے اقدامات کی حمایت میں پیش پیش ہے۔ ہوٹلوں، شاہراہوں اور چوراہوں پر آج کل موضوع سخن یہی ہے۔ اور جو قدر و منزلت عرب شیوخ کی کسی زمانے میں ہوا کرتی تھی۔ آج وہ دیکھنے میں نظر نہیں آرہی اور شاہ فہد وغیرہ کو اسلام کی بدنامی کا سبب سمجھا جارہا ہے۔ انہوں نے حجاز مقدس پر صیہونی فوجوں کو دعوت دے کر مسلمانوں کے جذبات کو سخت طور پر مجروح کیا وہاں سعودی حکومت کے زیر سایہ وہ سب کچھ ہو رہا ہے جس کو سن کر مسلمانوں کے سر شرم سے جھک جاتے ہیں۔ مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو مزید آنچ دینے کے لئے عوام حیدر آباد کے اصرار پر جمعیت علماء پاکستان صوبہ سندھ کے جنرل سیکریٹری جناب محمد عثمان خان نوری دو روزہ دورے پر حیدر آباد تشریف لائے سب سے پہلے انہوں نے جمعیت جی وارڈ حیدر آباد کے خازن جناب عبدالحفیظ کے والد محترم کے "چہلم" میں شرکت کی۔ جس میں روزنامہ مہران کے اسسٹنٹ ایڈیٹر جناب محمد قابل ذاہری، صوبہ سندھ کے جوائنٹ سیکریٹری جناب بابو محمد رمضان، جمعیت حیدر آباد کے نائب صدر جناب نور محمد قادری، جی وارڈ کے نائب صدر جناب انوار الحق، جنرل سیکریٹری و کونسلر بلدیہ اعلیٰ حیدر آباد جناب حسین بخش حسینی و دیگر معززین علماء کرام اور عہدیداران نے شرکت کی بعد ازاں شام کو جے یو پی سیکریٹریٹ الرحیم شاپنگ سینٹر میں ضلع حیدر آباد کے عہدیداران کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں



نے کہا سعودی حکمران اور ان کے ایجنٹ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم میلاد پر کفر کے فتوے صادر کرتے تھے۔ لیکن آج ان کی زیر نگرانی حجاز مقدس میں عیاشی، شراب نوشی کا بازار گرم ہے۔ اور حرام کام جائز قرار دے دیئے گئے ہیں۔ اجلاس رات گئے تک جاری رہا۔

دریں اثنا محمد عثمان نوری نے مقامی ہوٹل میں مختلف وفود سے ملاقاتیں کی۔ اور موجودہ حالات پر گفتگو کی۔

دوسرے دن سیکریٹریٹ میں صبح پھر علاقائی عہدیداران شوریٰ اور مجلس عاملہ کے اراکین کا ایک اہم اجلاس زیر صدارت جناب مولانا سعید احمد صاحب منعقد ہوا۔ جس میں عثمان خان نوری نے عہدیداران کو ہدایت کی کہ وہ تنظیمی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے پیغام حق کو آگے پہنچائیں۔ تاکہ ہر طرف سچائی اور نیکی کا بول بالا ہو۔ انہوں نے تنظیمی طور پر چند ایک احکامات بھی صادر فرمائے اجلاس کے فوراً بعد عثمان نوری نے انجمن طلباء اسلام کے سابق سیکریٹری جنرل جناب معین خان سے ان کی رہائش گاہ پر ان کی والدہ کی وفات پر اظہار تعزیت کیا اس موقعہ پر ان کے ہمراہ عبدالجبار رحمانی، محمد انوار الحق، محمد عثمان، اورنگزیب اور محمد اسلم نورانی بھی تھے۔

شام کورنگی گھاٹ چوک پر جمعیت علمائے پاکستان وارڈ جی کی ذیلی تنظیم حلقہ نمبر ۲۱ اور حلقہ نمبر ۲۲ کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان تحفظ حجاز و بغداد کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں عوام کی بڑی تعداد شریک تھی اور عوام کا جذبہ شوق دیدنی تھا جو فلک شگاف نعرے لگا کر صدام حسین سے والہانہ حمایت اور شاہ فہد سے نفرت کا اظہار کر رہے تھے۔ کانفرنس سے جناب قاری محمد مقبول، جناب حسین بخش حسینی، جناب محمد عثمان، عامر عباسی، جناب شاکر حمید نے خطاب کیا۔ آخر میں کانفرنس کے اہم ترین مقرر جناب محمد عثمان خان نوری نے اپنے ولولہ انگیز خطاب میں اس عزم مصمم کا اظہار کیا کہ صیہونی اور یہودی طاقتوں کو منہ کی کھانی پڑے گی۔ سرزمین حجاز میں صلاح الدین ایوبی کے روپ میں صدام حسین نے باطل کے ایوانوں میں لرزہ طاری کر دیا ہے۔ انہوں نے شاہ فہد پر سخت تنقید کرتے ہوئے کہا کہ ان سعودی حکمرانوں نے یہودی فوجوں کو مقدس سرزمین پر بلا کر جنسی آزادی، شراب، سور کے گوشت اور عیاشی و رنگ رلیوں کی کھلی چھٹی دے کر اسلام کا مذاق اڑایا ہے۔ کانفرنس کے اختتام پر جناب محمد عثمان خان نوری نے فلک شگاف نعروں کی گونج میں صدام حسین کی قد آدم تصویر کی رونمائی کی۔ کانفرنس میں سینئر نائب صدر نور محمد تسلیمی جوائنٹ سیکریٹری منور پیرزادہ جی وارڈ کے صدر جناب نور الدین ثاقب، جناب محمد انوار الحق اور دیگر علماء کرام نے بھی شرکت کی۔

خلیج کی جنگ میں اقوامِ متحدہ اور پاکستان کا کردار

خلیج کی جنگ شروع ہوئے ایک ہفتہ گزر چکا ہے اتحادی فوجیں جنگ کے آغاز سے تادم تحریر تقریباً آٹھ ہزار حملے کر چکی ہیں۔ جن کا زیادہ تر نشانہ عراقی عوام بنے۔ جبکہ عراق نے اپنی جنگی منصوبہ بندی کو ابھی تک زیادہ تر دفاعی نوعیت کی کارروائیوں تک محدود رکھا ہے جن میں غیر ملکی جنگی ماہرین اور مبصرین کے مطابق بھی اسے خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی ہے اور انتہائی وحشیانہ انداز میں جس قدر بارود اتحادیوں کی طرف سے عراق پر گرایا گیا ہے ان کے حق میں اس کا مثبت نتیجہ کچھ بھی برآمد نہیں ہو سکا۔ وہی صدر بش جو اس عمل کو چند گھنٹوں کی کارروائی کہتے تھے اپنے اتحادیوں سمیت یہ کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ یہ معرکہ اتنا آسان اور مختصر نہیں کہ جلد اختتام پذیر ہو جائے اس میں چند ہفتے بھی لگ سکتے ہیں۔ دوسری طرف صدام حسین کی پالیسی تو ویسے ہی جنگ کو طول دے کر اسے موسم گرما تک جاری رکھنے پر مبنی دکھائی دیتی ہے۔ اس صورت حال میں اتحادیوں کا اور خاص طور پر امریکی صدر کا پریشان ہونا فطری بات ہے۔

دنیا کے تقریباً ایک سو ترپن ممالک نے ۱۹۴۵ء سے ایک بین الاقوامی ادارہ بنا رکھا ہے جس کا نام اقوام متحدہ ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اقوام متحدہ کا کردار اور طرز عمل خلیج کے تنازعہ اور اس جیسے دیگر تنازعات کے سلسلہ میں کیا ہے اور اس سے پیشتر کیا رہا ہے۔

دراصل اقوام متحدہ ایک ایسا ادارہ ہے جس پر چند ایسے اجارہ داروں کی حکمرانی ہے جن کے پاس اختیارات تو ہیں لیکن فرائض سے مستثنیٰ ہیں۔ ایک ایسا ادارہ جس کی تشکیل ہی مساویانہ بنیادوں پر نہ ہو اس سے اقوام عالم انصاف کی توقع کیا رکھ سکتی ہیں اور وہ غیر مساویانہ بنیاد ویٹو کا وہ اختیار ہے جو ایک سو ترپن ممالک میں سے صرف پانچ بڑی طاقتوں کو حاصل ہے اگر بہ نظر غائر دیکھا جائے تو دنیا کے بیشتر مسائل اور تنازعات اس وقت انہی ویٹو کا استحقاق رکھنے والے ملکوں کے پیدا کردہ ہیں۔ لہٰذا وہ ان مسائل اور تنازعات کا موثر اور مفید حل کیوں چاہیں گے جبکہ اقوام عالم کے مابین تناؤ اور انتشار کے ساتھ ہی ان کے مذموم ارادوں کی تکمیل وابستہ ہے۔

تحریر: سرور ارمانؔ

اس لئے اقوام متحدہ ایک سو ترپن ملکوں کی تنظیم نہیں بلکہ چند جارحانہ ذہن رکھنے والے توسیع پسندوں کا ایک ٹولہ ہے باقی ملک تو انہوں نے احسانوں اور قرضوں کا بوجھ اٹھانے اور وقتاً فوقتاً اپنے مفادات کے حق میں اجلاسوں کے دوران ہاتھ اٹھانے کے لئے رکھے ہوئے ہیں ورنہ کیا یہ وہی ادارہ ہے جسے دنیا کو آئندہ جنگوں کی تباہ کاریوں سے محفوظ رکھنے کے لئے تخلیق کیا گیا تھا مگر جس نے خود تیس سے زیادہ ممالک کا اتحاد بنا کر کروڑوں عوام کو خاک و خون کے

> **امریکہ نے اسرائیل کے خلاف اس وقت فوجی کارروائی کیوں نہیں کی جب اس نے بغیر اعلانِ جنگ کے عراق پر فضائی حملے کر کے اس کا ایٹمی پلانٹ تباہ کر دیا تھا؟**

جہنم میں دھکیل دیا ہے۔ اگر ترکوں اور یونانیوں کے درمیان قبرص کا تنازعہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو اس قسم کی جنگی کارروائی پر نہیں اکساتا اگر فلسطین کی صورت حال کا ان پر کچھ اثر ہوتا، اگر مسئلہ کشمیر جس کے بارے میں اقوام متحدہ کشمیریوں کے حق میں استصواب رائے کی قرار داد پاس کر چکی ہے اور یہ ادارہ ان ممالک کے ضمیروں کو جھنجوڑنے میں ناکام رہتا ہے تو آخر خلیج میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو فوجی مداخلت کی مجرمانہ حرکت کی کیا ضرورت تھی؟ امریکہ نے اسرائیل کے خلاف اس وقت فوجی کارروائی کیوں نہیں کی جب اس نے بغیر اعلان جنگ کے عراق پر فضائی حملہ کر کے اس کا ایٹمی پلانٹ تباہ کر دیا تھا۔ لیکن امریکہ ایسا کیوں کرتا اس نے تو خود اسرائیل کا خنجر مسلمانوں کے سینے میں پیوست کر رکھا ہے۔ امریکی جارحیت کی ایک ہی وجہ نظر آتی ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اسرائیل کے دوام کے لئے عراق کی جو خلیج کا طاقت ور ملک ہے۔ فوجی طاقت اور صلاحیت کو ختم کرنا اور مسلمانوں کو مختلف متحارب گروہوں میں تقسیم کر کے ان میں باہمی رنجش اور انتشار کی کیفیت پیدا کرنا ضروری ہے۔ جس میں امریکہ اور اس جیسی ذہنیت رکھنے والے اس کے ساتھی ممالک بہت حد تک کامیاب ہیں۔ اس وقت دنیا کے ہر ملک میں اتحادیوں کی وحشیانہ فوجی مداخلت کی مذمت کے طور پر عوامی سطح پر مظاہرے ہو رہے ہیں۔ خود امریکہ، برطانیہ، جرمنی اور فرانس میں بھی عوام الناس کی جانب سے زبردست دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ خلیج میں فوجی مداخلت بند کی جائے۔ بلکہ یہ مطالبہ امریکیوں کا ہی ہے کہ ہمیں خون کے بدلے تیل نہیں چاہئے۔

اس سلسلہ میں حکومت پاکستان کی پالیسی بھی انتہائی گمراہ کن ہے۔ سعودی عرب میں پاکستانی فوجی دستے بھیجنے کا فیصلہ اس وقت کیا گیا جب ملک میں باقاعدہ پارلیمینٹ کا وجود ہی نہیں تھا۔ نگراں وزیر اعظم نے ملک کے سیاست دانوں علماء دانشوروں اور عوام الناس کو اعتماد میں لینے کی ضرورت تک محسوس نہ کی۔ اس کے بعد منتخب حکومت نے بھی پالیسی کے اسی تسلسل کو جاری رکھا۔ نتیجہ کے طور پر عوام نے زبردست مظاہرے کئے اور شدید غم و غصہ کا اظہار کیا حتیٰ کہ وزیر اعظم کو ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر حکومت کے کردار کی ناکام وضاحت کرنا پڑی۔ آخر حکومت کن لوگوں اور کس طبقہ کی نمائندگی کر رہی ہے جبکہ ملک کے نامور سیاستدان، علماء اکابرین اور خود آئی جے آئی اور مسلم لیگ کے رہنماؤں کی اکثریت حکومت کے اس موقف کو تسلیم نہیں کرتی۔

سوال یہ ہے کہ حکومت پاکستان عراق کے معصوم اور بے گناہ شہریوں کو ہلاکت اور تباہ کاری سے بچانے کے لئے صدام حسین سے کویت خالی کرنے کا مطالبہ تو کرتی ہے لیکن موجودہ صورت حال میں جب صدر صدام حسین نے کہا ہے کہ فلسطین کو اسرائیلی تسلط سے آزاد کرایا جائے تو وہ کویت خالی کر دیتے ہیں۔ امریکہ سے مسلمانوں کے قبلہ اول کو یہودی قبضہ سے آزاد کرانے کا مطالبہ کیوں نہیں کرتی؟ کہ اسرائیل امریکہ ہی کا پروردہ ہے۔ پاکستانی حکمرانوں کی جانب سے اس قدر عجلت میں فوجی دستوں کا بھیجنا سعودی عرب میں مقامات مقدسہ کے تحفظ کا جذبہ کم اور امریکی خوشنودی کے حصول کی کوشش زیادہ تھی۔ ناعاقبت اندیش حکمرانوں نے خلیج کے تنازعہ میں فریق بنتے وقت یہ بھی نہ سوچا کہ

باقی ص [illegible] پر

کراچی کی ڈائری

ڈاکٹر حمید افسر اشرفی

- بے حیائی جو ٹھیلوں میں فروخت ہو رہی ہے۔
- پاکستان ٹی۔وی کا کردار منافقانہ رہا۔
- ہمارا مرکز مکہ و مدینہ ہے۔
- شہر کے تعلیمی ادارے دوبارہ کھل گئے۔

وزیر اعلیٰ سندھ جناب جام صادق علی نے اس عزم کا اعادہ کیا ہے کہ وہ صوبے میں شریعت محمدیؐ نافذ کریں گے۔

نیز انہوں نے "پینے" سے بھی توبہ کا اعلان کیا ہے عوام الناس میں ان کے اس اعلان سے خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ لوگ منتظر ہیں کہ کب ان کے ارادوں کو نئی زندگی حاصل ہوگی اور ملک میں شریعت محمدیؐ کا نفاذ ہوگا۔ شراب نوشی، بے حیائی، چور بازاری، دغابازی اور خود فریبی کا خاتمہ ہوگا۔

تادم تحریر اس سلسلے میں کوئی پیش رفت نظر نہیں آئی۔ شراب کے پرانے اڈے، جوے اور منی سینما گھروں میں عریاں فلموں کی مسلسل نمائش اور میوزیکل پروگرامز اسی طرح جاری و ساری ہیں جس طرح "جام" صاحب کے اعلان "نفاذ شریعت" سے قبل تھے۔ کراچی میں بہت سے بازار ہیں صدر بھی ان میں ایک ہے مرکزی بازار ہونے کی وجہ سے تمام لوگوں کی توجہ کا مرکز بھی ہے۔

سابق گورنر کے ایک حکم کے ذریعے غیر قانونی طور پر کھڑے ہوئے تمام ٹھیلوں اور ناجائز دوکانداروں کو گزشتہ دنوں صدر کے علاقے سے ہٹا دیا گیا تھا لیکن رفتہ رفتہ پولیس کے تعاون سے دوبارہ ان جگہوں پر قبضہ بحال ہو گیا۔ ملکی اور غیر ملکی جرائد بھی ان ہی ٹھیلوں پر فروخت ہونے لگے .... ہاں .... البتہ "تہذیب" کو ملحوظ خاطر رکھ کر عریاں رسائل پلاسٹک کی تھیلیوں میں محفوظ کر دیئے گئے ....؟ صرف ٹائٹل دیکھنے کی اجازت ہے۔

ہماری پولیس بھی "سرپرستی" میں جواب نہیں رکھتی اس لئے ان فحش لٹریچر کے فروخت کنندگان بھی پولیس کی "سرپرستی" سے محروم نہیں اسی لئے شائد کسی کی اتنی جرات نہیں کہ ٹھیلوں پر فروخت ہونے والے اس "بے حیائی" کے لئے سدباب کر سکے۔ یقیناً وزیر اعلیٰ سندھ ان چیزوں سے لاعلم ہیں ورنہ وہ "شریعت محمدیؐ" میں حائل رکاوٹ ضرور دور کرتے۔

اہلیان لیاقت آباد نے ایک بار پھر اپنے دینی جوش و جذبے کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے صدر صدام حسین کے جرات مندانہ اقدام اور اسرائیل پر حملہ کے بعد کراچی بالخصوص لیاقت آباد میں "صدر بش" کے سب سے زیادہ پتلے نذر آتش کئے گئے۔ جمعیت علماء پاکستان ضلع وسطی کے زیر اہتمام عظیم الشان "جہاد کانفرنس" بھی من لیاقت آباد میں منعقد ہوئی جس سے قائد اہلسنت شاہ احمد نورانی صدیقی، مرد حق پروفیسر شاہ فرید الحق، صوفی ایاز خان نیازی، محمد صدیق راٹھور ایڈووکیٹ، محمد عثمان خان نوری، سید ارشاد علی، علاف حسین قاسمی، راشد فاروقی، شاہ ولی اللہ سمیت متقدر علماء کرام نے بھی خطاب کیا۔

اس موقع پر عوام کا بے پناہ مجمع دیکھ کر لگتا تھا کہ لوگ زمین سے نکل رہے ہیں سخت دھوپ اور گرمی کے باوجود کانفرنس کے شرکاء پرجوش انداز میں جئے صدام، جئے نورانی اور امریکہ و اسرائیل کے خلاف نعرے لگاتے رہے۔ پولیس کی بھاری جمعیت اس موقع پر موجود تھی اس موقع پر مختلف قراردادوں کے ذریعے سعودی حکمراں شاہ فہد کو مسلمانوں کے قتل کے الزام میں پھانسی دینے کا مطالبہ بھی کیا گیا۔ امریکی جارحیت کے خاتمہ اور یہودی افواج کی فوری واپسی کا مطالبہ بھی کیا گیا۔

قابل افسوس بات یہ ہے کہ پاکستان ٹیلی ویژن کا کردار اس مرتبہ پھر منافقانہ رہا۔ اور پروگرام کی ریکارڈنگ کے باوجود نشر نہ کیا گیا جو جمہوریت کے منہ پر طمانچہ ہے۔ اس موقع پر غیر ملکی کیمرہ مین بھی "جہاد کانفرنس" کی فلم بندی کرتے رہے۔ جہاد کانفرنس میں غلام فرید صابری قوال نے بتایا کہ وہ حال ہی میں یورپ کا دورہ کر کے آئے ہیں پورے یورپ میں یہ بات عام ہے کہ خلیج کی جنگ اسلام کے خلاف لڑی جا رہی ہے انہوں نے کہا کہ اب بھی وقت ہے کہ مسلمان باہم متحد ہو کر کفر کے مقابل سینہ سپر ہو جائیں۔

الطاف حسین جو گزشتہ دنوں "اچانک علیل ہو گئے تھے" اب صحت یاب ہو کر قائد ایونیو پہنچ گئے ہیں ان کی بیماری کی وجہ تھکن اور کام کی زیادتی بتائی جاتی ہے۔ بستر علالت پر بھی انہوں نے "ورک" جاری رکھا اور پریس کانفرنس کی جس میں انہوں نے پاکستان کی خارجہ پالیسی کی حمایت اور وزیر اعظم پاکستان کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ "عیادت" جو نہ صرف ہمارا مذہبی فریضہ ہے۔ اب تو سیاست کا حصہ بھی بن چکا ہے۔ مگر اس مرتبہ وہ گہما گہمی عیادت کرنے والوں میں نظر نہیں آئی جو گزشتہ "علالت" میں دکھائی دے رہی تھی جب کہ بار بار پریس ریلیز کے ذریعے عیادت کے لئے آنے والوں کو "نائن" یاد کرایا جاتا رہا .... بکروں کے صدقات بھی کم رہے۔

البتہ صدام حسین کی حمایت اور امریکہ و اسرائیل کے خلاف ہونے والے جلوس اور مظاہروں میں عوام کا جذبہ قابل رشک تھا اطلاعات کے مطابق ہر مکتبہ فکر اور ہر سیاسی تنظیم کے کارکنان "جہاد" کے لئے اپنے ناموں کا اندراج کروا رہے ہیں۔ ایک تنظیم کے رکن "جہاد فورس" کے لئے اپنے نام کا اندراج کروانے کے لئے بضد تھے سوال کے جواب میں انہوں نے بتایا کہ ہمیں "جہاد" کے لئے کسی تنظیم کی اجازت کی ضرورت نہیں کیونکہ شوق شہادت میں ہمارا "مرکز" مکہ و مدینہ ہے۔

کراچی کے تعلیمی ادارے ایک ہفتے کی تعطیلات کے بعد دوبارہ کھل گئے ہیں۔ اور تدریس کا آغاز ہو چکا ہے۔ کراچی جو ہمیشہ سے مسائل کا شہر رہا ہے اس میں ایک بڑا مسئلہ تعلیمی اداروں کی مسلسل بندش ہے۔ شہر میں جب بھی کوئی مظاہروں کا سلسلہ ہوتا ہے اس کا فوری نزلہ تعلیمی اداروں پر گرایا جاتا ہے اور غیر معینہ مدت کے لئے تعلیمی ادارے بند کر دیئے جاتے ہیں سال میں چند مہینے پڑھائی ہوتی ہے اس میں بھی شرپسند عناصر اسکولوں اور کالجز میں گھس کر اساتذہ کے ساتھ

باقی صفحہ پر

گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کون؟

پروفیسر محمد منشی ندیم

راہ محبت کے حکم شیوہ! اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے ہر عمل خیر کی ابتداء کرتے ہوئے درود و سلام کو وظیفہ بناؤ یہی راہ محبت کا زینہ اور نجات اخروی کا ذریعہ ہے۔

گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کون؟ کے پوسٹر تحریر کنندہ کا ایک اور اعتراض ملاحظہ ہو ......

اردو کا سلام پڑھنے والوں سے چند سوالات

س ..... یہ مسلم بات ہے کہ دینی معاملات میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا اتباع لازم ہے چودھویں یا پندرھویں صدی کے کسی فرد کا اتباع لازم نہیں۔

ج ..... اہلسنت کے نزدیک مسلم بات یہ ہے کہ دینی معاملات میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تابعین تبع تابعین اولیاء اللہ کی اتباع لازم ہے۔ اس لئے کہ مذکورہ حضرات اللہ و رسول جل شانہ و صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اتباع کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ...... لیکن ہم اہلسنت دینی معاملات و مسائل میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع کرتے ہیں۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید خود دیوبندی بھی کرتے چلے آئے ہیں۔ جن سے انہوں نے صحابہ کا تعلق کا انقطاع کر لی ہے۔

س ..... کیا صحابہ کرام میں سے کسی ایک صحابی کا ایک حوالہ دیں کہ انہوں نے اس طریقے سے صلوٰۃ و سلام پڑھا ہو جو طریقہ چودھویں صدی میں رائج ہے؟

ج ..... الحمد للہ تمام مسلمان صحابہ کرام کے مطابق صلوٰۃ و سلام عرض کرتے ہیں۔ چودھویں صدی کا صلوٰۃ و سلام کا طریقہ آپ کو معلوم ہے تو بیان کیا جائے۔

س ..... کیا نبی علیہ السلام کی تعلیم اور صحابہ کرام کے عمل کے مطابق صلوٰۃ و سلام پڑھنے والے گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ..... یا نبی علیہ صلوٰۃ و سلام کی تعلیم اور صحابہ کرام کے عمل کی مخالفت کرنے والے؟

ج ..... صلوٰۃ و سلام پڑھنے والے گستاخ نہیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] جو کہ صلوٰۃ و سلام کے عمل کی مخالفت کرنے والا گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

س ..... کیا صحابہ کرام نے اردو میں سلام پڑھا تھا؟

ج ..... صلوٰۃ و سلام عربی زبان کے الفاظ ہیں اور اردو زبان میں بھی یہی الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ ویسے حمد، نعت، صلوٰۃ و سلام پڑھنا لکھنا ہر زبان میں جائز و مستحب ہے مگر ...... کیا ...... آپ یہ بتانے کی زحمت فرمائیں گے کہ ...... کیا؟ کسی صحابی نے کوئی پوسٹر اردو میں لکھا تھا؟ ...... اور اگر نہیں لکھا تو آپ یہ کس کی تقلید میں ایسا کر رہے ہیں ...... اور کیا؟ صحابہ کرام نے دعا اردو زبان میں مانگی تھی یا نماز کی نیت

> **تمام بزرگانِ دین بارگاہِ رسالت میں ہدیۂ صلوٰۃ و سلام پیش کرتے رہے ہیں۔**

(صلوٰۃ) اردو میں کی تھی جو تم کرتے ہو کیا صحابہ کرام نے اردو میں کلام کیا تھا جو تم کرتے ہو؟ ہمیں امید ہے سوائے شرمندگی کے آپ کے پاس کوئی جواب نہ ہوگا ......

س ..... کیا یہ لوگ بتا سکتے ہیں کہ یہ اردو کا سلام کب ایجاد ہوا؟ اور اس کی عمر کتنی ہے۔

ج ..... اس سوال کے لئے اردو ادب کی تاریخ کا مطالعہ کیجئے آپ کو اردو کا "سلام" نعت، حمد، قصیدہ اور دیگر اصناف نظم کا پتہ چل جائے گا۔ بات "سلام" پڑھنے کی ہے ...... آپ اردو میں نہ سہی عربی میں پڑھ لیجئے ...... چلئے بات ختم! حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید کرتے ہوئے پڑھئے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ...... صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وعلیٰ آلک و اصحابک یا رسول اللہ

س ..... کیا یہ لوگ بتا سکتے ہیں کہ وہ کون سی صدی میں کون سے ہوئے اردو کے سلام کو مساجد میں منع کر لوگوں کو زدوکوب کرکے پڑھنا کتنا ثواب ہے؟

ج ..... منکرین "صلوٰۃ و سلام" "گستاخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" ہیں ایسے گستاخوں کو اگر مار دیا جائے ہر طرح درست ہے ...... نیز یہ کہنا کہ "مساجد میں مسلح ہو کر لوگوں کو زدوکوب کرنا" تمہارے جھوٹ بولنے کے اس انداز پر اور کچھ نہیں بلکہ کلام الٰہی پیش کر دیتے ہیں ...... لعنۃ اللہ علی الکاذبین

س ..... کیا یہ نبی علیہ صلوٰۃ و سلام کے بتائے ہوئے حقیقی ...... صلوٰۃ و سلام کی توہین نہیں؟

ج ..... نماز سے باہر صلوٰۃ و سلام کا کوئی خاص قاعدہ تعلیم نہیں فرمایا بلکہ مختلف موقعوں پر صحابہ کرام کو مختلف صیغہ ہائے صلوٰۃ و سلام تعلیم فرمائے البتہ صلوٰۃ و سلام سے روکنا حقیقی توہین اور کھلی گستاخی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ تم نے اپنے اکابرین کی تصانیف کا بھی مطالعہ نہیں کیا۔ کاش! اگر تم نے دیوبند کے تبلیغی نصاب کے باب فضائل درود شریف ہی کا مطالعہ کر لیا ہوتا ......

س ..... اردو سلام پڑھنے کے شائقین پنجگانہ نمازوں کی کتنی پابندی کرتے ہیں؟

ج ..... طعن کرنا بھی گستاخان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صفت ہے البتہ ہمارا جواب یہی ہے کہ ...... صلوٰۃ و سلام پڑھنے والوں کی عبادت مقبول و بارگاہ ہونے کی ضمانت ہے۔ (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں بیشک دعا آسمان و زمین کے درمیان ٹھہری رہتی ہے یہاں تک کہ تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے) جب کہ منکرین ...... صلوٰۃ و سلام کی ہر قسم کی عبادت مقبول منظور ہونے کی ضمانت نہیں۔

بے حب اہل بیت عبادت حرام ہے
زاہد تیری نماز کو میرا سلام ہے

س ..... کیا کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (جہاں خود نبی علیہ صلوٰۃ و سلام نے امامت فرمائی) میں کبھی یہ مروجہ سلام پڑھا گیا ہے یا آج پڑھا جاتا ہے؟

ج ..... صلوٰۃ و سلام پڑھنے کی تاکید آئی ہے اور آج بھی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہزاروں عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ رسالت پناہ میں صلوٰۃ و سلام کے نذرانے پیش کرتے ہیں۔ مسجد نبوی کے در و دیواروں سے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کی صدائیں آج بھی بلند ہوتی رہتی ہیں۔ مگر منکرین اپنے خبث باطن کی وجہ سے ...... اس تقدس مآب سرکار سے بھی محروم لوٹتے ہیں

یہ وہابی، دیوبندی اور اہلحدیث حضرات ہی کو شرف حاصل رہا ہے کہ وہ غیر شرعی داڑھی منڈوں (شاہ بلیغ الدین، علامہ عبدالحلیم اور سعودی عرب کے داڑھی منڈے لوگوں کو منبرِ رسول ﷺ پر براجمان کرکے واعظ سنتے ہیں!

س...... کیا اس مروجہ سلام کو ایجاد کرنے والے بتا سکتے ہیں اس سلام کا شرعی حکم کیا ہے آیا فرض ہے، واجب ہے، سنت ہے، مستحب ہے اگر مذکورہ احکام میں سے کوئی حکم نہیں تو اس کے نہ پڑھنے میں جھگڑا کیوں؟

ج...... بہ حکم قرآن صلوٰۃ و سلام، فرض، واجب، مستحب اور سنت بھی کچھ ہے قرآن تو ہمیں صلوٰۃ و سلام کی تاکید کرتا ہے۔ لیکن منکرین صلوٰۃ و سلام ابوجہل و ابولہب کی ذریات ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹانے کے درپے ہیں............ مگر اعدائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان کھول کر سن لیں

رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک جل جائیں جل جانے والے

س...... کیا صحابہ کرام تابعین تبع تابعین، مجتہدین فقہائے کرام آئمہ اربعہ امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل امام بخاری امام مسلم، شاہ عبدالقادر جیلانی، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے (موجودہ مروجہ اردو کا سلام جس کے نہ پڑھنے پر فساد برپا کیا جاتا ہے) پڑھا ہے اگر نہیں پڑھا تو ان بزرگوں کے خلاف عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویداروں کا فیصلہ کیا ہے؟

ج...... آپ تو پہلے ہی فتویٰ صادر کر چکے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے علاوہ کسی کا اتباع لازم نہیں............ تو پھر آپ ان بزرگان دین کو اس معاملے کے درمیان کیوں لے آئے...... کیا؟ آپ ان بزرگان دین کی اتباع لازم سمجھتے ہیں...... اگر سمجھتے ہیں تو اوپر جو کچھ آپ نے تحریر کیا ہے کیا وہ غلط ہے؟ اگر غلط ہے تو پھر مکرر............

لو آپ اپنے دام میں صیاد پھنس گیا
ویسے ہمارے سوال کا جواب آپ پر قرض رہا............ بہرحال ہم آپ کے سوال کا جواب پیش کرتے ہیں۔ تمام بزرگان دین بارگاہ رسالت میں ہدیہ صلوٰۃ سلام پیش کرتے رہے ہیں۔ ان کا یہ عمل قرآن مجید کی آیت مبارکہ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی الخ کے عین مطابق رہا ہے۔ رہا فساد برپا کرنے کا معاملہ تو الٹا تم خود کرتے ہو کہ............ "صلوٰۃ و سلام" جیسے عمل خیر سے بلاوجہ مسلمانوں کو روکتے ہو............ کیا یہ الناچور کوتوال کے مصداق نہیں اور اگر آپ کو اردو کے سلام سے اتنا ہی کد ہے تو چلئے آپ نہ پڑھیں آپ سلام پڑھنے والوں کو روکنے والے کون؟ کیا آپ خدائی فوجدار ہیں جو انہیں "سلام" پڑھنے سے روکتے ہیں۔ یہ تو وہی بات ہوئی کہ

"ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا"

س...... سوچئے یہ لوگ نماز نہ پڑھنے والوں، روزہ نہ رکھنے والوں شعائر اسلام کی توہین کرنے والوں سنت موکدہ داڑھی مبارک کے کاٹنے والوں کے خلاف جہاد کیوں نہیں کرتے؟

طعن کرنا بھی گستاخانِ رسول ﷺ کی ایک صفت ہے!

ج...... الحمد اللہ ہم اہلسنت غیر شرعی مرتکبین حضرت کے خلاف ہمیشہ سے سرگرم عمل رہے ہیں۔ لیکن یہ وہابی، دیوبندی اور اہل حدیث حضرات ہی کو شرف حاصل رہا ہے وہ غیر شرعی داڑھی منڈوں (شاہ بلیغ الدین، علامہ عبدالحلیم اور سعودی عرب کے داڑھی منڈے اور کٹ ملے) لوگوں کو منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر براجمان کر کے وعظ و نصیحت سنتے ہیں۔

س...... افسوس کی بات ہے کہ یہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نہاد دعویدار نبی علیہ صلوٰۃ و سلام کی نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والے غیر مسلم قادیانیوں کے خلاف جہاد کیوں نہیں کرتے؟

ج...... حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والے کئی لوگ تھے جن میں سے ایک مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی اور دوسرے مرزا غلام احمد قادیانی تھے۔ اول الذکر مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند ہی نے ایک کتاب "تحذیر الناس" میں ختم المرسلین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت ہونے کے رد میں لکھا کہ "بالفرض محال اگر کوئی نبی آ بھی جائے تو خاتمیت محمدیہ میں کوئی فرق نہ پڑے گا۔" لکھ کر دروازہ نبوت وا کیا............ اور مرزا غلام احمد قادیانی نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی سرکار انگریز کی سرپرستی میں اعلان نبوت کر کے اسلام کی پیٹھ میں خنجر گھونپ دیا تھا............ امام احمد رضا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے ان دونوں اشخاص کے عقائد و نظریات کا شدت سے نوٹس لیا اور ان کے کفر کے ارتکاب کرنے پر انہیں کافر قرار دے کر ملت اسلامیہ سے ہمیشہ کے لئے خارج کر دیا۔ علماء اسلام نے امام احمد رضا بریلوی کی تائید میں فتوے دیئے اور رد میں کتابیں لکھیں ہمیشہ علماء اہلسنت نے امام احمد رضا بریلوی کی سرکردگی میں ہر گمراہ فرقے کا ڈٹ کر مقابلہ کیا نیز ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت جو کہ حضرت علامہ سید ابو الحسنات رحمۃ اللہ علیہ کی سرکردگی میں قادیانیوں کے خلاف چلی جس میں مولانا عبدالستار خان نیازی اور مولانا خلیل احمد برکاتی جیسے زعمائے اہلسنت کو سزائے موت سنائی گئی تھی جسے بعد میں عمر قید میں تبدیل کر دیا گیا تھا............ اور پھر بحمد اللہ بعد میں باعزت طور پر رہا کئے گئے تھے اور بالآخر ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے نتیجہ میں امام انقلاب حضرت علامہ شاہ احمد نورانی اور علامہ عبدالمصطفےٰ ازہریؒ نے پاکستان کی قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو کافر قرار دلانے کی تحریک پیش کی۔ اور مسلمان کی تعریف حتمی طور پر آئین میں شامل کرائی۔ علماء اہلسنت کے یہ وہ عظیم کارنامے ہیں جن پر عوام اہلسنت بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔

س...... کیا یہ لوگ بتا سکتے ہیں کہ صحابہ کرام اور ام المومنین حضرت عائشہؓ کو گالیاں دینے والوں کے خلاف کتنا جہاد کیا؟

ج...... ہمارے نزدیک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور صحابہ کرامؓ، اولیاء کرام اور اہل بیت پاک اطہار کی شان میں گستاخیاں کرنے والے سب کے سب گمراہ اور بے دین ہیں ایسے تمام گستاخوں اور گمراہ فرقوں کے خلاف اہل سنت کا جہاد جاری ہے۔

س...... کیا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضہ یہی ہے کہ نبی علیہ صلوٰۃ و سلام کی نبوت و رسالت پر برسرعام ڈاکہ ڈالتا رہے صحابہ کرام اور صحابیات رضی

باقی صفحہ ۵ پر

مدیر احوال کے نام خط جو من وعن شائع کیا جارہا ہے

مکرمی مدیر احوال
السلام علیکم

میں حال ہی میں سعودیہ سے آیا ہوں اس کے متعلق کچھ گزارشات لکھ کر بھیج رہا ہوں امید ہے کہ آپ ان گزارشات کو احوال میں لکھ کر اسلام پر احسان فرمائیں گے۔

میں سعودی عرب میں پندرہ سال سے رہ رہا ہوں جنوری ۱۹۹۱ء میں پاکستان آیا ہوں جو کچھ میں نے وہاں دیکھا وہ یوں ہے۔

(۱)...... ذکر رسولؐ، ذکر اہل بیت، ذکر امام حسین، ذکر اولیاء بدعت اور شرک ہے اور ان نیک افعال کو انجام دینے والے کو قتل کر دیتے ہیں۔

(۲)...... روضہ نبیؐ کی زیارت کرنا شرک، مزارات بنانا شرک، حضورؐ کا روضہ مبارک بت ہے زیارت کرنے والوں کو لاٹھیاں مارتے ہیں۔

(۳)...... یارسول اللہ کہنا لکھنا شرک ہے اس کو مٹانا عین اسلام ہے یارسول اللہ کہنے والوں کی زبان کاٹنے سے دریغ نہیں کرتے۔

(۴)...... مزارات ڈھانا ثواب اور جہاد اسلام ہے تمام روضے گرا دیئے ہیں نبیؐ کے روضے کو گرانے کی فکر میں ہیں۔

(۵)...... روضے کو چومنا بدعت شرک ہے ایسا کرنے والوں کو ... مارتے ہیں جلاوطن کر دیتے ہیں قتل کر دیتے ہیں۔

(۶)...... یارسول اللہ کہنے والا ذکر حسینؓ ذکر اولیاء، ذکر رسولؐ کرنے والا روضے پر جانے والا مشرک واجب القتل کافر ہے اور ان کی نظر میں عیسائیوں یہودیوں سے برا ہے۔

(۷)...... سعودی حکومت میں ہر شیخ کے پاس ایک سے دو سو تک عورتیں ہیں جن سے زنا عیش کرتے ہیں رنگ رنگ کی عورتیں ملک ملک کی عورتیں ان کے پاس ہیں جن کو تنخواہیں دی جاتی ہیں یا خرید لی جاتی ہیں۔

(۸)...... سعودی عرب میں لڑکیوں کی فروخت اس طرح کی جاتی ہے جس طرح پاکستان میں منڈی میں بیل، گائے، بھینس گدھا، بکری، اونٹ فروخت کیا جاتا ہے۔

(۹)...... لڑکی کو خریدتے وقت کنوارپن کی شرط ہوتی ہے اس کا ٹیسٹ لڑکی کے گھر میں خریدنے والا اس سے زنا کر کے کرتا ہے اگر لڑکی کنواری نکلے تو لڑکی خریدی جاسکتی ہے اگر لڑکی کنواری نہ نکلے تو لڑکی کا سودا منسوخ کر دیا جاتا ہے تو پھر اس لڑکی کو چکلے والے خرید کر لے جاتے ہیں ساری عمر زنا کراتی رہتی ہے۔

(۱۰)...... سعودی لوگ پاکستان کے بجائے ہندوستان، سری لنکا، برما، کوریا، برطانیہ، جرمن اور فرانس کی مسلمان عورتوں اور ان کے آدمیوں کو خادم رکھتے ہیں اور انہی کی لڑکیوں کو خرید کر بیویاں بناتے ہیں اور ان ملکوں کے غیر مسلموں کو بھی اپنے گھروں میں نوکر رکھتے ہیں زنا کاری شراب خوری عام ہے سعودیوں کے گھر میں درجنوں عورتیں ہیں۔

(۱۱)...... وی سی آر پر گندی اور عریاں فلمیں گھروں میں دیکھی جاتی ہیں عورتوں کی ننگی تصویریں کیلنڈروں میں لگی دیواروں پر ٹنگی ہوتی ہیں عریانی فحاشی زنا شراب فعل لوط کا عام رواج ہے لباس، عبادات اور عربی زبان کے علاوہ باقی ہر چیز غیر مسلموں سے ملتی جلتی ہے بلکہ ان سے بھی آگے ہے۔

(۱۲)...... اگر کسی اسلامی ملک سے کوئی کتاب جس میں ذکر رسولؐ، ذکر اہل بیت، ذکر اولیاء ہو یہاں لایا جائے تو اس کو پھاڑ دیا جاتا ہے گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا جاتا ہے لانے والے کو جلاوطن یا قتل کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳)...... اگر کسی ملک سے گندہ ناول عورتوں کی عریان اور ننگی تصویریں، شراب اور نشے کی کوئی چیز آجائے تو اسے بڑی خوشی سے قبول کر لیا جاتا ہے۔

(۱۴)...... سعودیہ میں خاص کر نجدی علاقہ میں شراب، ہیروئن، افیون اور چرس کا استعمال عام ہے اور کہیں کہیں کتے کا گوشت کھایا جارہا ہے کیونکہ کتے کا گوشت برما والوں کی خوراک ہے اور یہ شہوت زنا اور عیاشی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے بلکہ یہاں دواؤں کے ذریعہ ایک مرد ایک رات میں درجنوں عورتوں سے زنا کر جاتا ہے۔

(۱۵)...... ملت اسلامیہ کے جو لوگ یہاں کام کرتے ہیں ان کو ذرا ذرا سی بات پر مشرک کہا جاتا ہے سعودی اس کو بہت پسند کرتے ہیں جوان کو خوبصورت لڑکی پیش کرے۔

(۱۶)...... سعودی عرب کی پرانی نسل سنی مسلمان ہیں مگر نئی نسل کو زبردستی نجدی بنایا جارہا ہے انہیں نجدی تعلیم دی جارہی ہے اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو وہاں ایک بھی سنی نہیں رہے گا نئی نسل کو عریانی، فحاشی، زنا اور شراب خوری کی جانب مائل کیا جارہا ہے۔

(۱۷)...... سعودی حکمراں ضیاء الحق، نواز شریف، جنرل اسلم بیگ، مولانا فضل الرحمان، صدر اسحاق، مولانا عبدالصمد درخواستی، سمیع الحق، میاں طفیل، قاضی حسین احمد، معین الدین لکھوی، مولونا عبدالصمد روپڑی علماء دیوبند علماء اہلحدیث علماء جماعت اسلامی کو اچھا سمجھتے ہیں ان کی ہر قسم کی مدد کر کے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ ہماری طرح اسلام کے عظیم راہنما ہیں۔

(۱۸)...... سعودی حکمراں مولوی مولانا شاہ احمد نورانی، پیر بگارا، مولانا عبدالستار خان نیازی، پیر سیال، مولانا فضل کریم، اور مولانا سردار احمد کے لڑکوں مولانا طاہر القادری شبیر شاہ جالالہ آبادی اور اکرم رضوی کے سخت مخالف ہیں ان لوگوں پر سعودیہ میں داخلہ بند ہے ان کی کتب کا داخلہ بند ہے انگریز مرد عورتیں شراب خنزیر کا گوشت ناول ننگی تصویریں سعودیہ میں آسکتی ہیں لیکن نورانی، پگارا، نیازی، قادری رضوی وغیرہ کا اور ان کی کتب کا آنا ممنوع ہے ان کو یہاں مشرک بدعتی کافر واجب القتل کہا جاتا ہے صدام حسین قذافی کو یہ لوگ اپنا دشمن کہتے ہیں۔

(۱۹)...... اب خلیج کے جھگڑے پر عراق کے خلاف کویت کی حمایت میں امریکہ برطانیہ کی فوج جو عیسائیوں یہودیوں پر مشتمل ہے سعودی عرب میں پہنچ چکی ہے ان کے ساتھ عورتیں بھی شامل ہیں جو سرعام بوس و کنار اور زنا کاری کرتے ہیں خنزیر کا گوشت اور شراب پیتے ہیں وی سی آر پر ننگی فلمیں دیکھتے ہیں سعودی حکمراں اب ان کو خوبصورت عورتیں اور لڑکیاں پیش کر رہے ہیں تاکہ ان کی عیاشی پوری کی جاسکے۔

سعودیہ میں ہر طرف فحاشی بدمعاشی، زنا کاری شراب نوشی عریانی کا دور دورہ ہے سعودی حکمراں اپنی دولت غیر مسلموں پر لٹا رہے ہیں اور سعودی حکمراں ان غیر مسلموں سے خوش ہیں سعودی برتاؤ سے ثابت ہوتا ہے سعودیوں نجدیوں اور انگریز عیسائیوں یہودیوں میں کوئی فرق نہیں!

(۲۰)...... سعودی عرب اور خلیجی ریاستوں میں مسلمانوں کے بچوں خاص کر پاکستان کے بچوں کو اونٹوں پر باندھ کر ملا جاتا ہے جس سے آج تک ہزاروں پاکستانی بچے اونٹ دوڑ میں مارے جاچکے ہیں یہ ان سعودیوں کا شغل ہے۔

(۲۲)...... سعودی عرب میں جس کے گھر لڑکی جوان ہو جائے تو اس کے مکان پر جھنڈا گاڑ دیا جاتا ہے اور اس کی خرید و فروخت کے لئے آنے جانے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

(۲۳)...... الغرض سعودی عرب میں فحاشی بدمعاشی، عریانی زنا کاری شراب نوشی خنزیر کے گوشت کھانے کے عریانی مناظر اور لڑکیوں کو خرید و فروخت نشہ پرستی فعل لوط کافروں سے دوستیاں اور مسلمانوں کو مشرک کہنے کا سلسلہ عام ہے۔

(۲۴)...... سعودی عرب میں لڑکی کو زبردستی زنا کے لئے سعودی اغوا کر لیتے ہیں غیر ملکی لڑکیوں کو اغوا کر لینا ان کا عام شغل ہے یہ لوگ خاص کر غیر مسلم عورتوں اور مردوں کو بہت پسند کرتے ہیں۔

امید ہے کہ آپ یہ تمام باتیں اپنے اخبار میں شائع فرما کر مشکور فرمائیں گے۔

عبداللہ ... رحیم یار خان ...

پنجاب پاکستان ۱۸/۱/۹۱

بقیہ، امریکی تسلط

اسے ساز باز اور ہتھیار ڈالنے پر مجبور نہیں کر سکتا اس وقت امریکہ اور عالمی کفر کے خلاف جنگ انسانیت کی بقا کی جنگ ہے اور وہ لوگ جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰؐ کے حقیقی پیروکار ہیں اور قرآن کریم کے احکامات پر عمل کرتے ہیں امریکہ یہودیوں اور علاقے میں عالمی کفر کے ایجنٹوں سے جنگ کو اپنا فرض سمجھتے ہیں اور اس مقدس فرض پر عمل سے اجتناب نہیں کریں۔

(بشکریہ روزنامہ مساوات)

بقیہ، امریکی یزید

لے دانت کھٹے کر دے گا۔ امریکہ اس جنگ کو ایک ہفتے میں ختم کر لینا چاہتا ہے مگر عراق جنگ کی صورت میں جنگ کو لمبا کھینچنا چاہے گا۔ اگر جنگ لمبی کھنچ گئی۔ تو امریکہ کے لئے یہ ایک نیا ویتنام ثابت ہو گا۔ جہاں اس کی پسپائی یقینی ہوگی۔ اس لئے کہ امریکی صرف اس سخت سردی ہی میں اس سرزمین پر جنگ لڑ سکتے ہیں۔ اور اگر جنگ لمبی نہیں کھنچی تو اس صورت کو دیکھتے ہی عراقی فوجیں تیل کے کنوئیں کو اپنا نشانہ بنا دیں گی۔ اور تیل کی جنگ امریکی منصوبے کی تباہی ثابت ہوگی۔

امریکی یزید ممکن ہے کہ صدام حسین سے کچھ مورچے جیت لے۔ مگر یہ طے ہے کہ آخر میں وہ یہ جنگ ہارے گا۔ شکست ہر حالت میں امریکہ اور اس کے حلیفوں کا مقدر بن چکی ہے۔

(بشکریہ ہفت روزہ "اخبار نو" نئی دہلی بھارت)

بقیہ، پاکستان کا کردار

وہ بیت المقدس کے غاصب یہودیوں کے اتحاد میں بھی شامل ہو رہے ہیں۔ وہ یہودی جن کے بارے میں قرآن میں بھی ارشاد ہے کہ وہ مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔

وزیر اعظم پاکستان نے مسئلہ کشمیر کے بارے میں عراق کی مخالفت کا تذکرہ تو کر دیا لیکن اچھا ہوتا کہ وہ اس ضمن میں امریکہ، برطانیہ، فرانس، روس، جرمنی اور اسرائیل کی خدمات کی تفصیل بھی بیان کر دیتے۔ انہوں نے بڑے غیر موثر سے لہجے میں اسرائیل کو جارحانہ عزائم سے باز رہنے کا انتباہ کیا مگر کیا کیجئے کہ انہیں انتباہ کے اس لمحے کا کتنا انتظار کرنا پڑا کہ جب امریکی صدر اسرائیل سے یہ بیان دلوا دیں کہ وہ عراق پر حملہ نہیں کرے گا جہاں تک جارحانہ عزائم کا تعلق ہے اس سلسلے

میں نواز شریف صاحب کو کوئی غلط فہمی ہو تو دنیا کو بالکل نہیں۔ جبکہ اسرائیل بالواسطہ عراق کے خلاف برسرپیکار بھی ہے۔ بیت المقدس پر اسرائیل نے قبضہ کر رکھا ہے، مسلمانوں کا بدترین اور قابل نفرت دشمن ہے، اس کی زمین اتحادیوں کے زیر استعمال ہے۔ خود غاصب ہوتے ہوئے کویت کی آزادی کے نام پر ظالمین و چوہدریوں کا اتحادی ہے، اسلامی مفادات کو نقصان پہنچانا اس کا بنیادی اصول ہے، کسی بین الاقوامی قانون اور ضابطہ اخلاق کو وہ تسلیم نہیں کرتا۔ کوئی وزیر اعظم سے پوچھے کہ جارحانہ عزائم کیا ہوتے ہیں۔ اپنے انہی جذبات و احساسات کے ساتھ اب وہ امن مشن پر بیرون ملک روانہ ہو گئے ہیں۔ دیکھئے اپنے دامن میں کیا سمیٹ کر لاتے ہیں۔

بقیہ، گستاخانِ رسولؐ

اللہ عنہم کو سرعام گالیاں دی جاتی رہیں اور تمہاری غیرت تمہیں ان سے مزاحمت نہ کرنے کی تلقین کرتی رہے؟

ج ...... نبی علیہ صلوٰۃ وسلام کی نبوت و رسالت پر ڈاکہ ڈالنے والوں کو علماء اہل سنت نے پاکستان قومی اسمبلی کے ذریعہ غیر مسلم قرار دلا کر امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خارج کرا دیا ہے۔ اگرچہ علماء اہلسنت قومی اسمبلی کے اس فیصلہ سے بہت پہلے مولوی قاسم نانوتوی اور مرزا غلام احمد قادیانی اور ایسے ہی دوسرے گستاخوں کو کافر قرار دے چکے تھے۔ علماء اہلسنت کے سرخیل امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کی تائید کرتے ہوئے پاکستان کی قومی اسمبلی نے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی امت کو باقاعدہ غیر مسلم قرار دے دیا...... جہاں تک صحابہ کرام اور صحابیات کی شان میں گستاخیاں کرنے والوں کا تعلق ہے۔ ہمارے نزدیک تو وہ بھی کافر ہیں ...... لیکن اس کا کیا علاج کہ دیوبند کا مفتی ...... خود وکالت کرتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے گستاخوں کو کافر تو کجا۔ وہ تو اہل سنت و جماعت سے خارج تک کی اجازت نہیں دیتا مولوی رشید احمد گنگوہی، دیوبندی فتویٰ صادر فرماتے ہیں۔ "صحابہ کرام کو گالی دینے والا اہل سنت و جماعت سے خارج نہیں ہوتا۔" (فتویٰ رشیدیہ)

"پوسٹر کے آخر میں دعوت فکر ملاحظہ ہو۔"

س ...... سوچئے آخر یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے مسلمان کو مسلمان سے کیوں لڑایا جا رہا ہے خانہ جنگی کے حالات کیوں پیدا کئے جا رہے ہیں کہیں یہ کسی اسلام دشمن غیر مسلم قوت کی سازش تو نہیں۔

ج ...... اس سلسلہ میں صرف اتنا عرض کریں گے

گے
آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی
سوچئے! آپ خود تو کہیں اسلام دشمن قوت۔
آلہ کار تو نہیں بنے ہوئے ہیں۔

بقیہ، لاڑکانہ کی ڈائری

صدر صدام حسین ہے جس نے اسرائیل اور سعودی عرب پر حملہ کر کے اتحادیوں کی نیندیں حرام کر دی ہیں انہوں نے حکومت پاکستان پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ حکومت صدام حسین کی تصویروں پر پابندی تو عائد کر سکتی ہے لیکن صدر صدام حسین کی محبت پاکستانی عوام سے نہیں چھین سکتی۔ آخر میں انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی فوجیں سعودی عرب سے واپس بلا کر عراق بھیجے تاکہ نجف اشرف اور کربلا کی حفاظت کی جا سکے۔ اس کے بعد جے۔ یو۔ پی ضلع لاڑکانہ کے سیکریٹری جنرل حاجی محمد اقبال سعیدی نے خطاب کیا انہوں نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے لگائے گئے کیمپ میں جہاد کے لئے اپنے نام درج کرائیں تاکہ ان لوگوں کو نجف اشرف "روضہ حضرت پیر عبدالقادر جیلانی" کی حفاظت کے لئے ضرورت پڑنے پر عراق بھیجا جائے۔ انہوں نے حکومت پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ گاڑیوں پر صدر صدام حسین کی تصویریں لگی ہوئی ہیں تو ان کاروں، ٹرکوں، بسوں، اور ویگنوں کا چالان کیا جا رہا ہے انہوں نے آخر میں حکومت سے مطالبہ کیا کہ امریکی سفیر رابرٹ اوکلے کو ناپسندیدہ شخصیت قرار دے کر ملک سے باہر نکالا جائے اور فوج کو بیت المقدس اور فلسطین کی آزادی کے لئے عراق بھیجا جائے اس کے بعد مولانا بدرالدین حافظ علی گل، سید زین العابدین، شہ راشدی، انجمن طلباء اسلام لاڑکانہ ڈویژن کے ناظم رشید احمد عباسی، عبدالعزیز قاسمی، محمد بخش سعیدی اور دیگر مقررین نے بھی خطاب کیا۔

بقیہ، کراچی کی ڈائری

غیر مہذبانہ سلوک روا رکھتے ہوئے اور توڑ پھوڑ کر کے چھٹی کرا دیتے ہیں جس سے نہ صرف تعلیم کا معیار گر رہا ہے بلکہ طلبہ کی اخلاقی اقدار بھی تباہ ہو رہی ہیں ان حالات کا ذمہ دار کون ہے ....؟
یہ فیصلہ آپ کریں گے ....

خلیج کی موجودہ صورتحال پر

قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی

کی آڈیو کیسٹ مندرجہ ذیل عنوانات پر مشتمل تیار ہو گئی ہیں:

۱. شاہ نجد کے ہاتھوں حجاز مقدس کی بےحرمتی

۲. خلیج میں موجودہ صورتحال کی ذمہ داری خائن حرمین شاہ فہد پر ہے۔

۳. ثانی صلاح الدین ایوبی صدام حسین کے روپ میں!

منگوانے کا پتہ: ۱۔ دفتر ورلڈ اسلامک مشن کمرہ نمبر ۵۰۵، پانچویں منزل لبرٹی شاپنگ سینٹر، صدر، کراچی ؛ فون: 526400

۲۔ رضا اکیڈمی بالمقابل ... برنس روڈ کراچی ؛ فون: 213756

AHWAL Weekly Regd. NO M-476. JAN 31 TO FEB 06 1991.



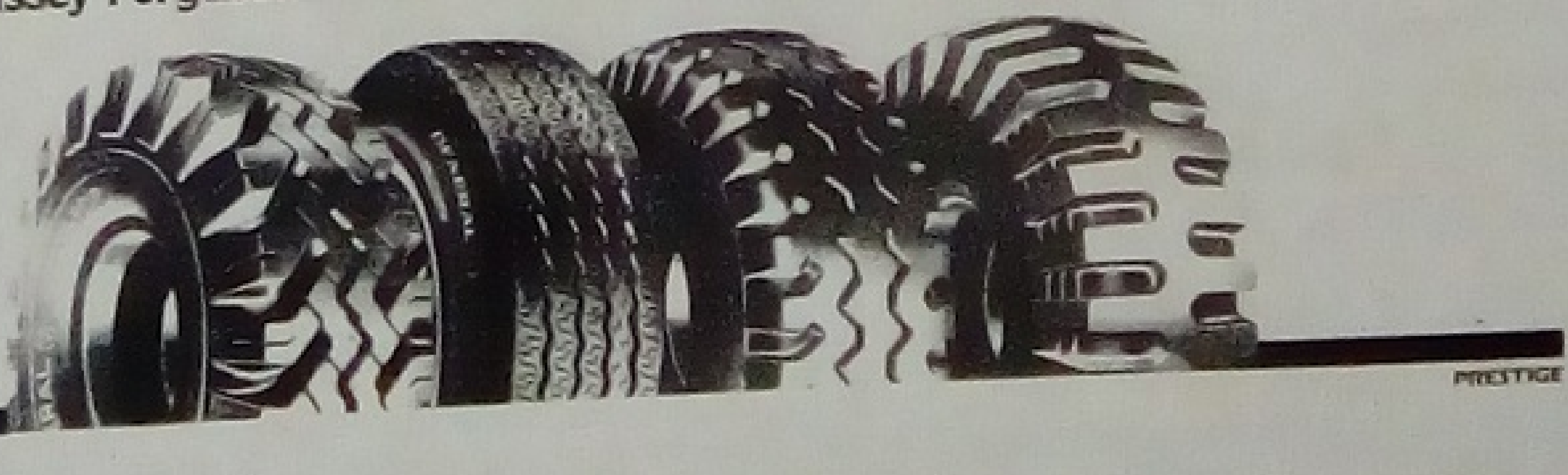
GENERAL TYRE

The Winning Choice

- ★ General Tyre is the No. 1 producer and exporter of automobile tyres in Pakistan.
- ★ Its extensive range of products covers tyres for cars and taxis, vans and pickups, jeeps and buses, trucks and tractors.
- ★ General is the approved original equipment tyre for the Suzuki range of vehicles, Bedford, Nissan and Hino trucks, Mazda minibuses and coaches and Massey-Ferguson and Fiat tractors.
- ★ The quality products are backed by competitive price, comprehensive guarantee, easy availability and prompt after-sale service.

GENERAL TYRE
PAKISTAN

**High Performance
Made in Pakistan**



PRESTIGE

LASER DOT